تاریخ اسلام



سیدؔ امیر علی

مکمل
تاریخِ اسلام

سیّد امیر علی

آزاد بُک ڈپو۔ ہال بازار امرتسر

قیمت:- 35/0

عرضِ ناشر

سید امیر علی کی کتاب "اے شارٹ ہسٹری آف دی سارسنیز" کا شمار تاریخ کی بہترین کتابوں میں ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی افادی اہمیت کے پیشِ نظر اس کا اُردو ترجمہ شائع کیا جارہا ہے۔ مصنف کی کتاب کو ہماری درخواست پر فاضل مترجم نے تین حصوں میں علٰیحدہ علٰیحدہ پیش کیا ہے۔ مجموعی طور پر یہ تینوں حصے آپ کے سامنے ہیں۔ پہلا حصہ خلافتِ راشدہ اور اُموی دَور پر مشتمل ہے۔ دوسرے حصہ میں عباسی دَور کی تاریخ پیش کی گئی ہے اور تیسرا حصہ ہسپانوی اور شمالی افریقہ کی عرب حکومتوں کے احوال پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی عمومی افادیت کو توسیع کر لینے کی نیت سے بعض متنازعہ فیہ مسائل پر مصنّف کی رائے کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب سے نہ صرف طلبہ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں بلکہ عام قاری بھی اس کے مطالعہ سے اپنی معلومات بڑھا سکتے ہیں ؎

نیاز مند

(ناشر)

مندرجات

حصّہ سوم

حصّہ اوّل

عرب کے جغرافیائی اور طبعی حالات

عرب کا وسیع علاقہ ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ اس کے شمال میں صحرائے شام، مشرق میں خلیج فارس، جنوب میں بحر عرب اور مغرب میں بحیرۂ قلزم ہے۔ اس وسیع علاقے کا رقبہ ایام عروج کے فرانس سے دوچند ہے، عرب کئی حصّوں یا خطّوں میں بٹا ہوا ہے۔ یہ صوبے ارضی خاصیت اور آب وہوا میں ایک دوسرے سے الگ تھلگ ہیں۔

شمال کے پہاڑی سلسلہ میں پرانے زمانے میں وہ قومیں آباد تھیں، جنہیں عہد نامہ عتیق میں عددی اور مدیانی کہا گیا ہے۔ اس کے بعد حجاز آتا ہے۔ جس میں مشہور شہر مدینہ واقع ہے۔ مدینہ کو پرانے وقتوں میں یثرب کہا جاتا تھا۔ حجاز ہی میں مکّہ اور جدّہ واقع ہیں۔ مکّہ میں رسولِ عربی صلعم تولد ہوئے اور جدّہ وہ بندرگاہ ہے جہاں مسلمان زائر اُترتے ہیں۔ حجاز شمالاً جنوباً بحیرۂ احمر اور المماس پہاڑی سلسلہ تک پھیلا ہوا ہے۔ جو خاکنائے سویز سے بحیرہ ہند تک پھیلا ہوا ہے۔ اس جزیرہ نما کا جنوب مغربی کونہ یمن کہلاتا ہے۔ حجاز اور یمن کے زیرین علاقے

کو تہامہ کہا جاتا ہے۔ یہ نام بعض اوقات حجاز کے جنوبی حصے کو بھی دیا جاتا ہے۔ یمن کے مشرق میں حضر موت ہے۔ جو بحر ہند کے کناروں تک پھیلا ہُوا ہے۔ دُور مشرق میں خلیج عمان واقع ہے۔ وہ سطح مرتفع جو حجاز کے مشرقی پہاڑوں سے شروع ہو کر الاحصاء کے صحراء تک اور خلیج فارس میں بحرین تک پھیلی ہوئی ہے نجد کہلاتی ہے۔ اس سطح مرتفع میں صحرا بھی ہیں اور مرغزار بھی۔ پہاڑی علاقے بھی ہیں اور نخلستان بھی۔ لق و دق صحراؤں میں یہ نخلستان مقاماتِ امن کا کام دیتے ہیں۔ عرب کے اس وسیع خطے میں جہاز رانی کے قابل کوئی دریا نہیں۔ اِدھر اُدھر جو چھوٹی چھوٹی ندیاں ہیں ان ہی سے زمین سیراب ہوتی ہے۔ بارش بہت معمولی ہوتی ہے۔ سوائے اُن علاقوں کے جہاں پانی بکثرت موجود ہے باقی سارا علاقہ خشک اور ریگستان ہے۔ پانی جہاں کہیں بھی ہے وہاں سرسبزی بہت زیادہ ہے۔ یمن کے اُونچے پہاڑ جو جبال الیمن کہلاتے ہیں مونٹ بلاک اتنے اُونچے ہیں۔ ان پہاڑوں نے کئی ایک چوڑی اور سرسبز وادیوں کو پیدا کر دیا ہے۔ اِن وادیوں میں کافی، نیل، کھجور، سبزیاں اور کئی قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ آب و ہَوا گرم ہے، سردیوں میں ہر جگہ دھند دکھائی دیتی ہے۔ بہار اور خزاں میں موسم مرطوب رہتا ہے۔

حجاز ایک ناہموار ملک ہے۔ یہ ناہمواری مکہ کے آس پاس خاص طور پر نمایاں ہے۔ مکہ بحیرۂ قلزم سے پچاس میل دُور ہے۔ یہاں کی بے برگ و گیاہ چٹانوں پر سورج اپنی پوری تیزی سے چمکتا ہے۔ یہاں کی خشک وادیوں میں جو تھوڑی بہت روئیدگی ہوتی ہے وہ گلوں کے لئے ناکافی ہوتی ہے۔ خشک ندیوں کی تہ اس ملک کی سب سے بڑی طبعی خصوصیت ہے۔ اس خشک اور سُوکھے ہوئے علاقے کے مشرق میں سرسبز اور لہلہاتے ہوئے کھیتوں اور سایہ دار درختوں کا ایک علاقہ ہے۔ جہاں سیب، انجیر، انار، ناشپاتی، انگور کثرت سے ہوتے

ہیں۔ یہ طائف ہے۔

مختلف زمانوں میں عرب میں مختلف قومیں آباد رہی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے قدیم ترین باشندے اسی نسل سے تھے جس نسل کے قدیم کلدانی تھے۔ انہوں نے تہذیب کے بلند مدارج طے کئے۔ اس تہذیب کے آثار آج بھی جنوبی عرب میں دکھائی دیتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس قدیم قوم کا غلبہ مصر اور عراق پر بھی تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بڑے بڑے محل اور مندر بنائے تھے۔ عدن کے قریب جو مشہور تالاب پائے جاتے ہیں انہیں اسی قوم سے منسوب کیا جاتا ہے۔

اس قدیم قوم کو ایک سامی قبیلے نے فرات کے مشرق سے نکل کر تباہ کر دیا۔ یہ قبیلہ یمن اور حضرموت میں آباد ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قحطان کی نسل میں سے ہیں کہ جو قحطان کو بھی کہا جاتا ہے۔ قحطان کے ایک بیٹے نے جس کا نام یعرب تھا ملک اور قوم کو اپنا نام دیا۔ اس خاندان کے حکمران بڑے فاتح اور شہروں کو بسانے والے تھے۔ یمن اور عرب کے دوسرے حصوں میں ان کی مملکت ساتویں صدی عیسوی تک قائم رہی۔

عرب میں سب سے آخر آباد ہونے والے آلِ اسمٰعیل کہلاتے ہیں۔ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے تھے۔ آپ مکّہ کے قریب آباد ہو گئے۔ آپ کی اولاد حجاز میں پھیل گئی۔ انہوں نے عربی عظمت کی بنیاد رکھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ کی تعمیر کی۔ پُرانے وقتوں سے عرب اس عبادت گاہ کی تعظیم کرتے چلے آ رہے ہیں۔ آج خانہ کعبہ مسلم دُنیا کا مقدس ترین مقام ہے۔ حجرِ اسود اسی خانہ کعبہ میں ہے۔

عرب کے رہنے والے ہمیشہ دو طبقوں میں منقسم رہے ہیں۔ شہروں میں رہنے والے اور صحراء میں رہنے والے بدّو۔ صحرا میں رہنے والے خیموں میں رہتے ہیں۔ وہ اپنے خاندان اور گلوں سمیت صحراؤں اور اُونچی سطحوں پر روئیدگی کی تلاش میں گھومتے

رہتے ہیں۔ شمالی اور وسطی عرب کسی وقت بھی غیر ملکی قبضے میں نہیں رہا۔ صرف یمن پر حبشیوں نے تھوڑی مدت حکومت کی۔ یہاں تک کہ عربوں کے ایک سردار سیف نے شاہ ایران کی مدد سے اُنہیں یمن سے خارج کر دیا۔ اس وقت کے بعد تقریباً ایک سو سال یا اس سے کچھ زیادہ یمن پر ایک ایرانی وائسرائے کی حکومت رہی۔ جو مرزبان کہلاتا تھا۔

عرب میں یہودی اور عیسائی اپنے اپنے مذہب کی پیروی کرتے تھے۔ لیکن عربوں کی زیادہ تعداد بُتوں اور ستاروں کی پرستش کرتی تھی۔ ہر قبیلے کی طرح ہر شہر کے دیوی دیوتا مندر اور پوجا پاٹھ کے طریقے الگ الگ تھے۔ مکہ عربوں کی قومی زندگی کا مرکز تھا۔ وہ ایک طرح کا روم یا بنارس تھا۔ وہاں خانہ کعبہ کی مقدس عبادت گاہ میں تین سو ساٹھ بُت تھے۔ یہ بُت اُن تمام دیویوں اور دیوتاؤں کی نمائندگی کرتے تھے، جنہیں عربوں میں پرستش کا درجہ حاصل تھا۔ انسانی قُربانی بھی کسی طرح کم نہیں تھی۔

اس وسیع رقبے میں رہنے والے لوگ، خاص کر وہ لوگ جو فرات کے مغرب میں واقع ریگستان میں گھومتے پھرتے تھے انہیں یونانیوں اور رومیوں نے سارسینی کا نام دے رکھا تھا۔ جب وہ ساری دُنیا کو فتح کرنے کے لئے اُٹھے تھے تو اُس وقت یورپ میں اسی نام سے یاد کئے جانے لگے۔ [1]

---

[1] سارسینی کا لفظ غالباً صحراء اور نشین سے ماخوذ ہے۔ یا پھر شرقین سے ماخوذ ہے۔ عربی میں شرق، مشرق کو کہتے ہیں۔

ابتدائی تاریخ

عرب کی قدیم تاریخ کے بارے میں ہماری معلومات کا زیادہ انحصار قرآن پر ہے۔ قرآن مجید میں عربوں کے قصص درج ہیں۔ معلومات کا دوسرا ذریعہ عربوں کی وہ روایات ہیں جو باپ سے بیٹے کو وراثت میں ملتی رہی ہیں۔ آٹھویں اور مابعد کی صدیوں میں عرب مؤرخوں نے بڑی محنت سے ان روایات کو جمع کیا تھا۔ قرآن اور روایات سے حاصل شدہ ہماری معلومات کی جنوبی یمن میں دریافت شدہ کتبے اور تائید کرتے ہیں۔

ہم جس قوم کی تاریخ اور تقدیر سے دلچسپی لے رہے ہیں وہ حجاز اور یمن کے عرب ہیں۔ جنہوں نے ازمنہ وسطیٰ میں بہت زیادہ شہرت حاصل کی۔ حجاز کے عربوں کا سب سے بڑا قبیلہ قریش تھا۔ جو فہر کی نسل سے ہیں۔ فہر کا لقب قریش تھا۔ قدیم عربی زبان میں قریش، سوداگر کو کہتے ہیں فہر تیسری صدی عیسوی میں گزرا ہے۔ وہ معاد کے بیٹے عدنان کی نسل میں سے تھا۔ جو حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے تھا۔ قریش کو ہمیشہ اپنے آباؤ اجداد پر فخر رہا ہے۔ انہیں عربوں میں ہمیشہ بلند درجہ حاصل رہا ہے۔ ان کا شمار اشراف عرب میں سے ہے۔

پانچویں صدی عیسوی میں فہر کی اولاد میں سے ایک شخص قُصَیّ نے مکہ میں اقتدار حاصل کرنے کے بعد اپنے اقتدار کے احاطے کو سارے حجاز پر پھیلا دیا۔ اس کے زمانے تک مکہ ایک منتشر گاؤں تھا۔ جو خیموں اور جھونپڑیوں پر مشتمل تھا۔ قُصَیّ

نے کعبہ کی دوبارہ تعمیر کرائی۔ اور اپنے رہنے کے لئے ایک محل بنوایا۔ اس محل کا سب سے بڑا کمرہ (کونسل ہال) دار الندوہ کہلاتا تھا۔ اسی کونسل ہال میں مکہ کے انتظامی اُمور کا تصفیہ ہوتا تھا۔ قصی نے قریش کو کعبہ کے اردگرد کے پتھر کے مکانوں میں آباد کرایا۔ اس نے حکومت کو بہتر بنانے کے چند قوانین وضع کئے۔ اس نے لوگوں پر ٹیکس لگائے اور خانہ کعبہ کے زائرین کو خوراک اور پانی مُہیا کرنے کا انتظام کیا۔ یہ زائر خانہ کعبہ میں عبادت کے لئے آیا کرتے تھے۔

قصیؔ سنہ ۴۸۰ء میں اس دُنیا سے رخصت ہوا۔ اس کا بیٹا عبد الدار اس کا جانشین ہوا۔ عبد الدار کی موت کے بعد اس کے پوتوں اور اس کے بھائی عبد مناف کے بیٹوں میں مکہ کی حکومت کے لئے تنازعہ شروع ہو گیا۔ اس تنازعہ کا تصفیہ تقسیم اختیارات پر ہوا۔ مکہ کی آب رسانی اور ٹیکس وصول کرنے کا عہدہ عبد مناف کے بیٹے عبد الشمسؔ کو دیا گیا۔ کعبہ کی تولیت کونسل چیمبر اور فوجی عَلم عبد الدار کے پوتوں کی نگرانی میں دیئے گئے۔

عبد الشمسؔ نے اپنے اختیارات کو اپنے بھائی ہاشم کے سپرد کر دیا۔ ہاشمؔ مکہ کا بہت بڑا سوداگر تھا۔ اور صاحب اثر تھا۔ ہاشم اپنی مسافر نوازی کے لئے بہت مشہور تھا۔ ہاشم نے تقریباً سنہ ۵۱۰ء میں وفات پائی۔ اُس کا بھائی مُطّلب اس کا جانشین ہوا۔ مُطّلب کا لقب سخی تھا۔ مطلب سنہ ۵۲۰ء کے اختتام پر فوت ہوا۔ اس کا بھتیجا عبد المطلب کے لقب سے جانشین ہوا۔

اسی اثناء میں عبد الدار کے پوتے دولتمند ہو رہے تھے۔ بنو ہاشم کے اقتدار سے وہ حسد کرنے لگ گئے۔ اِن کی یہ خواہش تھی کہ لوگوں میں بنو ہاشم کو جو درجہ حاصل تھا اسے ان سے چھین کر خود مکہ کے حکمران بن جائیں۔ عبد الدار کے پوتوں کا حامی عبد الشمسؔ کا اقتدار پسند بیٹا اُمیہ تھا۔ لیکن ان کی خواہش اور کوشش

کے باوجود عبدالمطلب کی سیرت کی بلندی، قریش میں اس کی قدرومنزلت نے اُسے ۵۹ سال تک مکّہ کا حکمران بنائے رکھا۔ حکومت کے کام کاج میں دس بڑے بڑے خاندانوں کے شیوخ ان کے معاون تھے۔ عبدالمطلب کے زمانہ میں حجاز پر ابرہہ نے حبشیوں کی ایک بہت بڑی فوج سے حملہ کیا تھا۔ چونکہ یہ فوجی سردار مکّہ پر یلغار کرتے وقت ایک ہاتھی پر سوار تھا۔ اس لئے جس سال (۵۷۰ء) یہ حملہ ہُوا تھا اس سال کو عربوں کی تاریخ میں عام الفیل کہتے ہیں۔ حملہ آور فوج ایک وباء اور طوفانِ باد و باراں سے تباہ ہو گئی۔ اس وباء اور طوفان نے حبشیوں کی اس فوج کو تباہ و برباد کر دیا جو خیموں میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھی۔

عبدالمطلب کے بہت سے بیٹے بیٹیاں تھیں۔ آپ کے بیٹوں میں سے چار کو عربوں کی تاریخ میں بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ عبد مناف ملقب بہ ابوطالب، عباس، عباسی خلفاء کے جدِّ امجد۔ حمزہ اور عبداللہ۔ آپ کا ایک اور بیٹا ابو لہب تھا۔ جسے قرآن میں اسلام دشمن کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ آپ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے عبداللہ، رسولِ عربی صلعم کے والد بزرگوار تھے۔ آپ کی شادی یثرب کی ایک خاتون آمنہ سے ہوئی۔ لیکن آپ شادی کی تھوڑی مدت بعد پچیس سال کی عمر میں اس دُنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ کی وفات کے چند دن بعد ۲۹ر اگست ۵۷۰ء میں حضرت آمنہ کے ہاں ایک بچّہ پیدا ہُوا۔ دادا نے اس بچّے کا نام محمدؐ رکھا۔ جب آپ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ انتقال فرما گئیں۔ اب آپ کی نگہداشت آپ کے دادا کے سپرد ہوئی۔ ۵۷۹ء میں عبدالمطلب کی وفات پر آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کو اپنی نگرانی میں لے لیا۔ ابوطالب اپنے والد کی جگہ خانہ کعبہ کے متولّی مقرر کئے گئے۔ اپنے چچا ابوطالب کے گھر میں محمد صلعم نے اپنی ابتدائی زندگی بسر کی۔ ابوطالب دِل کے نرم اور انسانی دکھوں سے متاثر ہونے والے انسان تھے۔ آپ اپنے چھوٹے سے حلقے میں بہت زیادہ محبوب تھے۔ آپ کی زندگی کے ابتدائی سال محنت کے بارے سے خالی نہ تھے۔ ابوطالب چونکہ

اپنے آباء و اجداد کی طرح دولتمند نہیں تھے۔ اس لئے آپ کے خاندان کے دوسرے افراد کی طرح آنحضرت کو بھی اپنی باری سے گلہ بانی کرنی پڑتی تھی۔

عنفوانِ شباب ہی سے حضرت محمدؐ غور و فکر کے عادی تھے۔ آپ نے اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ دو مرتبہ شام کا سفر کیا تھا۔ وہاں آپ نے عوام کی دکھ بھری زندگی کو دیکھا تھا۔ آپ نے اُن کی برائیوں اور شر پسندیوں کو بھی دیکھا تھا۔ پچیس سال کی عمر میں آنحضرتؐ نے حضرت خدیجہؓ سے شادی کی۔ حضرت خدیجہؓ اپنی سیرت کی بلندی کی وجہ سے عربوں کی تاریخ میں بہت مشہور ہیں۔ آپ کے کئی ایک بچے پیدا ہوئے۔ آپ کے تمام بیٹے بچپن ہی میں دُنیا سے رخصت ہو گئے۔ لیکن آپ کی صاحبزادیاں اپنے باپ کے عظیم الشان کارناموں کو دیکھنے کے لئے زندہ رہیں۔ آپ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ کی شادی ابو طالب کے بیٹے حضرت علیؓ سے ہوئی۔

آئندہ پندرہ سال آپ نے بڑی خاموشی سے بسر کئے۔ آپ نے مشکل سے ایک دو مرتبہ پبلک زندگی میں حصہ لیا۔ آپ نے اس انجمن کو پھر سے زندہ کیا جو چند سال پہلے بیواؤں، یتیموں اور بے سرو سامان مسافروں کی امداد کے لئے بنائی گئی تھی۔ آپؐ نے اپنی ذکاوت سے اس تنازعہ کو ختم کیا جس کے نتائج خطرناک ثابت ہونے والے تھے۔ اگرچہ ہم صرف آپ کی زندگی کے ان پبلک واقعات سے واقف ہیں لیکن ہم جانتے ہیں کہ آپ نے اس زمانہ میں رحمدلی۔ پاکبازی۔ دیانت اور فرض شناسی کی وجہ سے اپنے شہر والوں سے امین کا خطاب حاصل کر لیا تھا۔ آپ بچوں سے پیار کرنے میں بہت ممتاز تھے۔ آپ جب کبھی اپنے گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو بچے آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کبھی محبت بھری مسکراہٹ کے بغیر اُن بچوں کے پاس سے نہ گزرتے۔ آپ ہر سال مکہ کے قریب غارِ حرا میں ایک مہینہ غور و فکر اور یادِ الٰہی میں گزارتے۔ ایک رات جب آپ اپنے کمبل میں لپٹے ہوئے یادِ الٰہی میں مصروف تھے تو خدا نے آپؐ سے

کلام کرتے ہوئے آپ کو لوگوں کی ہدایت کے لئے حکم دیا۔ اس وقت کے بعد آپ کی ساری زندگی لوگوں کو ذلت سے نکالنے۔ برائیوں کے ترک کرانے اور انسانی تعلقات اور فرائض سمجھانے میں بسر ہوئی۔

سب سے پہلے آپؐ کی بیوی حضرت خدیجہؓ آپؐ کے دین میں شامل ہوئیں۔ اور انہوں نے بُت پرستی چھوڑ دی۔ بعد میں علیؓ۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ حمزہؓ اور عثمانؓ نے اسلام قبول کیا۔! آنحضرت صلعم نے تبلیغ شروع کی تو قریش نے تمسخر کیا۔ لیکن جب قریش نے آپؐ کو اپنے ارادوں میں مضبوط پایا تو ان کی دشمنی نے اذیت رسانی کی صورت اختیار کی۔ قریش نے آپ سے اور آپ کے ساتھیوں سے بدسلوکی شروع کر دی۔ قریش نے آپؐ کے کئی ساتھیوں کی زندگی لینے سے بھی گریز نہ کیا۔ آپؐ کے کئی ساتھیوں نے حبشہ کے ایک نیکدل عیسائی بادشاہ کے ہاں پناہ لی۔ دوسروں نے اپنے ہادی کے پہلو میں رہ کر ہر قسم کی بدسلوکی اور اذیت کو برداشت کیا۔ ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی یکے بعد دیگرے اموات کے بعد قریش نے اپنی ساری اذیت رسانی کو دوچند کر دیا۔ مکہ کے لوگوں کو راہِ راست پر نہ آتا دیکھ کر آپؐ نے تبلیغ کے لئے کسی دوسرے مقام کو تلاش کرنا چاہا۔ چنانچہ آپؐ طائف میں تشریف لے گئے۔ لیکن وہاں کے لوگوں نے آپؐ پر پتھر برسا کر آپؐ کو اپنے شہر سے باہر نکال دیا۔ آپؐ طائف سے پھر مکہ تشریف لے گئے۔ آپؐ نے یہاں کچھ مدت قیام کیا۔ آپؐ مکہ کے لوگوں سے ہٹ کر صرف حج کے موقعہ پر اُن اجنبیوں میں تبلیغ کرتے کہ شاید ان میں سے چند لوگ گمراہی چھوڑ کر راہِ راست پر آجائیں۔

اسی طرح یثرب سے آئے ہوئے چند لوگوں نے آپ کا دین قبول کر لیا اُنہوں نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے اس امر کا اقرار کر لیا کہ وہ نہ بُت پرستی کریں گے اور نہ چوری کریں گے۔ نہ بُرے کام کریں گے۔ نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گے۔ اور نہ

لوگوں پر تہمت لگائیں گے۔ یثرب کے یہ لوگ جب اپنے گھر پہنچے تو انہوں نے اس خبر کو عام کر دیا کہ عربوں میں ایک ایسے پیغمبر کا ظہور ہو چکا ہے جو انہیں برائیوں سے نجات دلائیں گے۔ اگلے سال حج کے موقع پر ان میں سے بیشتر لوگوں نے مکہ میں پہنچ کر بیعت کا ارادہ کر لیا۔ ۶۱۲ء میں یثربیوں نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں ایک وفد بھیجا جس نے آپ کو یثرب جانے کی دعوت دی۔ چونکہ یثرب مکہ کا مدِ مقابل شہر تھا اس لئے اس دعوت نے قریش کے دلوں میں آنحضرت صلعم اور اُن کے پیروؤں کی مخالفت تیز کر دی۔ آپ کے بہت سے پیرو مکہ چھوڑ کر یثرب جانے میں کامیاب ہو گئے۔ یثرب میں اُن کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا گیا۔ قریش نے آنحضرت صلعم کی زندگی ختم کرنے کی سکیم مرتب کی آپ اس وقت تک حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ مکہ ہی میں تھے۔ جب آپ کو قریش کے ارادوں کا پتہ چلا تو آپ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ایک غار میں چلے گئے۔ یہ غار مکہ کے قریب ہی تھا۔ حضرت علیؓ مکہ ہی میں تھے۔ جب قریش کو آنحضرت صلعم کے مکہ سے نکل جانے کا پتہ چلا تو وہ حضرت علیؓ سے انتہائی درجہ بدسلوکی کے ساتھ پیش آئے۔ اور وہ آنحضرت صلعم کی تلاش میں نکل پڑے۔ وہ اس غار تک بھی پہنچ گئے جہاں پناہ گزیں چھپے بیٹھے تھے۔ مگر خدائی تصرف کے ماتحت ان کا پتہ نہ لگا سکے۔ دو دن تک آپ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ غار میں رہے۔ تیسرے دن شام کے وقت وہ غار سے نکلے۔ دو اونٹنی کے حاصل ہو جانے کے بعد آپ تیزی سے یثرب روانہ ہو گئے۔ جہاں آپ جمعہ کے دن ۲ جولائی ۶۲۲ء کو پہنچے۔ حضرت علیؓ بھی بہت جلد آپ سے آملے۔ یہ واقعہ ہجرت کہلاتا ہے۔ جس سے مسلمانوں کا سال شروع ہوتا ہے۔

باب (۳)

مَدِینۃُ النَّبی

یثرب کے لوگوں نے آنحضرت صلعم اور آپؐ کے مہاجر ساتھیوں کا بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا۔ یہ مہاجر اپنے دین کی خاطر اپنے گھروں کو چھوڑ کر آئے تھے۔ یثرب کا نام تبدیل ہو کر مَدینَۃُ النّبیؐ یا مختصراً مدینہ پڑ گیا۔ اب تک اس شہر کا نام یہی ہے۔ مدینہ میں اینٹوں اور گارے سے ایک مسجد بنالی گئی۔ اس مسجد کی چھت کھجور کے پتّوں کی تھی۔ اس عبادت گاہ کے تعمیر کرنے میں آنحضرتؐ نے بھی حصّہ لیا۔ اسی مسجد میں آپؐ نے اپنے سہل اور آسان دین کی اشاعت شروع کی۔ آپؐ لوگوں کو نہ صرف خدا تعالیٰ کی شان اور اس کا رحم بتاتے بلکہ اخلاقی ضوابط کی پابندی پر زور دیتے۔ آپ برادرانہ محبت کا درس دیتے۔ بچّوں سے پیار کرنے کو کہتے۔ بیواؤں یتیموں اور جانوروں سے نرمی کا سلوک کرنے کے لئے کہتے۔

اس زمانے میں مدینہ میں دو قبیلے آباد تھے۔ ان قبیلوں میں باہمی لڑائی رہتی تھی۔ آپؐ نے ہر قسم کے قبائلی امتیازات کو ختم کر دیا۔ اور مدینہ کے رہنے والوں کو انصار (مدد کرنے والے) کا نام دیا۔ وہ مُسلمان جو مکّہ چھوڑ کر مدینہ چلے آئے تھے۔ مُہاجرین کہلائے۔ ہم جس زمانہ کا ذکر کر رہے ہیں اس زمانے میں عرب کے کسی شہر میں بھی قانون اور امن کا دَور دورہ نہیں تھا۔ مختلف گروہ آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ سارے جزیرہ نمائے عرب میں ایک غیر آئینی صورت حالات تھی۔ آنحضرت صلعم نے سب سے پہلے مدینہ میں امن وامان قائم کیا۔ آپؐ نے صحیح بنیادوں

پر مدینہ میں ایک مشترکہ دولت کی بنیاد رکھی۔ اس مقصد کے لئے آپؐ نے ایک فرمان جاری کیا۔ جس کی رُو سے خونریزی اور بد امنی بند کر دی گئی۔ یہودیوں کو مساوی حقوق دیئے گئے۔ مدینہ اور اس کے آس پاس میں یہودیوں کی کافی آبادی تھی۔ یہودیوں نے اپنی طرف سے یہ عہد کیا کہ وہ مدینہ کی حفاظت میں مسلمانوں کا ساتھ دیں گے۔

مکّہ کے لوگ اہلِ مدینہ پر اس وجہ سے ناخوش تھے کہ اُنہوں نے آنحضرت صلعم اور مسلمانوں کو پناہ دی تھی۔ مکّہ کے لوگ مسلمانوں کو انقلاب پسند خیال کرتے تھے۔ مکّہ اور مدینہ کے رہنے والوں میں تصادم ناگزیر تھا۔ دونوں میں پہلی لڑائی بدؔر کی وادی میں ہوئی جو مدینہ سے چند میل دُور ہے۔ اس لڑائی میں مکّہ والوں کو شکست ہوئی۔ مسلمانوں کے ہاتھ اُن کے بہت سے جنگی قیدی آئے۔ ان جنگی قیدیوں کے ساتھ بہت نرمی کا برتاؤ کیا گیا۔

ہجرت کا دوسرا سال خاموشی سے گزر جاتا۔ لیکن مکّہ والوں نے گاہ بگاہ حملوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ ہجرت کے تیسرے سال ابوسفیان بن حرب بن اُمیہ جو بنو ہاشم کا سب سے بڑا مخالف تھا۔ اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ کے نظم ونسق کے احاطہ میں داخل ہو گیا۔ اس حملے کی روک تھام کے لئے مسلمانوں کی جو فوج نکلی تھی اس کی تعداد بہت کم تھی۔ اُحدؔ کے دامن میں لڑائی ہوئی۔ جس میں پہلے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ مگر چند مسلمانوں کی لاپرواہی سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ اور فتح شکست سے بدل گئی۔ مگر باوجود شکست کے مکّہ والوں کا اس قدر زیادہ نقصان ہوا تھا کہ اب اُن میں مدینہ پر حملہ کرنے کی سکت باقی نہیں تھی۔ وہ واپس مکّہ چلے گئے۔ اب ان یہودیوں نے جنگ کرنا شروع کیا جو مدینہ میں اور مدینہ کے آس پاس کے قلعہ بند دیہات میں رہتے تھے۔ مدینہ کی چھوٹی سی مملکت کیلئے

عمرؓ کے ایک عادل اور منصف حکمران ہونے اور ان کی اور ان کی مجلس مشاورت کے دانشمند ہونے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنی تمام قوتیں اس نئے مفتوحہ صوبے کی فلاح و بہبود پر صرف کر دیں اس صوبے کی ترقی کے لئے اس کے تمام ذرائع اس پر صرف کر دیئے گئے۔ حضرت علیؓ کے مشورہ کے مطابق اس صوبے کی مالگذاری سے متعلق پیمائش کرائی گئی۔ مالگذاری کی نئے سرے سے تشخیص کی گئی۔ کسانوں پر ٹیکس کا بوجھ ہلکا کیا گیا۔ انہیں ان کی زمینوں پر قابض کرا کر ان کی پوزیشن کو مستحکم کیا گیا۔ شاہ ایران نے بڑے بڑے جاگیرداروں پر جو ٹیکس لگا رکھے تھے ان پر نظر ثانی کی گئی۔ آبپاشی کے لئے نہروں کا جال بچھایا گیا۔ ایک فرمان کے ذریعہ ضرورت پڑنے پر کاشتکار حکومت سے پیشگی رقم لے سکتے تھے۔ زمین کی فروخت عملاً بند کر دی گئی۔ تاکہ مقامی کسانوں کے حقوق محفوظ رہ سکیں۔ ایرانی حکمرانوں کی شاہی جاگیریں، شکارگاہیں، بھاگے ہوئے شہزادوں کے مقبوضات اور ان آتشکدوں کی جائدادیں جن کے پجاری بھاگ گئے تھے۔ سب کی سب ریاست کی ملکیت میں داخل کر لی گئیں۔ اس ملکیت کے نظم و نسق کے لئے مدینہ سے ناظم مقرر کئے جاتے تھے۔ فوج نے اس علاقہ اور کلدہ کے مال غنیمت کی تقسیم کے لئے احتجاج کیا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے مشورہ کے مطابق فوج کے اس مطالبے کو مسترد کر دیا۔ ریاست کی اس ملکیت سے جو آمدنی ہوتی تھی اخراجات وضع کرنے کے بعد باقی رقم کو عرب آبادکاروں میں بانٹ دیا جاتا تھا۔

لیکن نہ حضرت عمرؓ کا حسن سلوک اور نہ اُن کے جرنیلوں کا معتدل رویہ ایرانیوں کے ساتھ ایک تازہ تصادم کو روک سکا۔ یزدجرد اپنی راجدھانی اور اپنے دو بہترین صوبوں کے چھن جانے سے آگ بگولا ہو گیا۔ اس کے گورنر قابو سے باہر تھے۔ انہی کی

فوج عربوں سے ایک مرتبہ پھر لڑنے کے لئے شور مچا رہی تھی۔ اہواز کے گورنر ہرمزان نے عربوں کی بستیوں پر کئی بار حملے کئے تھے۔ اُسے ہر بار بھگا دیا گیا تھا۔ وہ ہر بار صلح کی درخواست کرتا لیکن اوّلین موقعہ پر وہ معاہدہ توڑ دیتا۔

اسی زمانہ میں عراق دو نئے شہر آباد کئے گئے۔ شط العرب کے کنارے پر بصرہ نے الولہ کی جگہ لے لی۔ بصرہ عراق کی بندرگاہ بن گیا۔ بصرہ میں شمالی عرب کے قبائل آباد تھے۔ حیرہ سے تین میل جنوب میں فرات کے مغربی کنارے پر کوفہ میں یمنی نسل کے عرب آباد تھے۔ مدائن کی آب وہوا چونکہ صحت کے لئے ضرر رساں تھی اس لئے کوفہ نے مدائن کی جگہ لے لی۔ دونوں شہروں کو نقشہ کے مطابق بسایا گیا۔ دونوں شہر ایک مربع کی صورت میں تھے۔ جن کے وسط میں مسجد اور گورنر کی رہائش تھی۔ گلیاں سیدھی اور کشادہ تھیں۔ بازار کشادہ تھے اور پبلک باغات کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

ایرانی حملوں کے تواتر سے تنگ آکر اور ایرانی بادشاہ کے نئے حملے کے اندیشوں کے پیش نظر میسوپوٹیمیا کے عربوں نے خلیفہ کی خدمت میں ایک وفد بھیجا تاکہ خلیفہ سے ایرانیوں کے قلع قمع کی اجازت مل جائے۔ حضرت عمرؓ نے وفد سے دریافت کیا کہ کیوں ایرانی فوجیں بار بار حملہ کرتی رہتی ہیں؟ کیا اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ مسلمان ذمیوں (غیر مسلم رعایا) سے بُرا سلوک کرتے ہیں۔ اور وہ بار بار اپنے معاہدے توڑ کر ہمارے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔" وفد کے ارکان نے جواب دیا کہ ان حملوں کا سبب ذمیوں سے کسی قسم کی بدسلوکی نہیں کیونکہ ہم اُن کے ساتھ دیانت اور انصاف کا سلوک کرتے ہیں۔ اس پر خلیفہ نے کہا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے؟ ایرانیوں میں ایک شخص بھی دیانتدار نہیں، جواب میں وفد کے لیڈر نے کہا، امیر المومنین! آپ نے ہمیں مزید فتوحات سے روک دیا ہے۔ لیکن ایرانیوں کا بادشاہ ان میں رہ کر انہیں مشتعل کرتا رہتا ہے

دو حکمران ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ ایک کا دُوسرے کو باہر نکال دینا ضروری ہے۔ ہم نے ان کے ساتھ بُرا برتاؤ نہیں کیا۔ لیکن اُن کے بادشاہ نے انہیں اُکسایا ہے۔ کہ وہ ہمارے خلاف بغاوت کریں۔ حالانکہ وہ ہماری اطاعت قبول کر چکے ہیں۔ بغاوت کا یہ سلسلہ یونہی رہے گا۔ جب تک کہ آپ ہماری اِس رُکاوٹ کو دُور نہیں کرتے جس کی وجہ سے ہم ان کے ملک کے اندر داخل نہیں ہو سکتے۔ ہم صرف اسی صُورت میں اُن کے بادشاہ کو باہر نکال سکتے ہیں۔ صرف اسی ایک صورت میں اُن کی اُمیدوں پر پانی پھیرا جا سکتا ہے۔

وفد کے لیڈر کے اِن خیالات کی تائید ہرمزان نے بھی کی تھی، ہرمزان جنگی قیدی کی حیثیت میں مدینہ لایا گیا۔ جہاں پہنچ کر اُس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اب یہ بات حضرت عمرؓ پر واضح ہو گئی کہ مشرق کی طرف فتوحات پر جو پابندی لگا رکھی تھی اُسے ہٹا دینا چاہیئے۔ ذاتی حفاظت کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہ تھا کہ ایرانی بادشاہت کو تباہ کر دیا جائے اور ایرانی بادشاہ کی ساری مملکت پر قبضہ کر لیا جائے۔ ایرانیوں نے اپنے بادشاہ کی آواز پر لبیک کہی۔ وہ صحرا نشینوں کے ساتھ آخری مقابلہ کرنے کے لئے پوری طرح سے تیار ہو گئے۔ وہ ان عربوں سے ایک فیصلہ کُن جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے جنہوں نے ان کے بادشاہ کو اس کی راجدھانی سے نکال دیا تھا۔ اور جنہوں نے اس کے بہترین صُوبوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اِس آخری لڑائی کے لئے یزدجرد نے جو فوج جمع کی وہ تعداد کے لحاظ سے پہلی تمام افواج سے زیادہ تھی۔ ایرانیوں کی جنگی تیاریوں سے مدینہ میں جوش و خروش پیدا ہو گیا اور خلیفہ نے سرحد کی طرف بڑی تیزی کے ساتھ کمک بھیج دی۔ نعمان کو جو جنوب میں ایرانی حملہ آوروں کی روک تھام کر رہا تھا عرب فوجوں کا سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ البرز کے دامن میں نہاوند میں جو لڑائی ہوئی اس نے ایشیا کی تقدیر کا فیصلہ کر دیا۔ یہ معرکہ

فتح الفتوح کہلاتا ہے۔ عربوں اور ایرانیوں میں ایک اور چار کا عددی تناسب تھا۔ ایرانیوں نے شدید نقصان اُٹھا کر شکست کھائی۔ ان کا بادشاہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگا پھرا۔ یہاں تک کہ دارا کی طرح اسے بھی اس کے اپنے ساتھی نے ترکستان کی دُور دراز سرحد کے کسی گاؤں میں قتل کر دیا۔ ایران مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ میسوپوٹیمیا کی طرح ایران میں بھی خلیفہ نے کسانوں کی زمینوں کو اُن کی حفاظت میں دیدیا۔ کسانوں کو جاگیرداروں کے مظالم سے نجات دلائی گئی۔ ان کیلئے مالیہ کی شرح پر نظرِ ثانی کی گئی۔ مالیہ کو جائز اصولوں پر مقرر کیا گیا۔ شکستہ نہریں مرمت کروائے گئے۔ جاگیرداروں (دہقانوں) کی زمینوں پر اُن کا قبضہ بحال رکھا گیا۔ یہ قبضہ ایک مقررہ ٹیکس کے مطابق تھا۔ ہر شخص کو ذوق اور ضمیر کی آزادی تھی۔ مسلمانوں کو احکام کے ذریعہ لوگوں کے دین میں مداخلت کرنے سے روک دیا گیا۔ جو لوگ اپنے پُرانے دین پر قائم رہے وہ ذِمّی کہلائے۔ تبدیلیٔ دین کے لئے صرف ایک رغبت تھی۔ اگر اسے رغبت کہا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے لازم تھا کہ انہیں کسی وقت بھی فوجی خدمت کے لئے بُلایا جا سکتا تھا۔ اور اُن سے سٹیٹ عُشر (دسواں حصّہ) وصُول کرتی تھی۔ چونکہ فوجی خدمات سے بری تھے۔ اس لئے ان سے نسبتاً زیادہ ٹیکس وصُول کیا جاتا تھا۔ لوگوں کی اکثریّت نے بغیر اُن طریقوں کے جنہیں آجکل کی بعض قومیں تبدیلیٔ دین کے لئے استعمال کر رہی ہیں اسلام قبول کر لیا۔ ان مسلموں اور عرب آبادکاروں میں باہمی رشتہ ازدواج قائم ہو گیا۔ ایرانیوں کی بہت سی تعداد کو عربوں کی قبائلی اخوت میں موالی کا نام دیکر شامل کر لیا گیا۔ ایک مدّت سے جیسا کہ سکندر مقدونی کے زمانہ میں بھی تھا، پروہت تکلیف اور خطرے کا سرچشمہ بنے ہوئے تھے۔ یہ پروہت پُرانے دین پر رہنے والے لوگوں کو عام طور پر بغاوت کرنے پر اُکساتے رہتے تھے۔ ان بغاوتوں کے سر نکالنے اور کچلے جانے کے

دوران میں دونوں طرف سے زیادتیاں ہو جاتی تھیں۔ عباسی خلیفوں کی دانشمندی اور مصالحانہ روش اور اسلام کی عمومی نشر و اشاعت نے اس سیاسی بے چینی کو ایک وقت پر ختم کر دیا۔

حضرت ابو بکرؓ کے خلیفہ ہوتے ہی عربوں کو رومیوں سے لڑنا پڑا۔ اس زمانے میں میسو پوٹیمیا اور کلدہ کے مغرب کا سارا علاقہ مشرقی رومی سلطنت کا مقبوضہ تھا۔ عراق کی طرح فلسطین اور شام عرب نسل کے لوگوں سے آباد تھے۔ صحرائے شام میں بھی عرب گھومتے رہتے تھے۔ ان علاقوں کے باشندے اسلامی دولتِ مشترکہ کے آئینی حلقہ اثر میں آ گئے۔ اسامہؓ کی تعزیری مہم نے شام کے عربوں کو مشتعل کر دیا تھا جس کا نتیجہ قدرتی طور پر جوابی حملوں کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اسی اثناء میں رومیوں کی سرحد کے قریب ہی بلقہ کے مقام پر بہت سی فوج جمع کر لی تھی۔ خلیفہ کے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا کہ وہ رومیوں کی سرکوبی کرتے۔ اور قبائل کو اپنے تسلط میں لاتے۔ یہ اقدام آپ کی سلطنت کے مفاد کے لئے ضروری تھا۔ آپ نے سپاہیوں کے لئے جو اپیل کی اس کا بڑی گرمجوشی سے خیر مقدم کیا گیا۔ جونہی یہ سپاہی مدینہ پہنچے انہیں شمال کی طرف بھیج دیا گیا۔ میدانِ جنگ کا تھوڑا سا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ عرب جغرافیہ دانوں کے مطابق فلسطین وہ علاقہ ہے جو اس خطہ کے جنوب میں ہے جو کوہ کارمل سے جھیل گیلیلی کے شمالی سرے تک کھینچا جائے جو ہر دن سے بحیرہ روم کے سلسلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ فلسطین میں رومیوں کے بڑے بڑے مضبوط قلعے تھے۔ قیصریہ سمندر کے کنارے رومیوں کا ایک مستحکم قلعہ تھا۔ اس کے علاوہ جرعیہ، یروشلم، عسقلان۔ غازہ اور جافہ میں بھی رومیوں کی قلعہ بند فوج تھی۔ زنار (قدیم پنٹاپولس) کا ضلع اور وہ سارا علاقہ جو بحیرہ مردار کے جنوب میں بحیرۂ عرب تک پھیلا ہوا تھا فلسطین کے تابعِ فرمان تھا۔ مندرجہ بالا خطہ کے شمال میں

یردن کا صوبہ تھا جس میں عکہ (قدیم نیو لیپز اور ثور وطائر) کے قلعہ بند شہر تھے۔
فلسطین کے شمال میں وہ خوبصورت اور دلکش ملک واقع تھا جسے رومی سیریا[1]
کہتے تھے۔ عرب اس ملک کو براشام (بائیں طرف کا ملک) یا صرف شام کہتے تھے
اس ملک میں دمشق، حمص، حلب، انطاکیہ وغیرہ مشہور تاریخی شہر واقع تھے۔ ان
سب شہروں کی حفاظت کے لئے ہر شہر میں رومیوں کی فوج موجود تھی۔ وادی یردن
کے مشرق اور جھیل گیلیلی کے جنوب میں حاران کی سطوح مرتفع تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ
کے جوش و خروش میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوئی۔ آپ نے از سر نو فوج مرتب کرنا شروع
کی۔ نئی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کر لیا۔ ان چاروں فوجوں کے علیحدہ علیحدہ جرنیل تھے جنہوں
نے مختلف حصوں میں اپنی سرگرمیوں کو جاری کرنا تھا۔ حمص کے ڈویژن کی کمان حلیم اور
رحمدل جرنیل ابو عبیدہؓ کے سپرد ہوئی۔ آپ کا ہیڈ کوارٹر جبیہ میں تھا۔ آپ کے ڈویژن
میں مدنیوں اور صحابیوں کی بڑی تعداد شامل تھی۔ فلسطین کے ڈویژن کی کمان عمرو
بن العاص کے ہاتھ میں تھی۔ آپ مصر کی فتح اور حضرت علیؓ کا ساتھ نہ دینے کے سبب
مشہور ہیں۔ دمشق کو جو ڈویژن بھیجا گیا تھا وہ یزید بن ابوسفیان کی کمان میں تھا۔ ابو
سفیان اسلام کا دشمن تھا لیکن اب یزید بن ابوسفیان اسلام کے علم تلے لڑ رہا تھا۔
یزید بن ابوسفیان کی فوج میں مکیوں اور تہامہ کے عربوں کی تعداد زیادہ تھی۔ یزید
بن ابوسفیان کے ڈویژن میں مکہ کے کئی ایک ایسے مشہور اشخاص شامل تھے جن میں
سے بیشتر فتح مکہ سے پہلے آنحضرت صلعم کے ساتھ لڑ چکے تھے۔ اب شام کے مالِ
غنیمت سے متاثر ہو کر انہوں نے رضاکاروں کی حیثیت سے یزید بن ابوسفیان
کے ڈویژن میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔ مکیوں۔ مدنیوں اور تہامیوں میں شدید

---

[1] رومیوں کے ایریا میں فلسطین کا بھی ایک حصہ شامل تھا۔

اختلافات تھے ۔ ان اختلافات نے آگے چل کر نمایاں اور واضح صورت اختیار کر لی تھی ۔
چوتھا ڈویژن جو وادیٔ اُردن کی طرف روانہ ہوا تھا شرجبیل کے ماتحت تھا ۔ ابوسفیان کے دوسرے بیٹے معاویہ جنہوں نے آگے جا کر خلافت پر قبضہ کیا تھا ۔ کے ماتحت ایک ریزرو فوج تھی ۔ عمرو بن العاص نے زیریں فلسطین کی طرف بڑھ کر غازہ اور یروشلم کو ہراساں کر دیا ۔ اسی اثناء میں ابوعبیدہؓ، شرجبیل اور یزید نے ترتیب کے ساتھ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے بصرہ اور دمشق کو گھیرے میں لے لیا ۔ اب جرنیلوں کے پاس جو فوج تھی اس کی مجموعی تعداد بتیس ہزار تھی ۔ یہ فوج اس سلطنت کی قوت اور ذرائع سے بہت کم تھی جس کے خلاف عرب بڑا حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے ۔
قسطنطنیہ کی رومی سلطنت بہت سے صُوبوں کے چھن جانے کے باوجُود بہت بڑی تھی ۔ اس کے ذرائع ۔ اس کی دولت اور اس کے سامانِ جنگ کا کوئی شمار نہیں تھا ۔
اس سلطنت میں ایشیائے کوچک کا وسیع و عریض جزیرہ نما شامل تھا ۔ یہ سلطنت تین سمندروں میں گھری ہوئی تھی ۔ اس میں شام ۔ فونیشیہ اور فلسطین کے بڑے بڑے سمندری شہر تھے ۔ آس پاس کے ملکوں کا اناج گھر مصر بھی ایک سلطنت کا حصہ تھا ۔ ساحلِ مصر سے اوقیانوس کے کناروں تک کا سارا ساحلی علاقہ جو ایک زمانہ میں کارتھیج اور سیرنیا کی مملکتوں کے لئے مشہور تھا اسی سلطنت میں سمایا ہوا تھا ۔

عربوں کے حملے کی روک تھام کے لئے ہرقل حمص پہنچ گیا ۔ حمص میں سے اُس نے چار فوجیں عرب جرنیلوں سے لڑنے کے لئے روانہ کیں ۔ جب عربوں کو رومیوں کے ان ارادوں کا پتہ چلا تو مسلمانوں کے چاروں جرنیلوں نے تیز نامہ و پیام کے ذریعہ یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ سب کے سب اپنی اپنی فوجی طاقت کو ایک ہی مقام پر مرکوز کر دیں ۔ چنانچہ مسلمانوں کے چاروں ڈویژن اپریل ۶۳۴ء میں جولان میں جمع ہو گئے ۔ یہ مقام دریائے یرموک کے قریب تھا ۔ اس پر رومیوں نے ایک بڑی فوج جمع کر لی ۔ یرموک

ایک غیر معروف دریا ہے۔ جو عراق کی سطح مرتفع سے نکل کر جھیل گیلیلی کے جنوب میں چند میل کے فاصلہ پر یردن میں جا گرتا ہے۔ دونوں دریاؤں کے مقامِ اتصال سے تیس میل اُوپر دریائے یرموک نصف دائرے کی صورت میں ایک چکر کاٹتا ہے جس سے اتنا وسیع میدان بن جاتا ہے کہ اس میں ایک فوج سما سکتی ہے۔ رومیوں نے اس مقام کو محفوظ خیال کرتے ہوئے یہاں ڈیرے ڈال دیئے۔ دونوں فوجیں دو ماہ تک آمنے سامنے پڑی رہیں۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے خالد بن ولید کو شام کی مہم پر بھیج دیا۔ صحراء کو عبور کرنے کے بعد خالد بن ولید عرب پہنچ گئے۔ رومیوں کو ان کے آنے کی اطلاع بعد میں ملی۔ ہرقل کی فوج میں دو لاکھ چالیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ آخر کار ۲۰ اگست ۶۳۴ء کو رومی فوج اپنے خیموں سے باہر نکلی۔ دونوں فوجوں میں لڑائی شروع ہوئی۔ یرموک کی اس لڑائی میں رومیوں کو شکست ہوئی۔ جنوبی شام پر عربوں کا قبضہ ہو گیا۔ تقریباً انہی دنوں میں حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوا۔ آپ کے انتقال کی خبر جنگ یرموک کے شروع ہونے سے پہلے عرب کیمپ میں پہنچ چکی تھی۔ لیکن خالد بن ولید نے اسے جنگ جیت جانے کے بعد ظاہر کیا۔ حضرت عمرؓ نے خالد بن ولید کی جگہ ابوعبیدہ کو سالارِ اعظم مقرر کیا۔ خالد بن ولید نے ایک ماتحت کی حیثیت سے اپنی مہم کو پہلے کی طرح جاری رکھا۔ ایک ایک کر کے عربوں نے شام کے شہروں پر قبضہ شروع کر دیا۔ حمص، دمشق حلب اور دوسرے شہروں نے عرب فوجوں پر اپنے دروازے کھول دیئے۔ عرب فوج بڑھتی ہوئی رومیوں کی مشرقی راجدھانی انطاکیہ تک جا پہنچی۔ اس کی حفاظت کے لئے رومیوں کی ایک بہت بڑی فوج موجود تھی۔ لیکن ایک مختصر محاصرے کے بعد اس شہر پر بھی قبضہ کر لیا۔ اسی اثناء میں عمرو بن العاص نے فلسطین میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ رومیوں نے فلسطین کو بچانے کے لئے ایک بہت بڑی فوج بھیجی۔ جنگ جنادین میں اس رومی فوج کو شکست دینے کے بعد عربوں نے یروشلم

و بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ چند دن بعد بیت المقدس کے بطریق نے پیغام بھیجا کہ وہ بیت المقدس کو خلیفہ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے حوالے کرنے کو تیار نہیں، حضرت عمرؓ نے بطریق کی اس شرط کو مان لیا۔ آپ بغیر کسی شان و شوکت کے صرف ایک غلام کے ہمراہ مدینہ سے بیت المقدس کی طرف روانہ ہو پڑے۔ آپ بطریق کے بیت المقدس میں داخل ہوتے۔ حضرت عمرؓ نے کلیسا میں اس بناء پر نماز پڑھنے سے انکار کر دیا کہ صرف اس امر کے سبب مسلمان کلیسا کو اپنی عبادت گاہ بنالیں گے۔ حضرت عمرؓ نے عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے مکمل مذہبی آزادی کا اعلان کر دیا۔

آرمینیہ اور کردستان کے قبائل عراق پر حملے کرتے رہتے تھے۔ اس لئے ان دونوں ملکوں کو فتح کر لیا۔ جنوری سنہ ۶۳۹ء میں رومیوں نے شام اور فلسطین پر پھر بلہ بول دیا۔ رومیوں کی تعداد اگرچہ بہت زیادہ تھی۔ پھر بھی انہیں ہار ہوئی۔ رومیوں کی اس شکست کے بعد شام پر عربوں کا پوری طرح سے قبضہ ہو گیا۔ رومیوں نے اپنی سرحدوں کے بہت سے شہروں کو ویران کر دیا تاکہ اس سے عربوں کی روک تھام کر سکیں لیکن رومیوں کی یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ عرب فوجیں بحیرۂ اسود کے کناروں تک پہنچ گئیں۔

عمرو بن العاص چار ہزار سپاہیوں کو لے کر مصر میں داخل ہو گئے۔ تین ہفتوں کے اندر اندر عربوں نے بازنطینیوں کو مصر سے نکال دیا۔ رومیوں نے اسکندریہ میں پناہ لی۔ عربوں نے اسے بھی فتح کر لیا۔ مصر کی فتح کے بعد عربوں نے مصر کے کسانوں کی حالت کو بہتر بنانے کی طرف توجہ کی۔ زمین کو کسانوں کے حوالے کر دیا گیا۔ آبپاشی کے لئے اس نہر کو صاف کرایا گیا جو بحیرۂ روم اور بحیرۂ قلزم کو ملاتی تھی۔ صنعت اور تجارت کو فروغ ہونے لگا۔ یہ بات سراسر غلط ہے کہ اسکندریہ کے کتب خانہ کو حضرت عمرؓ کے حکم سے جلا دیا گیا تھا۔ یہ کتب خانہ اسکندریہ میں عربوں کے داخل ہونے سے پہلے جولیس سیزر اور تھیوڈرس کے عہد میں جلایا جا چکا تھا۔

سنہ ۱۸ ہجری میں شمالی عرب اور شام میں طاعون اور قحط کی وجہ سے پچیس ہزار لوگ مارے گئے۔ ایک مرتبہ پھر خلیفہ نے جن کی عمر اب ستر سال کی تھی ایک خادم کے ہمراہ شام کا سفر کیا۔ واپسی پر حضرت عمرؓ سلطنت کے نظم و نسق میں بہت زیادہ مصروف ہو گئے۔ لیکن ایک قاتل کے حملے نے آپؓ کو شہید کر دیا۔

آپؓ کی شہادت سے اسلام کو بہت زیادہ نقصان ہوا۔ مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے آپ کی شخصیت نہایت موزوں تھی۔ آپ نے دیوان کے نام سے مالیات کا ایک محکمہ قائم کیا۔ آپ نے صوبائی حکومتوں کے لئے دستور وضع کیا۔ آپ دراز قامت، مضبوط اور خوبصورت تھے۔ سادگی اور کفایت شعاری آپ کا شیوہ تھا۔ رعایا کا معمولی سے معمولی شخص بھی آپ تک نہایت آسانی سے پہنچ سکتا تھا۔ آپؓ رات کے وقت بغیر کسی حفاظتی دستہ کے لوگوں کی حالت سے آگاہ ہونے کے لئے مدینہ کی گلیوں میں چکر کاٹتے۔ کس قدر سادہ تھا اپنے زمانہ کا سب سے بڑا حکمران —!!

باب (۵)

خلافتِ راشدہ

حضرت عمرؓ نہایت آسانی سے حضرت علیؓ یا اپنے پاکباز بیٹے عبداللہ المعروف بہ ابن عمرؓ کو اپنا جانشین مقرر کر سکتے تھے۔ لیکن آپؓ نے اپنی فراست کے پیشِ نظر خلیفہ کے انتخاب کو مدینہ کے چھ اکابر کے سپرد کر دیا۔ آپؓ نے اپنے پیشرو کی

مثال سے ہٹ کر جو نیا راستہ پیدا کیا اُس نے آگے چل کر بنو اُمیہ کے لئے سازشوں کا موقعہ پیدا کر دیا۔ اس وقت مدینہ میں بنو اُمیہؓ کی جماعت بڑی مضبوط تھی۔ بنو اُمیہ مدت سے بنو ہاشم اور آلِ رسول کے مخالف چلے آتے تھے۔ بنو اُمیہؓ کو اُن سے نفرت تھی۔ انہوں نے آنحضرت صلعم کا تندہی سے پیچھا کیا تھا۔ انہوں نے فتح مکہ کے بعد ذاتی مفاد کے پیشِ نظر اسلام قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے اسلام کے عروج میں اپنی ذاتی ترقی کو پا لیا تھا۔ وہ ان سابقوں کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے جو خلافت کی مجلسِ مشاورت میں شریک تھے۔ اور جو حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر متعین تھے۔ ان بزرگ ہستیوں کی پاک اور سادہ زندگیاں بنو اُمیہؓ کی خود غرضیوں اور جاہ طلبیوں کی راہ میں رکاوٹ تھیں۔ انہوں نے نہایت آسانی سے ان بدوی قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا جو رشتہ میں ان سے ملتے تھے۔ ان کی سازش نے حضرت علیؓ کو خلافت سے دُور رکھا۔ سات دِن کی متواتر بحث اور تمحیص کے بعد منتخب کرنے والوں نے حضرت عثمان بن عفان کو خلیفہ مقرر کیا۔ آپ بنو اُمیہؓ میں سے تھے۔ حضرت عثمانؓ اگرچہ پاکباز نیک دل اور دیانتدار تھے۔ لیکن آپ اتنے بوڑھے اور معمر تھے کہ آپ حکومت کے کاروبار کو سنبھال نہیں سکتے تھے۔ آپؓ بہت جلد اپنے خاندان کے اثرات میں آ گئے۔ حکومت کے سارے کام کاج میں آپ کو اپنے سیکرٹری مروان پر انحصار کرنا پڑتا تھا۔ بنو اُمیہؓ میں مروان سب سے زیادہ بے اصول تھا۔ آنحضرت صلعم نے مروان کو ایک دفعہ عہد شکنی کرنے پر مدینہ سے خارج کر دیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے خلیفہ منتخب ہوتے ہی حضرت علیؓ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بنو ہاشم اور بنو اُمیہؓ میں ایک ایسی خاندانی لڑائی کا آغاز ہوا جو سو سال سے زیادہ مدت تک جاری رہی۔ آپؓ کے عہد میں صرف یہی واقعہ ہوا تھا۔ آنحضرت صلعم کی

ذاتِ گرامی نے اکھڑ عربوں کو متحد کر دیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی سختی نے ان عربوں کو منضبط کر دیا تھا۔ اب ان عربوں نے قریش کے غلبہ کے خلاف اُبھرنا شروع کر دیا تھا۔ عرب کے مختلف حصوں میں بغاوت کے بیج بوئے جا رہے تھے۔ اور اپنی رقابت کی آگ جو تقریباً بجھ چکی تھی، پھر سے سُلگنی شروع ہوئی۔ اِس سے اسلام کو شدید نقصان پہنچا۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ کے مقرر کردہ بیشتر عہدیداروں کو معزول کر کے ان کی جگہ اپنے خاندان نے ناتجربہ کار لوگوں کو مقرر کر دیا۔ آپ کے عہدِ حکومت کے ابتدائی چھ سال میں لوگ اگرچہ ان نئے عہدیداروں کی سختیوں تلے دبے ہوئے تھے پھر بھی وہ خاموش رہے۔ عرب کے آس پاس کے صُوبوں میں عربوں کو چونکہ مشترکہ دشمن کا سامنا تھا اِس لئے عربوں کی فوجیں ان علاقوں میں مصروف رہیں۔ اور النہر میں ترکوں کی شورش بلخ کی فتح کا سبب بنی۔ عربوں نے اسی طرح ہرات، کابل اور غزنی کو فتح کیا۔ جنوبی ایران کی بغاوتوں کی وجہ سے کرمان اور سیستان پر قبضہ کر لیا۔ نئے مفتوحہ ملکوں میں حضرت عمرؓ کی حکمتِ عملی اختیار کی جاتی۔ ان ملکوں کے فتح ہوتے ہی ان ملکوں کی ترقی کے لئے تمام ذرائع صرف کر دیئے جاتے۔ نہریں کھُدوائی جاتیں۔ سڑکیں بنوائی جاتیں۔ میوے دار درخت لگوائے جاتے۔ پولیس کی تنظیم کے ذریعہ تجارت کو فروغ دیا جاتا۔ شمال کی طرف سے بازنطینی حملوں کے سبب عرب کو بحیرۂ اسود کے اُس علاقے کی طرف بڑھنا پڑا۔ جسے ایشیائے کوچک کہا جاتا ہے۔ افریقہ میں طرابلس اور برقہ پر قبضہ ہوا۔ بحیرۂ روم میں جزیرہ قبرص پر قبضہ کیا گیا۔ رومیوں نے مصر کو دوبارہ فتح کرنے کے لئے جو جنگی بیڑہ روانہ کیا تھا اُسے اسکندریہ کے قریب تباہ کر دیا گیا۔ جب دُور دراز علاقوں میں اسلام کو اس طرح کامیابی نصیب ہو رہی تھی تو مدینہ میں حضرت علیؓ نے عرب قوم کی ذہنی ترقی کی بنیاد رکھی۔ مدینہ کی مسجد میں حضرت علیؓ

اور عبداللہ ابن عباس رض فلسفہ، منطق، تاریخ اور قانون پر لیکچر دیئے۔ آپ کے علاوہ دوسرے لوگ بھی مختلف علوم پر تقریریں کرتے تھے۔ مدینہ میں اسی ذہنی تحریک کی بنیاد رکھی گئی جس نے آگے چل کر بغداد میں شاندار صورت اختیار کر لی۔ اسی اثناء میں بعض گورنروں کی نا رواسختیوں کی خبریں مدینہ میں پہنچ رہی تھیں۔ آخرکار مختلف وفد اپنی اپنی شکایات لے کر مدینہ پہنچ گئے۔ ان کی تسلی ہو جانے کے بعد وہ واپس چلے گئے۔ راہ میں انہوں نے مروان کا ایک خط دیکھ لیا جس پر خلیفہ کی مہر لگی ہوئی تھی۔ اور جس میں صوبائی گورنروں کو یہ لکھا ہوا تھا کہ وہ اپنے اپنے علاقہ کے وفد کے سردار کو قتل کر دیں۔ اس پر وفد کے ارکان نے مدینہ پہنچ کر حضرت عثمان رض سے مطالبہ کیا کہ وہ مروان کو ارکانِ وفد کے حوالے کر دیں۔ بعض اُمویوں نے بھی اس مطالبہ کی حمایت کی تھی۔ حضرت عثمان رض نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر ارکانِ وفد نے حضرت عثمان رض کو اُن کے گھر میں محصور کر لیا۔ اس مصیبت کی گھڑی میں اُمویوں نے خلیفہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہ شام کی طرف چل دیئے۔ لیکن حضرت علی رض اور ان کے بیٹوں نے حضرت عثمان کی حفاظت کی۔ آخرکار دو محاصرین دیوار پھاند کر اندر داخل ہو گئے۔ اور انہوں نے حضرت عثمان رض کو شہید کر دیا۔ شہادت کے وقت اُن کی عُمر بیاسی سال تھی۔ آپ رض اپنی پاکیزہ سیرت کے سبب بہت مشہور تھے۔ حضرت عثمان رض کی شہادت کے بعد ۲۳ رجون ۶۵۶ء کو حضرت علی رض بغیر کسی مخالفت کے خلیفہ مقرر ہو گئے۔ آپ پچھلے تینوں خلیفوں کے عہد میں خلافت کی مجلسِ مشاورت کے ممتاز رکن تھے۔ حضرت عمر رض کے عہد میں جتنے بڑے بڑے انتظامی کام کئے گئے تھے ان سب میں حضرت علی رض کے مشورے شامل تھے۔ جب حضرت عمر رض بیت المقدس کے سفر پر روانہ ہوئے تھے تو آپ نے مدینہ میں حضرت علی رض کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ خلیفہ منتخب ہوتے ہی آپ رض نے مسجد

نبوی صلعم میں بیعت لی۔

بیعت لینے کے بعد آپؓ نے اُن گورنروں کی معزولی کا حکم صادر کیا جن کے متعلق حضرت عثمانؓ کے عہد میں شکایات موصول ہو چکی تھیں۔ اس حکم سے وہ لوگ ناراض ہو گئے۔ جو اپنے عہدوں سے اپنی ذات کو فائدہ پہنچا رہے تھے۔ بعض گورنروں نے اس حکم کو مان لیا۔ اور بعض نے اس حکم کے خلاف بغاوت کر دی۔ شام کے گورنر معاویہ بن ابوسفیان نے بھی بغاوت کا علم لہرا دیا۔ اسی اثناء میں طلحہؓ اور زبیرؓ عراق میں حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچ گئے۔ جنگِ جمل میں طلحہؓ اور زبیرؓ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ کو پورے احترام کے ساتھ مدینہ پہنچا دیا گیا۔ اب حضرت علیؓ نے شام کی طرف توجہ کی۔ صفین میں لڑائی ہوئی۔ شامی فوج کے پاؤں اُکھڑ چکے تھے۔ عمرو بن العاص کے مشورہ پر شامی فوج نے اپنے نیزوں پر قرآن کے اوراق لٹکاتے ہوئے پناہ کا نعرہ بلند کیا۔ لڑائی بند ہو گئی۔ سارا معاملہ ثالثوں کے سپرد کر دیا گیا۔ حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور والیٔ شام کی طرف سے عمرو بن العاص ثالث مقرر کیے گئے۔ عمرو بن العاص نے بڑی ہوشیاری سے اپنا فیصلہ صادر کروا لیا۔ اب حضرت علیؓ کوفہ کی طرف چل دیئے۔ وہ لوگ جو کل تک ثالث مقرر کیے جانے کے حق میں تھے اب حضرت علیؓ کے خلاف ہو گئے۔ اُنہوں نے بغاوت کر دی۔ اس بغاوت میں شامل ہونے والے خارجی کہلاتے ہیں۔ ۲۷ رجنوری ۶۶۱ء میں جبکہ حضرت علیؓ کوفہ کی مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ شہید کر دیئے گئے۔ آپؓ کی شہادت پر خلافتِ راشدہ کا دور ختم ہوتا ہے۔

باب (۶)

خلافتِ راشدہ پر تبصرہ

مدینہ میں آنحضرت صلعم کی دس سالہ زندگی میں باہمی لڑنے والے قبیلوں اور خاندانوں کو ایک بڑے قد کے ماتحت ایک قوم بنا دیا گیا تھا۔ اس تھوڑی سی مدت کا یہ کام تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ کے لئے حیرت انگیز کارنامہ کی صورت میں ثبت رہے گا۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں جن قبیلوں پر قابو پایا جاچکا تھا انہوں نے اپنی زندگی کی طرف پلٹ جانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد ہم نیل کی طغیانی کا سماں دیکھتے رہے۔ لیکن جہاں کہیں یہ سیلاب گذر جاتا ہے وہ زمین کو شاداب اور سرسبز بنا دیتا ہے۔ عربوں کے اس سیلاب سے جو زیادہ تر ہمسایہ قوموں کی دشمنی کی وجہ سے اُمڈ پڑا تھا۔ ملکوں اور قوموں پر اسی قسم کا اثر کیا۔ خلافتِ راشدہ کے تیس سالہ دَور میں عربوں میں ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہوگئی۔ بڑے بڑے شہروں کو خوبصورت عمارتوں سے آراستہ کیا جارہا تھا۔ تن آسانی پیدا ہورہی تھی۔ وہ نظام جو جزیرہ نما میں رائج تھا۔ اُسے مفتوحہ ممالک میں بھی رائج کیا جارہا تھا۔

ایرانی، ترک اور یونانی جو مسلمان ہو جاتے تھے۔ وہ کسی نہ کسی عرب قبیلے یا خاندان کے اتحادی (موالی) بن جاتے تھے۔ اس طرح یہ موالی اپنی طاقت اور اپنے اقتدار میں اضافہ کر لیتے تھے۔ اگرچہ سب عربوں پر ایک مرکزی دینی تصور غالب تھا۔ لیکن ان کی آمیزش نے کبھی مکمل صورت اختیار نہیں کی تھی۔ اسی لئے ہم

خلافتِ راشدہ کے دَور کے اختتام پر مملکتِ اسلام کو دو جماعتوں میں بٹا ہُوا دیکھتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کے زمانے سے پہلے کے مکہ کی طرح ایک جماعت بنو ہاشم کی طرفدار تھی اور دوسری جماعت بنو ہاشم کے شدید دشمنوں بنو اُمیہ کی حامی تھی۔ عمرو بن العاص کے طرزِ عمل نے اسلام میں ناقابلِ تلافی شگاف پیدا کر دیا تھا۔ جس کا نتیجہ خمیریوں اور مغیریوں کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اسلام میں اس وقت مذہبی فرقہ بندی نہیں ہوئی تھی۔ خوارج بھی صرف بیعت کے مسئلہ میں اختلاف کرتے تھے۔ وہ حضرت عمرؓ کے بعد کسی خلیفہ کے قائل نہیں تھے۔

خلیفہ حکومت کا سب سے بڑا سردار ہوتا تھا۔ اس کی مدد کے لیے ایک مشاورت تھی۔ جس کے ارکان صحابہؓ رسولؐ میں سے تھے۔ اس مجلسِ مشاورت کے اجلاس مسجدِ نبویؐ میں ہُوا کرتے تھے۔ مجلسِ مشاورت کو اکثر مدینہ کے اکابر اور بدوی سرداروں کی اعانت ہوتی تھی۔ کئی ایک صحابیوں کے سپرد حکومت کے بڑے بڑے فرائض تھے۔ مثال کے طور پر حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں حضرت عمرؓ کے سپرد عدل اور زکوٰۃ کی تقسیم تھی۔ حضرت علیؓ کے سپرد مراسلت اور جنگی قیدیوں کی نگہداشت اور ان کے متعلق زرِ فدیہ کے کام تھے۔ ایک دُوسرے صحابی فوجی سامان کی تیاری کے محکمہ کے نگران تھے۔ اسی طرح نظم و نسق کے ہر شعبہ کی کڑی نگرانی کی جاتی تھی۔ لیکن کسی مسئلہ کا مشاورت کے بغیر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

خلافتِ راشدہ کے ۳۰ سالہ دَور میں حکومت میں حضرت عمرؓ کی حکمتِ عملی جاری تھی۔ یہ حکمتِ عملی حضرت عمرؓ کی زندگی کے بعد بھی قائم رہی۔ آپ کی حکمتِ عملی اتحادِ عرب اور عرب قبائل کو ایک قوم میں بدلنا تھا۔ حالات سے مجبور ہو کر آپ نے غیر ملکی فتوحات کیں۔ لیکن آپ کی یہ بہت بڑی خواہش تھی کہ غیر ملکوں

میں مقیم ہو کر عرب اپنی قومیت کو نہ کھو دیں۔ اور نہ وہ دوسرے ملکوں کے باشندوں میں مدغم ہوں۔ اگر حضرت عمرؓ چند سال مزید زندہ رہتے تو آپ عربوں میں یکسانیت پیدا کر دیتے۔ اور اس طرح آپ ان خانہ جنگیوں کا تدارک کر دیتے جنہوں نے بعد میں اسلام کو نقصان پہنچایا۔

آپؓ کی حکمتِ عملی کے بعض پہلو خاص توجہ کے قابل ہیں۔ آپؓ نے سب سے پہلے عرب سے تمام مخالف اور دشمن عناصر کو خارج کر دیا۔ اپنی مملکت کو خالص اسلامی مملکت بنانے کے لئے آپؓ نے اپنی مملکت کو بڑھانے سے گریز کیا۔ آپؓ نے اس دُور اندیشی کے پیشِ نظر جو آنے والے حکمرانوں میں مفقود تھی اپنی مملکت کے استحکام اور اس کی ترقی کا انحصار زرعی طبقوں پر رکھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے آپ نے مفتوحہ ملکوں میں زرعی اراضی کی فروخت ممنوع قرار دے دی۔ صُوبوں کو غیر ملکی عناصر کے اثرات سے بچانے کے لئے آپ نے مفتوحہ ملکوں کی اراضی کی خرید کو عربوں پر حکماً بند کر دیا۔ اس طرح کاشتکاروں اور زمینداروں کے حقوق محفوظ ہو گئے۔ ان قوانین کے بنانے میں غالباً آپ کا یہ منشاء تھا کہ آپ عربی نسل کو غیر عربوں کی آمیزش سے بچایا جائے۔ اس قسم کا منشاء تاریخ کے قدیم اور جدید ادوار میں کوئی نیا نہیں ہے۔ آپ نے عربوں کو جو حقوق دیئے تھے اس کا یہ منشاء ہرگز نہیں تھا کہ رنگ، نسل یا قومیت، اخوت کی راہ میں حائل ہو سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں اسلام کی بہت زیادہ اشاعت ہوئی۔ بہت سے غیر عرب قبیلوں کو عرب قبیلوں میں مدغم کر دیا۔ اس حکمت پر بعد میں ہونے والے تقریباً سارے خلیفوں نے عمل کیا۔ اس طرح شام اور مصر کے بہت سے عیسائی قبائل اور افریقہ کے کئی ایک بربری قبائل عرب قبیلوں کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ اسلام کے بنیادی اصُول ایسی جمہوریت پر مبنی ہیں جس میں

سوشلزم کا ہلکا سا رنگ پایا جاتا ہے۔ امیر اور غریب سب لوگ اللہ کی نظر میں ایک ہیں۔ اور حکمران لوگوں کو بدامنی سے بچانے کے لیئے اللہ کے نائب ہیں۔ مملکت کا مالیہ خلیفہ کی دولت بڑھانے پر صرف نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ وہ عوام کی بہتری پر خرچ کیا جاتا تھا۔ امیروں سے زکوٰۃ اس لئے لی جاتی تھی تاکہ اس سے غریبوں کی مدد کی جائے۔ سخاوت، اور صدقات کو بھی ایک آئینی صورت دی گئی تھی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خلافتِ راشدہ کے ابتدائی ایام میں بیت المال کے لیئے نہ کوئی سپاہ مقرر تھی اور نہ حساب کتاب کے لیئے رجسٹروں کی ضرورت تھی۔ عشر (کسی چیز کا دسواں حصّہ جو بطور محصول لیا جاوے) کو براہِ راست غریبوں میں بانٹ دیا جاتا۔ یا اسے ان فوجوں کی اسلحہ بندی پر صرف کیا جاتا تھا جو مملکت کی حفاظت کے لیئے مقرر تھیں۔ مالِ غنیمت بھی اسی طرح تقسیم کیا جاتا تھا۔ اس تقسیم میں سب کا حصّہ برابر ہوتا تھا۔ جوان، بوڑھے، عورت مرد، غلام اور آزاد سب کے لئے مساوی حصّہ ہوتا تھا۔ آگے چل کر جب یہ تقسیم قابو سے باہر ہو گئی تو پھر ایک مقررہ الاؤنس دیا جانے لگا۔ ایک درجہ وار شرح کے مطابق ساری قوم میں وظائف صرف مسلمانوں کو ہی نہیں ملتے تھے بلکہ بعض ذمیوں کو ان کی وفاداری اور ان کی خدمات کے صلے میں ملتے تھے۔

اراضی کی ملکیت کی مزید تقسیم کو نہ آنحضرت صلعم نے رائج کیا اور نہ اُن کے خلیفہ حضرت عمرؓ نے۔ کیونکہ اس تقسیم سے خاندان آخر کار محتاج ہو جاتے تھے۔ اس قسم کے مواقع کی پیش بندی کے لئے مدنیوں کی اراضی کو وقف کے ذریعہ مزید تقسیم سے بچایا گیا۔ اور اسی مقصد کے پیشِ نظر ملکوں کی پبلک اراضی سپاہیوں میں تقسیم کئے جانے کی نسبت مملکت کی ملکیت بنالی گئی۔ اس کی آمدنی میں سے اخراجات منہا کرنے کے بعد باقی رقم ان لوگوں میں تقسیم کر دی

جاتی تھی جو اس کے حقدار ہوتے تھے۔

بدقسمتی سے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اُن کے پیشرو اعظمؓ کی حکمتِ عملی کی خلاف ورزی کی گئی۔ آپ نے نہ صرف ان قابل اور موزوں گورنروں کو ہٹا دیا جنہیں حضرت عمرؓ نے مقرر کیا تھا بلکہ اقارب کے مطالبات پورے کرنے کے لئے آپ نے نئے سرے سے عہدوں کی تقسیم کی۔ ریاست کی مملکت کو جو پبلک کی ملکیت تھی اسے حضرت عثمانؓ نے اپنے مشیروں کے کہنے پر اپنے قبیلے کے لوگوں میں بانٹ دیا۔ اس طرح امیر معاویہ نے سارے شام اور میسوپوٹیمیا کے تھوڑے حصّہ کی پبلک اراضی پر قبضہ کر لیا تھا۔ اسی طرح سواد کو جسے حضرت عمرؓ نے سٹیٹ کے لئے محفوظ کر رکھا تھا حضرت عثمانؓ نے اپنے قبیلہ کے ایک ایک خاندان کو دے دیا۔ بیت المالؒ جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں ایک پبلک ٹرسٹ تھا۔ اپنے منظورِ نظر لوگوں کے لئے بارہا خالی کیا گیا۔ صوبوں کی دولت سے اُموی مالدار بن گئے۔ اسی دولت نے انہیں سیاسی کشمکش میں امداد دی۔ حضرت عثمانؓ نے ان مراعات کو واپس لے لیا۔ اور ان کی جگہ ایسے قواعد نافذ کئے جو آپ کے پیشرووں سے بالکل مختلف تھے۔ آپؓ نے زمین کی فروخت کی اجازت دیدی۔ آپ نے سب سے پہلے فوجی جاگیریں قائم کیں۔ حضرت علیؓ کا زمانہ نظم و نسق سابقہ نظم کے نتائج کی خانہ جنگیوں کے باعث بے چینی میں گذرا۔ لیکن آپ نے جہاں کہیں آپ کا اختیار تھا بہت سے نئے مقررشدہ گورنروں کو ہٹا کر حضرت عمرؓ کی حکمتِ عملی اختیار کی۔ حضرت علیؓ نے خلافت کے ریکارڈوں کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک محافظ خانہ بنوایا۔ آپ نے حاجب کا عہدہ قائم کیا۔ صاحب بشرطہ کا نیا عہدہ بھی قائم کیا گیا۔ پولیس کی نئے سرے سے تنظیم کی گئی۔ ان کے فرائض منضبط

کیئے گئے۔

فتحِ مکہ اور جزیرہ نمائے عرب کے مطیع ہونے کے بعد آنحضرت صلعم نے تمام بڑے بڑے شہروں اور صوبوں کے لئے گورنر مقرر کئے جنہیں امیر کہا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے بھی اس خطاب کو جاری رکھا۔ حضرت عمرؓ کو اسلام کے سیاسی نظم و نسق کا بانی کہا جا سکتا ہے۔ آپؓ نے مفتوحہ ممالک کو امارت میں تقسیم کیا۔ تاکہ ان کے نائبین کو اس قابل بنایا جا سکے کہ وہ اپنے اپنے زیرِ انصرام ملکوں کے ذرائع کو ان ملکوں کی بہتری کے لئے صرف کریں۔ ھواز اور بحرین کو ملا کر ایک صوبہ بنایا گیا تھا۔ سیستان، مکران اور کرمان کو ملا کر ایک دوسرا صوبہ بنایا گیا۔ طبرستان اور خراسان علیحدہ علیحدہ صوبے رہے۔ جنوبی ایران تین گورنروں کے ماتحت تھا۔ عراق کے دو گورنر مقرر تھے۔ ایک کا صدر مقام کوفہ تھا اور دوسرے کا بصرہ۔ اسی طرح سے شام کے بھی دو گورنر مقرر تھے۔ شمالی اضلاع کے گورنر کا صدر مقام حمص تھا اور جنوبی حصے کے والی کا صدر مقام دمشق تھا۔ فلسطین ایک علیحدہ گورنر کے ماتحت تھا۔ افریقہ میں بھی تین گورنر تھے۔ ایک صوبہ بالائی مصر تھا۔ دوسرا صوبہ مصر خاص تیسرا صوبہ صحرائے لیبیا کے پار کے علاقے پر مشتمل تھا۔ عرب کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ چھوٹے چھوٹے صوبوں کے گورنر والی یا نائب کہلاتے تھے۔ بہت سے مقامات پر گورنر نماز میں امامت کے فرائض سرانجام دیتا اور جمعہ کا خطبہ پڑھتا۔ جو عام طور پر ایک سیاسی منشور ہوتا تھا۔ فلسطین دمشق حمص اور قنسرین کے لئے حضرت عمرؓ نے نماز پڑھانے اور عدل کرنے کے لئے خاص قاضی مقرر کئے تھے۔ مالیہ کے آمد و خرچ کے لئے آپ نے فنانس کا ایک محکمہ قائم کیا جو دیوان کہلاتا تھا۔ ہر صوبے کے مالیہ کے اخراجات کی پہلی مد

اس صوبے کے نظم ونسق پر مشتمل تھی۔ دوسری مد فوجی خدمات کی تھی۔ زائد رقم قوم کی اعانت پر خرچ کی جاتی تھی۔ اس رقم میں مقررہ شرح کے مطابق ساری عرب قوم کے افراد اور ان کے موالی شریک ہوتے تھے۔ مفتوحہ ملکوں کے کسانوں کی حالت کو بہتر بنانے اور ان کی تجارت کو فروغ دینے پر خاص توجہ کی جاتی تھی۔ اس مقصد کے لئے مصر، شام، عراق اور جنوبی ایران کے کھیتوں کی پیمائش کی گئی۔ لگان کو یکساں اصولوں پر قائم کیا گیا تھا۔ اس عظیم الشان سروے کے ریکارڈ سے ایک ایسی فہرست تیار ہو گئی جس نے ملکوں کا رقبہ بیچ پہنچانے کے علاوہ زمین کی خاصیت پیداوار کی ہیئت اور پٹے کی حیثیت وغیرہ کو بھی پیش کر دیا۔ بابل میں نہروں کا ایک جال بچھایا گیا۔ دجلہ اور فرات کی پشتہ بندی کو جسے ایرانی بادشاہوں نے نظر انداز کر دیا تھا از سر نو کرائی گئی۔ اس کام کو خاص افسروں کے سپرد کیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اناج پر محصول کی شرح کو کم کر دیا۔ اور تجارت کو فروغ دیا۔ مصر اور عرب میں براہِ راست آمد و رفت میں آسانیاں پیدا کرنے کے لئے آپ نے اس غیر مستقل نہر کو دوبارہ کھلوایا جو نیل اور بحیرۂ روم کو ملاتی تھی۔ عربوں نے اس نہر کا نام "امیر المومنین کی نہر" رکھا۔ یہ نہر ایک سال سے بھی کم مدت میں تیار کی گئی۔ جب نیل کی کشتیاں ینبوع اور جدہ کی بندرگاہوں پر اناج سے لدی ہوئی آئیں تو مکہ اور مدینہ کی منڈیوں کے بھاؤ گر گئے۔ اس اناج کی مشکل سے قیمت وصول ہو سکی جتنی مصر میں ہو سکتی تھی۔

عدل اور انصاف کے لئے جج مقرر تھے۔ ان ججوں کو خلیفہ مقرر کرتے تھے جو گورنروں سے آزاد تھے۔ اسلام میں حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے ججوں کے لئے تنخواہیں مقرر کیں۔ اور ان کے عہدوں کو انتظامی فرائض کی

مدافعت سے الگ رکھا گیا۔ قاضیوں (ججوں) کے لئے حاکم کا خطاب بدستور قائم رہا۔

عدل اور انصاف کے پیشِ نظر سب برابر تھے۔ خلفاء نے اس برابری کا اس طرح ثبوت دیا کہ انہوں نے آئینی ججوں کے فیصلوں کو اپنی ذات کے متعلق بھی صحیح تسلیم کیا تھا۔ ابتداء میں پبلک ہی پولیس کے فرائض سرانجام دیتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے رات کو پہرہ دینے اور رات کو گشت کرنے والے دستے مقرر کئے۔ باقاعدہ پولیس حضرت علیؓ کے عہد میں مقرر کی گئی۔ آپؓ نے ایک میونسپل گارڈ مقرر کی جسے شُرط کہا جاتا تھا۔ اس کا افسرِ اعلیٰ صاحب الشرط کہلاتا تھا۔ حضرت علیؓ کے مشورے سے حضرت عمرؓ نے سنہ ہجری جاری کیا۔ اور سلطنت کے ہر حصے میں مدرسے اور مسجدیں بنوائیں۔

دولتِ مشترکہ کا مالیہ تین ذرائع سے حاصل کیا جاتا تھا۔ پہلا ذریعہ عُشر اور زکوٰۃ تھا۔ زکوٰۃ ہر صاحب نصاب مسلمان سے اس کے ذرائع کے مطابق ایک مقررہ شرح کے مطابق وصول کی جاتی، یہ رقم مملکت کے تحفظ پر خرچ کی جاتی تھی اس رقم میں سے زکوٰۃ اور عشر جمع کرنے والوں کی تنخواہیں ادا کی جاتی تھیں۔ نادار مسلمانوں کی امداد بھی اسی میں سے کی جاتی تھی۔ دُوسرا ذریعہ وہ محصولِ اراضی تھا جو ذِمیوں (غیر مسلم رعایا) سے خراج دتری اِلّم سوالی کے نام پر وصول کیا جاتا تھا۔ تیسرا ذریعہ جزیہ و محصول فی کس تھا۔ خراج اور جزیہ دونوں محصُول رومی سلطنت میں اسی نام سے موجود تھے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ساسانیوں کے عہد میں ایرانی سلطنت میں جزیہ رائج تھا۔ اِن ٹیکسوں کو مِصر شام۔ عراق اور ایران میں جاری کرنے میں مسلمانوں نے پُرانے دستور پر عمل کیا۔ دونوں ٹیکس نرم اور انصافاً جائز تھے۔ خاص خاص شہر۔ صُوبے

اور قبیلے ان ٹیکسوں سے مستثنیٰ تھے۔ جہاں کہیں ادائیگی ناگزیر تھی وہاں یہ قانون تھا کہ ٹیکس اس اندازے سے لگایا جائے کہ اس سے تکلیف کا کم از کم امکان ہو۔ یہودیوں، عیسائیوں، سامریوں اور موبدوں سے جنہیں اہلِ کتاب کہا گیا ہے، انصاف اور انسانیت کا سلوک کیا جاتا۔ فوج کی تشکیل قبائلی دستوں، مدینہ، طائف اور دوسرے شہروں کے رضاکاروں سے کی گئی تھی۔ انہیں پہلے عشر میں سے تنخواہ ملتی تھی۔ مگر بعد میں انہیں عشر اور محاصل سے تنخواہ ملنے لگی تھی۔ شروع شروع خلیفہ صرف کمانڈر اِن چیف کو مقرر کرتے تھے۔ کمانڈر اِن چیف دوسرے فوجی افسروں کو خود مقرر کرتا تھا۔ چونکہ کمانڈر اِن چیف خلیفہ کا نمائندہ ہوتا تھا۔ اس لیے وہ نماز پڑھاتا تھا۔ جہاں کہیں بہت سی فوجوں کو ملا دیا جاتا تھا وہاں ایک خاص جرنیل کو نماز پڑھانے کی ہدایت کی جاتی تھی۔ اس سے اس کے جنرل انچیف ہونے کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا تھا اپنے نظم ونسق کے دَور کے آخری دِنوں میں حضرت عمرؓ نے چھوٹے چھوٹے افسروں کو بھی خود مقرر کرنا شروع کر دیا تھا۔ میدانِ جنگ میں ضبط توڑنے والے اور بزدلی دکھانے والے خطاکار کو لکڑی کے شکنجہ میں کس دیا جاتا تھا اس کے سر پر سے پگڑی کو اُتار لیا جاتا تھا۔ اس زمانے میں یہ سزائیں اس قدر ذلت آمیز خیال کی جاتی تھیں کہ بہت کارگر ثابت ہوتی تھیں۔ فوج پیادوں سواروں پر مشتمل ہوتی تھی۔ سواروں کو ڈھالوں، تلواروں اور لمبے نیزوں سے مسلح کیا جاتا تھا۔ پیادے ڈھالوں، نیزوں اور تلواروں یا ڈھالوں تیروں اور کمانوں سے مسلح ہوتے تھے۔ پیادوں کے آگے نیزہ بردار ہوتے تھے تاکہ سواروں کا مقابلہ کر سکیں۔ ان کے پیچھے تیر انداز ہوتے تھے۔ سواروں کو عام طور پر میمنہ اور میسرہ پر رکھا جاتا تھا۔ لڑائی کا آغاز چیلنج دینے اور

فرداً فرداً لڑنے سے ہوتا تھا۔ عرب فوجوں کی برتری کا سبب اُن کی حرکت پذیری، ثابت قدمی اور اُن کی قوتِ برداشت تھی۔ ان صفات میں جوش و خروش کے مِل جانے سے عرب فوجیں ناقابلِ شکست ہو گئیں۔ ان فوجوں کے پاس پورا پورا سامان ہوتا تھا۔ لمبے لمبے سفر اُونٹوں پر کئے جاتے تھے۔ شروع میں خیمہ زن فوج اپنے لئے کھجور کے پتوں سے جھونپڑے بناتی تھی۔ لیکن بعد میں حضرت عمرؓ نے ہدایت کر دی تھی کہ مستقل چھاؤنیاں بنائی جائیں۔ اور یہ ابتداء تھی۔ عراق میں بصرہ اور کوفہ، مصر میں فسطاط، افریقہ میں قیروان اور سندھ میں منصور کی چھاؤنیاں قائم کرنے کی۔ دُوسرے مقامات پر مثلاً حمص، غازہ، ادیسہ، اصفہان، اسکندریہ میں فوری حملوں کی روک تھام کے لئے دستے مقرر کئے گئے۔ سوار عام طور پر زرہ بکتر پہنتے۔ ان کے سروں پر خود ہوتے جنہیں عقاب کے پروں سے سجایا جاتا تھا۔ پیدل فوج کے سپاہی گھٹنوں کے نیچے تک ایک تنگ چوغہ پہنتے تھے۔ وہ ایسی شلواریں، بوٹ اور جوتے پہنتے تھے جو آج بھی افغانوں اور پنجابیوں میں رائج ہے۔ وہ میدانِ جنگ کی طرف مارچ کرتے ہوئے آیاتِ قرآنی پڑھتے۔ اور حملہ کرتے وقت اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے۔ طبل اور نقارے بھی استعمال کئے جاتے تھے۔ عام طور پر قبائلی دستوں کے اُن کے کنبے بھی ہوتے تھے۔ چھاؤنیوں میں ان کنبوں کے لئے الگ کوارٹر بنائے جاتے تھے۔ بد اخلاقی بڑی سختی سے ممنوع تھی۔ شراب پینے والے کو اسّی کوڑے لگائے جاتے تھے۔ غیر ملکوں میں لڑنے والے سپاہیوں کو ان کے گھر سے چار ماہ سے زیادہ باہر نہیں رکھا جاتا تھا۔ خلیفہ عمرؓ نے سپاہیوں کی حاضر شماری کو جاری کیا۔ اور سرحدی قلعوں کو

مضبوط کیا۔

ابتدا میں کسی قسم کا فنِ تعمیر نہیں تھا۔ مکّہ میں کعبہ کی طرح کی بہت کم ایسی عمارتیں تھیں جن پر فنِ تعمیر کا اطلاق ہو سکتا تھا۔ دولتمندوں کے مکان پتھروں یا اینٹوں سے بنے ہوتے تھے۔ مدینہ میں زیادہ مکان اینٹوں سے بنے ہوئے تھے۔ مسجد نبوی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی۔ اس کی چھت پر گارے سے لیپ کیا ہوا تھا۔ ایک منزل کے مکان زیادہ ہوتے تھے۔ ہر مکان میں ایک صحن ہوتا تھا جس کے وسط میں ایک کنواں ہوتا تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ کے عہد کے آخری دنوں میں غیر ملکی معماروں کی کثرت سے آمد نے دارالخلافہ کے تعمیری ذوق میں اضافہ کیا۔ مکہ اور مدینہ کے بڑے بڑے لوگوں نے پتھر اور سنگِ مرمر کی عمارتیں بنوائیں۔ حضرت عثمانؓ کے لئے جو محل بنایا گیا وہ وسیع، جمیل اور شاندار تھا۔ مسجد نبوی کو نئے سرے سے اعلیٰ ڈیزائن کے مطابق پتھر اور مرمر سے بنوایا گیا۔ مسعودی کے بیان کے مطابق حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں بعض صحابیوں نے اپنے لئے بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں۔ زُبیر بن عوام کا مکان ۳۵۲ ہجری میں موجود تھا۔ مسعودی نے اس مکان کو خود دیکھا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق زُبیر بن عوام کے مکان کو سوداگر کاروبار کے لئے استعمال کرتے تھے۔ زبیر بن عوام نے کوفہ، فسطاط اور اسکندریہ میں بھی بڑے بڑے مکان بنوائے تھے۔ یہ مکان اپنے باغوں سمیت مسعودی کے زمانہ میں اچھی حالت میں موجود تھے۔ اس قسم کی شان و شوکت کے نشانات کا ذکر کرنے کے بعد یہی مورخ آہ سرد بھرتا ہوا کہتا ہے۔ "یہ سب کچھ کس قدر مختلف تھا! حضرت عمرؓ کے زمانہ کی شاندار سادگی سے۔" مکہ کاروباری شہر تھا۔ مدینہ کے رہنے والوں کی فراغت کا انحصار ان کے کھیتوں اور اُن کی زمینوں پہ تھا۔

ان حالات نے دونوں شہروں کی دیرینہ رقابت کو مزید تیز کر دیا تھا۔ یہ ایتھنز اور اسپارٹا ہی کا پرانا قصہ تھا۔ مکہ کے رہنے والے جوا کھیلتے، شراب پیتے اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اہلِ مدینہ خاص کر اسلامی دور میں شریفانہ اور با اخلاق زندگی گذارتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد اس عیش پسند شہر کے لوگوں نے اسلام کے سخت اخلاقی ضابطے پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ یہ عمل اپنی پوری شدت کے ساتھ پہلے دو خلیفوں کے عہد میں جاری رہا۔ حضرت عثمان رض کے عہدِ خلافت میں بنو امیہ کے عہد میں مکہ کی زندگی کا یہ پہلو دمشق میں مزید اجاگر ہوا۔ مدینہ کے لوگوں نے اپنی زندگیوں کو اور زیادہ سنجیدہ بنا لیا تھا۔ کالجوں کے کمرے پرجوش طلباء سے بھرے رہتے تھے۔ مرد اور عورتیں خلیفہ کا خطبہ سننے کے لئے جمع ہوتی تھیں۔ موسیقی کو اس وقت تک ممنوع قرار نہیں دیا گیا تھا۔ دن بھر کے کام کاج کے بعد موسیقی عوام کے لئے تفریح کا سامان تھی۔ موسیقی میں راگ، بانسری اور ستار شامل تھے۔ شمالی شہر کی عورتیں بہت اچھا گانے والی تھیں۔ نیک اور پاکباز عمر رض شہر کا چکر کاٹتے ہوئے ان کا گانا سننے کے لئے رک جاتے تھے۔

کھاتے پیتے لوگوں کے گھروں میں فرش بچھا ہوتا تھا۔ میز کرسی کا رواج نہیں تھا لیکن فرش کے اوپر کمرے کے اردگرد نمدا بچھا ہوتا تھا۔ اس پر صاحب خانہ اپنے مہمانوں کے ساتھ بیٹھتا تھا۔ انگلستان میں ابنگلو، سکیسنوں اور ابتدائی فارمنوں کے زمانے کی طرح عورتوں کے لئے الگ الگ کمرے تھے۔ نمدوں کے سامنے ایک کپڑا بچھا کر اس پر کھانا چن دیا جاتا تھا۔ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے جاتے تھے۔ یہ رواج ازمنۂ وسطیٰ کے یورپ میں بھی تھا۔ چونکہ اس زمانے میں چھری کانٹے کا رواج نہیں تھا۔

اس لئے یورپ کے حالیہ ایام کی طرح لوگ انگلیوں سے کھانا کھاتے تھے۔ اس امر کو انتہائی درجہ بدتمیزی خیال کیا جاتا تھا کہ طشتری میں تین سے زیادہ انگلیاں ڈالی جائیں۔

شیخ سے نچلے درجہ کے بدوؤں کا لباس اس وقت بھی ایسا تھا جیسا کہ اب ہے۔ ایک لمبا کرتہ جس کی آستینیں کلائیوں تک پڑتی تھیں اور جسے کمر پر ایک چمڑے کی پیٹی سے کسا ہوتا تھا۔ اب تک مردوں اور عورتوں کا یہی لباس چلا آتا تھا۔ کرتے کے اوپر ایک ڈھیلا ڈھالا چوغہ ہوتا تھا۔ لڑائی یا سواری کے دوران کرتے کے ساتھ پاجامہ پہنا جاتا تھا۔ وہ سر پہ ایک لمبا چوڑا رومال لیتے تھے۔ جس پر کشیدہ کاری ہوتی تھی۔ اور جس کے پھندنے گردن پر لٹکتے رہتے۔ اونٹ کی رسی سے اس رومال کو سر پر باندھا جاتا تھا۔ حضریوں میں سے اعلیٰ طبقہ کے لوگوں اور قبائلی شیوخ کا لباس شلوار یا پاجامہ کے اوپر گھٹنوں تک لمبا ایک کرتہ ہوتا تھا۔ اس کے اوپر ٹخنوں تک ایک کسا ہوا چغہ ہوتا تھا۔ کمر کے ارد گرد ریشم یا شال کا ایک پٹکا ہوتا تھا۔ ان سب کے اوپر جبہ یا عبا ہوتی تھی۔ کسی ہوئی قبا جسے عربوں نے بعض اقوال کے مطابق ایرانیوں سے لیا، خلافت کے آخری دنوں سے پہلے رائج نہیں ہوئی۔ قبا دو قسم کی تھی۔ ایک قسم کی قبا مینگلو سکیسن نوابوں کے اس لمبے کوٹ سے ملتی جلتی تھی جس کی آستینیں ڈھیلی ڈھالی ہوتی تھیں۔ موجودہ زمانے کے بعض ایرانی امراء اسے پہنتے ہیں۔ اور وہ اپنے سروں پر پگڑیاں باندھتے تھے جن کی لمبائی کا تعلق عمر۔ پوزیشن اور فضیلت سے ہوتا تھا۔ پگڑی کے اوپر عام طور پر کندھوں تک طیلسان لٹکتا رہتا تھا تاکہ گردن کو دھوپ سے بچایا جا سکے۔ پاؤں میں سینڈل استعمال ہوتے تھے یا بوٹ۔ عورتوں کا لباس ایک ڈھیلی شلوار اور ایک ایسے کرتے

پر مشتمل ہوتا تھا جو گردن پر کھلا رہتا تھا۔ اس کرتے کے اوپر خاص کر سردیوں میں ایک کسی ہوئی جیکٹ پہنی جاتی تھی۔ لیکن عام لباس اس طرح کا ایک لمبا کرتہ ہوتا تھا جیسے اینگلو سکیسن خواتین پہنتی تھیں۔ گھر سے باہر نکلتے وقت سب سے اوپر ایک ڈھیلا لبادہ پہنا جاتا تھا جس سے چہرہ چھپانا اور کپڑوں کو گرد و غبار اور کیچڑ سے بچانا مقصود ہوتا تھا۔ اسلام سے قبل عورتوں کا لباس سینہ پر سے کھلا ہوتا تھا۔ آنحضرت صلعم نے عورتوں کے لئے لبادہ پہننے کا حکم دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم عباسیوں کے آخری دور میں دیکھتے ہیں کہ عورتیں اپنے سارے جسم کو چھپاتی تھیں۔ مصر اور دوسرے مسلم ملکوں کی عورتیں آج بھی اسی طرح مستور دکھائی دیتی ہیں۔

عربوں میں عورتوں کو مکمل آزادی حاصل تھی۔ یہ آزادی اب تک برقرار ہے بہت سے مسلم ملکوں میں عورتوں کی جو علیحدگی پائی جاتی ہے وہ آگے چل کر رائج ہوئی خلافتِ راشدہ کے عہد کے مسلمانوں میں عورتیں آزادی سے اُمورِ عامّہ میں حصّہ لیتی تھیں۔ خلیفوں کے خطبات سُنتی تھیں۔ حضرت علیؓ۔ ابنِ عباسؓ اور دوسرے لوگوں کے خطبات سُننے کے لیے بھی وہ جمع ہو جاتی تھیں۔ بازنطینیوں اور ایران کے ساتھ تعلقات قائم کرنے سے عربوں کی روایتی بہادری میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اسلام سے قبل پرانے یہودیوں کی طرح عرب میں بھی کئی ایک شادیاں کرتے تھے۔ اس کی وجہ قبائلی جنگوں میں مردوں کی کثیر تعداد میں مارا جانا ہوتی تھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو عورتیں بھوکی مر جاتیں۔ آنحضرت صلعم نے بیویوں کی تعداد کی حدبندی کر کے کثرتِ ازدواج کو بلا واسطہ روک کر اسے سوسائیٹی کے تمام طبقوں کے لئے آسان بنایا۔ خلافتِ راشدہ کے عہد میں خانگی زندگی ہر قبیلی نوعیت کی تھی۔ غلاموں کی خرید و فروخت بڑی شدّت سے ممنوع قرار دی جا چکی تھی۔ صرف

جنگی قیدیوں کو اس وقت تک اپنے قبضہ میں رکھا جاتا تھا جب تک کہ یرغمال وصول نہ ہو جائے۔ جنگی قیدیوں اور لونڈیوں کو گھر کے ارکان خیال کیا جاتا تھا۔

باب (۷)

بنو امیہ

کوفہ کے لوگوں نے حضرت علیؓ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسنؓ کو متفقہ طور پر خلیفہ منتخب کیا۔ لیکن متلوّن مزاج لوگوں کی بے اصولی نے جو اس سے پہلے باپ کی امیدوں کو پاش پاش کر چکی تھی اب بیٹے کو دستبرداری پر مجبور کر دیا۔ آپ نے ابھی خلافت کی ذمہ داریوں کو سنبھالا ہی تھا کہ امیر معاویہ نے عراق پر حملہ کر دیا۔ آپ ابھی اپنی قوت کو مجتمع بھی نہیں کر پائے تھے جو آپ کے والد کے انتقال کے بعد پیدا ہو چکا تھا کہ آپ کو لڑنے کے لئے مجبور کر دیا گیا۔ آپ نے اپنے ایک جرنیل قیس کو شامی فوج کو روکنے کے لئے روانہ کیا۔ اور خود مدائن چلے گئے۔ قیس کی شکست اور موت کی جھوٹی افواہ سے مدائن کے سپاہیوں نے بغاوت کر دی۔ باغی سپاہی آپ کے خیمہ میں گھس آئے اور انہوں نے آپؓ کے اثاثہ کو لوٹ لیا۔ باغی سپاہی آپؓ کو گرفتار کر کے معاویہ کے سپرد کرنے کی فکر میں تھے۔ ہر طرف سے مایوس ہونے پر حضرت حسنؓ کوفہ واپس چلے گئے۔ آپؓ نے پورا ارادہ کر لیا تھا کہ آپ خلافت سے دستبردار

ہو جائیں گے۔ اپنے عراقی حامیوں کی بد اعتمادی کے پیشِ نظر آپ نے معاویہ کی طرف سے پیش کردہ تجویزوں پر غور کرنا چاہا۔ گفت و شنید کا یہ نتیجہ نکلا کہ خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد حضرت حسنؓ افرادِ خاندان سمیت مدینہ چلے گئے۔ لیکن آپ وہاں پہنچ کر زیادہ دیر تک وظیفہ حاصل نہ کر سکے۔ کیونکہ آپ کو زہر دے دیا گیا تھا۔

حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد حضرت معاویہ اسلام کے حقیقی حکمران بن گئے۔ بنو اُمیہ کی تخت نشینی سے نہ صرف خاندانی تبدیلی ہوئی بلکہ اس کے ذریعے ایک اُصول کی پسپائی ہوئی۔ اور چند ایسے عناصر پیدا ہو گئے جنہوں نے آگے چل کر جیسا کہ ہم دیکھیں گے سلطنت کی تقدیر اور قوم کی ترقی پر بہت زیادہ اثر کیا۔ ان حالات کو سمجھنے اور تاریخ کی رفتار کو جاننے کے لئے ضروری ہے کہ مختصر طور پر مختلف عرب قبیلوں کے باہمی تعلقات کا ذکر کر دیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے، عرب میں رہنے والے لوگ اپنے آپ کو دو جداگانہ نسلوں سے بتاتے تھے۔ ایک جماعت اپنے آپ کو قحطان کی نسل سے بتاتی تھی اور دوسری جماعت اپنے آپ کو حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل سے بتاتی تھی۔ قحطان کا گھر یمن تھا۔ اور مؤخر الذکر کا مرکز حجاز میں تھا۔ عبد الشمس کا ایک بیٹا حمیر قحطانیوں کا ایک مشہور بادشاہ گزرا ہے۔ چنانچہ آگے چل کر اسی کی نسبت سے قحطان بنو حمیر کہلوانے لگے۔ عرب مورخ اِنہیں ہمیشہ یمنی کہتے رہے ہیں۔ آئندہ صفحات میں اُنہیں کبھی حمیر کہوں گا کبھی یمنی کے نام سے یاد کروں گا۔ وہ قبیلہ جو مراب یا سبا کے آس پاس رہتا تھا بنو ازد کہلاتا تھا۔ دُوسری صدی عیسوی میں اِس قبیلے نے شمال کا رُخ کیا۔ جس کی وجہ سے کئی ایک قبیلوں کو اپنا اپنا مقام

چھوڑنا پڑا۔ اتفاقی طور پر بنو ازد کا ایک حصہ مکہ کے قریب آباد ہو گیا تھا جہاں یہ قبیلہ خوذہ کے نام سے پکارا جانے لگا۔ یہ قبیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اسی مقام پر آباد تھا۔ اسی قبیلہ کی ایک شاخ نے یثرب کا رُخ کیا۔ یہاں ایک زمانہ گذرنے پر یہ قبیلہ بنو اوس اور بنو خزرج میں بٹ گیا۔ ان دونوں قبیلوں کا ہم اس سے پیشتر ذکر کر چکے ہیں۔ اس قبیلہ کے دُوسرے لوگ شام اور عراق میں گھومتے رہے۔ ان میں سے جو شام کی جانب آباد ہوئے بنو غسان کہلائے اور جو عراق کی جانب آباد ہوئے وہ بنو کعب کہلائے۔ اسی قبیلہ کی ایک شاخ ہمدان میں جا بسی۔ اور ایک بڑا گروہ مشرق کی طرف گھوم کر خلیج فارس کے کناروں پر عمان میں آباد ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بنو قحطان کے عربوں کی یہ حالت تھی۔

عرب کے اسمٰعیلی قبائل بعض دفعہ بنو معد کہلاتے ہیں۔ لیکن عام طور پر انہیں بنو مغیر یا صرف مغیری کہا جاتا تھا۔ مغیر معاد کا پوتا تھا۔ میں آئندہ صفحات میں انہیں بنو مغیر کا نام دوں گا۔ اگرچہ عرب کی تاریخ میں یہ عمومی تقسیم چھوٹے چھوٹے قبائلی ناموں مثلاً بنو قریش، بنو قیس، بنو بکر، بنو تغلب اور بنو تمیم میں بدل جاتی ہے۔ قریش جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں مکہ اور اس کے مضافات میں آباد تھے۔ دوسرے قبائل حجاز (مدینہ کے سوا) اور وسطی عرب میں پھیلے ہوئے تھے۔ عربوں کی ان دو نسلوں میں یعنی حمیری اور مغیری میں مدتوں سے دشمنی چلی آتی تھی۔ یہ دشمنی نفرت کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ عناد اور نفرت کے یہ جذبات ہر اس شخص کی سمجھ سے باہر ہوں گے جو انہیں یورپی تاریخ کے نقطۂ نگاہ سے دیکھے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صدیوں پہلے بنو حمیر کی زبان سامی اور دیسی محاورات کی آمیزش سے بنی تھی۔ خالص عربی زبان کو جگہ دے چکی تھی۔ یہ

زبان بنو مغیر کی تھی۔ جس نے دوسری زبانوں سے فوقیت حاصل کر لی تھی۔ معمولی اختلاف کے ساتھ سارے جزیرہ نما کی زبان مشترک تھی۔ ان کی عادات و اطوار ان کے خیالات اور ذوق میں یکسانیت تھی۔ لیکن اس کے باوجود دونوں نسلوں میں واضح اور بیّن اختلافات موجود تھے ہمیں ان اختلافات کے اسباب کو تلاش کرنا چاہیئے۔ اسلام سے صدیوں سے پہلے حمیری، تہذیب کے بلند مدارج تک پہنچ چکے تھے۔ وہ جہاں کہیں بھی آباد تھے ان کی وہاں ایک خاص قسم کی طرزِ حکومت ہوتی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حکومت اگرچہ پرانے طرز کی ہوتی تھی۔ تاہم ان کی شہری زندگی کا زیادہ دار و مدار کھیتی باڑی پر تھا۔ اس کے برعکس مغیری سوائے قریش کے بدوی اور خانہ بدوش تھے۔ ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ سے الگ ہوتا تھا۔ ہر قبیلہ عام انتخابات میں اپنے سردار کو چُنتا تھا۔ اس تقسیم کی وجہ سے حمیری بادشاہوں نے انہیں اپنا مطیع کر لیا تھا۔ باوجود مسلسل اور متواتر لڑائیوں کے وہ پانچویں صدی عیسوی تک بادشاہوں کو خراج دیتے رہے۔ حمیر اور مغیر میں ایک طرف سے غلبہ رکھنے کے لیئے اور دوسری طرف سے آزادی حاصل کرنے کے لیئے ایک کشمکش جاری ہو گئی۔ دونوں میں بغض حسد پیدا ہو گیا۔ اس مخالفت کو ان گویّوں نے زندہ رکھا جو ان ایام کے گیت گاتے تھے جب کہ کذرہ نے تمیم کو لوٹا تھا اور جب بنو قیس نے بنو ازد پر حملہ بولا تھا۔ آنحضرت صلعم کی تعلیمات نے اس قبائلی نفرت اور گویّوں کے اثر و رسوخ کو زائل کر دیا تھا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھوڑی مدت کے لیئے اور اس دُنیا میں رہ جاتے تو آپؐ کی تعلیمات اور پاکیزہ ہستی ایک دوسرے سے نفرت کرنے والے قبائل کو ایک ہم آہنگ قوم میں بدل دیتی۔ عربوں کے خُون میں صدیوں سے قبائلی عصبیّت چلی آتی تھی۔ اس عصبیّت کو ختم

کرنے کے لئے آنحضرت صلعم کی حیات مبارک کے مدنی ایام تھوڑے تھے۔ مدینہ میں یہ عصبیت مکمل طور پر ختم ہو چکی تھی۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں جو فتوحات ہوئیں ان کے سبب مختلف عرب قبائل دُنیا کے مختلف گوشوں میں جا بسے۔ مغیرہ بصرہ میں آباد ہوئے اور بنو حمیر زیادہ تر کوفہ میں جا بسے۔ فلسطین اور صُوبہ دمشق میں مغیر کی اکثریت تھی۔ شمالی عرب کی طرح شام کے شمالی حصّہ میں حمیر کا غلبہ تھا۔ مشرقی صوبوں میں مصر اور افریقہ کی طرح دونوں قبیلے برابر برابر آباد ہوئے یہ قبیلے جہاں کہیں گئے وہ اپنے ساتھ پُرانی قبائلی نفرت کو لے گئے۔ حضرت عمرؓ اعظم کے عہد میں اس قبائلی عصبیّت کو بڑی سختی سے دبائے رکھا تھا۔ اس دَور میں عرب جس مقصد کی تکمیل میں مصروف تھے اس کے پیش نظر اس عصبیّت کے احیاء کی بہت کم گنجائش تھی۔ اگر حضرت عمرؓ کے بعد حضرت علیؓ کو پُرامن طریق پر آپ کے جانشین ہونے کا موقعہ ملتا تو اس امر کا امکان تھا کہ دونوں قبیلے ایک قوم میں مدغم ہو جاتے۔ لیکن حضرت عثمانؓ کے عہد میں بنو اُمیہ نے اپنے مفاد کے لئے عصبیت کی اس بُجھتی ہوئی آگ کو دوبارہ ہوا دی۔ یہاں تک کہ اس نے ایسے شعلوں کی صورت اختیار کر لی جنہوں نے سپین، سسلی، افریقہ، خراسان اور کابل میں یکساں طور پر آگ لگادی یہ نفرت اس کے پھیلانے والوں کے لئے تباہ کُن ثابت ہوئی۔ اس نے عرب قوم پر دور رس نتائج چھوڑے۔ اس نفاق کا اثر ان رومی اطالوی اقوام پر بھی ہوا جن کا عربوں سے واسطہ پڑا۔ اس نااتفاقی نے عربوں کی فتوحات کے سلسلے کو عین اس وقت روک دیا جب کہ یورپ اُن کے قدموں پر تھا۔ اسی نااتفاقی کی بدولت عربوں نے اپنی سلطنت کا ایک وسیع حصّہ کھو دیا۔

حضرت معاویہ زیادہ تر بنو مغیر کی حمایت کے طلبگار تھے۔ لیکن وہ اتنے بڑے مدبّر تھے کہ انہوں نے دونوں قبیلوں میں توازن قائم رکھا۔ اور ایک قبیلے کو دوسرے قبیلے کی حق تلفی کرنے سے روکے رکھا۔ آپ کے جانشینوں کے عہدِ حکومت میں جو پارٹی بھی برسرِ اقتدار آتی وہ اپنی رقیب پارٹی پر ہر طرح سے مظالم توڑتی۔ لیکن بنو اُمیہ نے اپنے سردار کی اطاعت سے کبھی انحراف نہ کیا۔ نیز شام کے تنخواہ دار سپاہیوں پر معاویہ اور ان کے خاندان کی قوت کا ہمیشہ انحصار رہا۔ زیادہ غور اور فکر کرنے والے لوگ سیاسی معاملات سے کنارہ کش ہو گئے۔ وہ ادبی سرگرمیوں، اسلامی فقہ اور دینی فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے۔ اسی عہد میں اسلامی فقہ کے اصولوں کی بنیاد رکھی گئی۔ وہ حکومت اور سلطنت کے نظم و نسق میں حصّہ لینے کی جگہ اشاعتِ اسلام میں مصروف ہو گئے۔ جس جماعت نے حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کی تھی وہ وسطِ ایشیا کے دشوار گذار اور دُوسرے دُور افتادہ علاقوں میں چلی گئی تھی۔ ان علاقوں میں اُنہوں نے اپنے عقائد کی اشاعت کی۔ ان کی سرگرمیوں نے اُنہیں حکومتِ دمشق کا شدید دُشمن بنا دیا تھا۔ انہوں نے امیر معاویہ کے خلاف بغاوت کی اور کلدہ پر حملہ کیا۔ عراق کو خطرہ پیدا ہوا۔ وہ شکست کھا کر اپنے صحرائی اور دوسرے دُور اُفتادہ مرکزوں کی طرف بھاگ نکلے۔

حضرت معاویہ نے دمشق کے تخت پر بیٹھنے کے بعد اپنی توجہ افریقہ کی طرف مبذول کی۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ عربوں کے نزدیک افریقہ سے مراد مصر سے پرے شمالی افریقہ کے علاقے ہوتے تھے۔ یہ وسیع خطہ تین حصّوں میں منقسم تھا۔ مغرب الاقصیٰ جو اوقیانوس کے کناروں سے صحراء کے جنوبی جانب تک پھیلا ہوا تھا۔ مغرب الادنیٰ میں وہ علاقہ شامل تھا جو موجودہ

الجیریا کی مشرقی سرحدوں سے شروع ہو کر مصر کی سرحد پر ختم ہوتا تھا۔ صحرائے لیبیا کے مغرب اور سوڈان کے شمال میں واقع شمالی افریقہ میں سامی نسل کے لوگ آباد تھے۔ کہ وہ عربوں کی دو بڑی شاخوں کی نسل میں سے ہیں۔ وہ جفاکش اور بہادر تھے۔ ان میں آبادی کا جذبہ اتنا ہی تھا جتنا عربوں میں۔ اس صوبے پر عربوں نے پہلا حملہ حضرت عمرؓ کے عہد میں کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں عرب فوجیں برقہ تک پہنچ گئی تھیں۔ عربوں نے بازنطینی کے گورنر گری گوریس کو کارتھیج کے قریب ایک مشہور لڑائی میں شکست دی تھی۔ رومیوں نے عربوں کو خراج دینے کا اقرار کر لیا۔ اس پر عربوں نے زوالہ اور برقہ میں چند دستے متعین کر دیئے۔ اور باقی فوج پیچھے ہٹائی۔ جن علاقوں کو عرب فوجوں نے خالی کیا تھا اس پر رومی گورنروں نے دوبارہ قبضہ کر لیا۔ لیکن انہوں نے مفتوحہ علاقوں کے باشندوں کے ساتھ اتنا شدید اور ناروا سلوک کیا کہ تھوڑی مدت کے بعد خود ان علاقوں کے باشندوں نے عربوں کو دعوت دی کہ وہ انہیں بازنطینی غلامی سے نجات دلائیں۔ حضرت معاویہ نے ان کی اس دعوت کو منظور کر لیا۔ اور مشہور و معروف عقبہ بن نافع ایک فوج لیکر افریقہ میں داخل ہوا۔ ہر قسم کی مزاحمت پر قابو پالیا گیا۔ سارا علاقہ عربوں کا مطیع ہو گیا۔

۵۰ھ میں عقبہ نے قیروان کی مشہور چھاؤنی آباد کی۔ یہ چھاؤنی تونس کے جنوب میں تھی۔ اس چھاؤنی کا مقصد یہ تھا کہ قابو سے باہر بربریوں پر قابو پایا جائے۔ اور رومیوں کے سمندری حملوں کی روک تھام کی جائے۔ اس جنگل کو جس میں اس وقت تک جنگلی جانور اور حشرات آباد تھے ہموار کر دیا گیا اور اس قلعہ پر وہ خوبصورت شہر بسایا گیا جس کے آثار اب تک پائے جاتے ہیں۔

اس وقت مغرب (موجودہ مراکو) پر رومیوں کا قبضہ تھا۔ بربریوں کی مدد سے رومی افریقہ پر حملہ بول دیتے تھے۔ ۵۵ سنہ ہجری میں عقبہ نے مغرب کی طرف اقدام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس سے پہلے شہروں نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا۔ رومی اور یونانی عقبہ کی فوج کے بازوؤں پر حملے کرتے اور منتشر عرب سپاہیوں کو قتل کر دیتے۔ انہوں نے عقبہ بن نافع کی راہ کو مسدود کرنے کی ہر امکانی کوشش کی۔ لیکن عقبہ انہیں چیرتا ہوا بحر اوقیانوس کے ساحلوں پر جا پہنچا۔ پانی کے اس وسیع پھیلاؤ کو دیکھ کر وہ مایوس ہوا۔ کیونکہ پانی نے ان کی فتوحات کو روک دیا تھا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو سمندر کی لہروں میں ڈال دیا۔ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر اس نے کہا اے خدائے بزرگ و برتر! اگر یہ سمندر راستے میں حائل نہ ہوتا تو میں تیرے نام کی عظمت پھیلانے اور تیرے دشمنوں کو ختم کرنے کے لئے اس سے بھی دور دراز ملکوں کی طرف بڑھے چلے جاتا۔

عقبہ کی شاندار یلغار اور رومیوں اور بربریوں کی شکستوں کی وجہ سے اس علاقے میں کئی سال تک امن قائم رہا۔ عقبہ ماسوا ایک تھوڑی سی مدت کے جبکہ دمشق جانا پڑا، اپنی موت یعنی ۵۶ سنہ ہجری تک افریقہ کا گورنر رہا۔ اس سال بربریوں کے غول پہاڑوں اور اطلس کی وادی سے نکل کر ان مٹھی بھر عربوں پر ٹوٹ پڑے۔ جو قیروان میں مقیم تھے۔ کسی قوم یا نسل نے اتنی بہادری کا ثبوت نہیں دیا جتنا کہ عربوں نے شمالی افریقہ کی جنگجو قوموں سے لڑتے وقت دیا۔ چھوٹی سی فوج کے ساتھ عربوں نے ایک وسیع علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ جہاں کے رہنے والے ان کی طرح امن پسند نہیں تھے بلکہ وہ لڑائیوں اور جنگوں کے عادی تھے۔ بربریوں نے راجدھانی کا محاصرہ کر لیا۔ عقبہ محصور حالت میں

مرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے اپنی تلوار کی نیام توڑ دی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ یا جیت جائے گا یا مر جائے گا۔ عقبہ محاصرین کی فوج میں کود پڑا۔ اور لڑتا لڑتا مارا گیا۔ عقبہ کے ساتھ اس کے بہت سے سپاہی کام آئے۔ چند سپاہیوں نے مصر کی راہ لی۔ قیروان پر بربریوں کا قبضہ ہو گیا۔ ایسا دکھائی پڑتا تھا کہ افریقہ اور مغرب میں عربوں کا غلبہ ختم ہو چکا ہے۔

جب عقبہ مغرب میں مصروف تھا، مہلب نے سندھ اور دریائے سندھ کی زیریں وادی کو فتح کیا۔ اسی زمانہ میں مشرقی افغانستان کو مطیع کیا گیا رومیوں نے مسلمانوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اُٹھانے کے لئے سرحدوں پر کئی مرتبہ حملے کئے تھے۔ رومیوں کو کئی بار لڑائیوں میں شکستیں ہوئیں۔ عرب فوجوں نے کیپا دو شیہ میں جاڑا بسر کیا۔ عربوں کے بیڑے نے رومی بیڑے کو بھگا دیا۔ یونان کے ٹاپو منڈل کے بہت سے ٹاپوؤں پر عربوں نے قبضہ کر لیا۔

بصرہ کے گورنر مغیرہ کے ایما پر حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنانا چاہا۔ ایسا کرنا اس معاہدہ کی خلاف ورزی تھا جو حضرت حسن رضؓ کے ساتھ کیا جا چکا تھا۔ حضرت معاویہ کی تجویز کی عراق اور خراسان کے گورنر زیاد نے تائید کی۔ عراقیوں کے عمائد اور سرداروں سے یزید کے حق میں بیعت لی گئی۔ عراقیوں کے بعد شامیوں نے ایسا ہی کیا۔

۵۱ھ ہجری میں حضرت معاویہ مدینہ اور مکہ گئے۔ تاکہ اہل حجاز کو یزید کی بیعت پر آمادہ کریں۔ حسین بن علی رضؓ۔ عبداللہ بن عمر رضؓ۔ عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضؓ اور عبداللہ بن زبیر رضؓ نے کسی شرط پر بھی یزید کے حق میں بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کی مثال سے حجازیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اپریل ۶۸۰ء میں حضرت

معاویہ اس دُنیا سے چل بسے۔ ایک وقائع نگار کے الفاظ میں آپ نے سب سے پہلے منبر پر بیٹھ کر تقریر کرنی شروع کی۔ آپ ہی نے سب سے پہلے اپنی ذاتی حفاظت کے لئے گارڈ مقرر کئے۔ آپ لوگوں کے ساتھ بے تکلفی سے باتیں کرتے تھے۔ مسعودی حضرت معاویہ کی روزانہ زندگی کا نقشہ اس طرح پیش کرتا ہے۔ فجر کی نماز کے بعد آپ حاکمِ شہر کی رپورٹ سُنتے۔ اس کے بعد مشیر اُمورِ سلطنت کے متعلق آپ سے مشورہ کرتے۔ ناشتہ کے دوران میں آپ صُوبائی مراسلت سُنتے۔ آپ کا ایک سیکرٹری ان خطوط کو پڑھ کر سُنایا کرتا۔ ظہر کی نماز کے بعد آپ مسجد میں ہر اُس شخص کی شکایت سُنتے جو اپنی شکایت کو آپ تک پہنچانا چاہتا۔ محل میں واپس ہو کر آپ امیروں کبیروں سے ملاقات کرتے اس ملاقات کے اختتام پر آپ دوپہر کا کھانا کھاتے۔ عصر کی نماز کے بعد آپ وزیروں کے ساتھ پھر مجلسِ مشاورت کرتے۔ شام کا کھانا آپ اپنے وزیروں کے ساتھ کھاتے۔ اس کے بعد وزیروں سے پھر مشاورت ہوتی۔ دن ختم ہو جاتا۔ حضرت معاویہ کا عہدِ حکومت داخلی لحاظ سے فارغ البال اور پُرامن اور خارجی لحاظ سے کامیاب تھا۔

حضرت معاویہ کے عہدِ حکومت کے آغاز میں کان ستانز دوم اپنے بھائی تھیوڈوسی کو قتل کرنے کے بعد رومی سلطنت کا شہنشاہ بنا۔ اس کے بیٹے کان ستان تائین چہارم نے اسے نکال کر تخت پر قبضہ کر لیا۔ وہ پوگوناتوس کے نام سے مشہور ہے۔ سیزروں کے اس جانشین نے اپنے بھائیوں کے ناک کاٹ کر اور کلیسیا کے ناموروں کو موت کے گھاٹ اُتار کر رومی تاریخ میں نام پیدا کیا۔

حضرت معاویہ کی موت پر اپنے باپ کی وصیت کے مطابق یزید تخت پر بیٹھا۔ یزید کی تخت نشینی سے اسلام کے اس جمہوری اصول کو کہ امیر المومنین رائے

عامہ سے منتخب ہو ایک کاری ضرب لگی۔ عرب اس جمہوری اصُول کے اس قدر شیدائی تھے کہ انہوں نے اس اصول کی خاطر آنحضرت صلعم کے خاندان کے افراد کے حقوق تک نظر انداز کر دیئے تھے۔ ازاں بعد ہر حکمران اپنا جانشین نامزد کرتا رہا۔ اور اپنی زندگی میں ہی اپنی فوج اور اپنے امیروں کبیروں سے اپنے جانشین کے حق میں بیعت لیتا رہا۔ امام حسین بصری کے الفاظ میں "دو اشخاص نے مسلمانوں کے معاملات کو اُلجھن میں ڈال دیا۔ عمرو بن العاص نے جبکہ اس نے حضرت معاویہ کو یہ مشورہ دیا کہ اس کے سپاہی اپنے نیزوں پر قرآن اُٹھائیں۔ اور مغیرہ نے جبکہ اس نے معاویہ کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے یزید کے حق میں بیعت لیں۔" اگر ایسا نہ ہوتا تو قیامت تک کونسل آف الیکشن باقی رہتی۔ معاویہ کے جانشینوں نے بھی اپنے بیٹوں کے حق میں بیعت لینی شروع کر دی۔

جب کوفہ کے مسلمانوں نے حضرت حسین ابن علیؓ سے درخواست کی کہ وہ اُنہیں اُمویوں سے نجات دلائیں۔ تو آپؓ اس کے لئے تیار ہو گئے۔ عبداللہ بن زُبیرؓ کے علاوہ حسین ابن علیؓ کے تمام دوستوں نے مشورہ دیا کہ آپ کوفیوں کی باتوں پر اعتماد نہ کریں۔ کیونکہ وہ عراقیوں کی سرشت سے اچھی طرح واقف تھے کوفہ کے لوگ گاہے آگ کی مانند گرم ہو جاتے ہیں اور گاہے برف کی طرح سرد اس پر عراق نے آپ کو یقین دلایا تھا کہ جس کے پیش نظر آپ کوفہ جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ آپ نے صحرائے عرب کو بغیر کسی مزاحمت کے عبور کر لیا۔ آپ کے ساتھ آپ کے کئی رشتہ دار، دو جوان بیٹے اور تھوڑے سے ساتھی تھے۔ ان کے علاوہ عورتوں اور بچوں کی بھی ایک خاصی تعداد تھی۔ جب آپ عراق کی سرحدوں پر پہنچے تو آپ کو اس کوفی فوج کا کوئی نشان نہ ملا جس نے وہاں

پہنچنے کا وعدہ کیا تھا۔ آپ کو شبہ ہوا کہ آپ کے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرات کے مغربی کنارے پر کربلا کے مقام میں خیمے لگادیئے۔ آپ کا شبہ بجا تھا۔ آپ نے اپنے آپ کو عبیداللہ بن زیاد کی فوج کے گھیرے میں پایا۔ کئی دنوں تک آپ کے خیموں کا محاصرہ جاری رہا۔ چونکہ اس فوج میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ ابنِ علیؓ کی فوج کا سامنا کرتی۔ اس لئے اس نے اس چھوٹے سے قافلے پر فرات کا پانی بند کر دیا۔ آپ نے اموی فوج کے سردار کے سامنے باعزت سمجھوتے کے لئے تین شرطیں پیش کیں :-

(۱) آپ کو مدینہ واپس جانے دیا جائے۔

(۲) آپ کو اس سرحدی فوج میں بھیج دیا جائے جو ترکوں کی روک تھام کے لئے متعین کی گئی ہے۔

(۳) آپ کو سلامتی کے ساتھ یزید تک پہنچا دیا جائے۔

لیکن اُموی سرداروں نے ان میں سے ایک شرط بھی نہ مانی۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ان میں سے جس کا جی چاہے موقع پاکر واپس چلا جائے۔ لیکن آپ کے ساتھیوں میں سے ایک نے بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اُموی فوج کا ایک سردار اپنے تیس سپاہیوں کے ساتھ آپ کی صفوں میں شریک ہوگیا دست بدست اور دوبدو لڑائیوں میں فاطمیوں کے مقابلے پر کوئی نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ لیکن دشمن کے تیر اندازوں کی کثرت مدافعین کی جماعت کو ایک ایک کرکے ختم کر رہی تھی۔ صرف حسین ابن علیؓ باقی تھے۔ زخم خوردہ حالت میں آپ دریا کی طرف بڑھے لیکن تیروں نے آپ کا راستہ روک لیا۔ اپنے خیمے میں داخل ہوکر آپ نے اپنے ننھے بچے کو اُٹھایا۔ دشمنوں نے اُسے اپنے تیروں کا نشانہ بنایا۔ آپ کے بچے اور بھتیجوں نے آپ کے ہاتھوں میں دم دیا۔ جب آپ

میں اپنے بے رحم دشمنوں کے مقابلے کی سکت نہ رہی تو آپ اکیلے اور تھکے ماندے اپنے خیمہ کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ خیمے کے اندر سے ایک خاتون نے آپ کو پانی کا پیالہ پیش کیا۔ پیالہ اُٹھا، لبوں تک مشکل سے ہی پہنچا ہوگا کہ آپ کے رُخسار پر ایک تیر لگا۔ آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور زندوں اور مُردوں کے لئے دُعا کی۔ آپ ایک مرتبہ دشمن کی صفوں میں داخل ہو گئے۔ دُشمن نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ خون کی کمی کے سبب آپ زمین پر گر پڑے۔ قاتل آپ کی طرف بڑھے۔ قاتلوں نے آپ کے سر کو تن سے جُدا کر دیا۔ آپ کے جسم کو روندا گیا۔ اِن قاتلوں نے آپ کے جسم کی بے حُرمتی میں کوئی کسر نہ چھوڑی آپ کے سر کو کُوفہ میں لے جایا گیا۔ جب بے رحم عبید اللہ نے آپ کے لبوں پر چھڑی ماری تو ایک بوڑھا مسلمان پکار اُٹھا "افسوس! میں نے ان ہونٹوں پر اللہ کے رسُولؐ کے ہونٹوں کو دیکھا ہے"۔ اِن حالات میں اس رنج وغم کے اظہار کی آسانی سے سمجھ آ سکتی ہے جو ہر سال امام حسین کی شہادت کے موقعہ پر کیا جاتا ہے —!!

اِن حالات میں اپنے عہد کی ایک بلند ترین ہستی کا خاتمہ ہوا۔ اس ہستی کے ساتھ آپ کے خاندان کے تمام ذکور (بچے اور جوان) بھی ختم ہو گئے۔ آپ کا صرف ایک بچہ آپ کی بہن زینبؓ نے اس قتلِ عام سے بچا لیا تھا۔ اس بچے کا نام بھی علی تھا۔ آگے چل کر آپ زین العابدین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ جب اس بچے کو عُبید اللہ کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ اس بچہ کی زندگی ختم کرنے کے درپے ہو گیا۔ لیکن حضرت زینبؓ کی اس بچہ سے وابستگی دیکھ کر وہ خائف ہو گیا۔ اس طرح اپنے ارادے سے باز رہا۔ امام حسینؓ کے خیمہ کی خواتین اِس بچہ سمیت دمشق بھیج دی گئیں۔ اس مغموم کارواں کی حفاظت کے لئے جو فوجی

دستہ مقرر تھا وہ اپنے نیزوں پر شہیدوں کے سر اُٹھائے تھا۔ دمشق پہنچ کر رسُولِ خدا کی نواسیوں نے جو پھٹے پُرانے کپڑوں میں ملبوس تھیں یزید کے محل کے نیچے بیٹھ کر عرب عورتوں کے مخصوص انداز میں نوحہ خوانی کی۔ یزید ان دردناک چیخوں سے کانپ اُٹھا۔ اور اُسے اپنی راجدھانی میں رسُولِ خدا کے خاندان کے حق میں بغاوت ہو جانے کا اندیشہ ہوُا۔ چنانچہ اُس نے جلدی سے انہیں ان کے گھروں کو لَوٹا دیا۔

کربلا کے سفاکانہ حادثہ نے اسلامی دُنیا میں دہشت پھیلا دی۔ اسی حادثہ نے ایران میں ایک ایسی قومی تحریک کی صورت اختیار کر لی جس نے بعد میں عباسائیوں کو اس قابل بنا دیا کہ وہ اُمویوں کا تختہ اُلٹ سکیں۔ مدینہ میں یہ احساس اس قدر شدید ہو گیا کہ یزید کو بہت جلدی وہاں ایک حاکم بھیجنا پڑا تاکہ عوام کے جذبات کو ٹھنڈا کیا جا سکے۔ اس حاکم کے مشورے سے مدینہ کے بڑے بڑے لوگوں نے دمشق میں ایک وفد بھیجا تاکہ حضرت حُسین رضؓ کے خاندان کے لئے کوئی امداد طلب کرے۔ اس وفد کو یزید کے طرزِ عمل نے بددل کر دیا۔ اپنی کوششوں میں ناکامی دیکھنے کے بعد اہلِ مدینہ نے جوش میں آکر یزید کی برطرفی کا اعلان کرتے ہوئے اس کے حاکم کو شہر سے نکال دیا۔ خبر پاتے ہی یزید نے جوش میں آکر مسلم بن عقبہ کی کمان میں مدینہ کو ایک فوج بھیج دی۔ اس فوج میں شامی اور اُموی خاندان کے حامی شامل تھے۔ حرّہ کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ اہلِ مدینہ نے اس لڑائی میں بڑی بہادری دکھائی لیکن آخرکار اُنہیں شکست ہوئی۔ اس لڑائی میں مدینہ کے بڑے بڑے لوگ اور کئی مشہور صحابی کام آئے۔ وہ شہر جس نے رسولِ خدا کو پناہ دی اور جسے رسُولِ خدا کے وجُودِ مبارک نے مقدّس بنا دیا تھا اب شامی سپاہیوں کی لُوٹ

کھسوٹ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اہلِ مدینہ پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے گئے۔ مسجدِ نبویؐ کو اصطبل میں تبدیل کر دیا گیا۔ اور مقدس مزاروں سے سامانِ آرائش اُتار لیا گیا۔ اسلام نے اپنی فتوحات کے وقت اُمویوں سے جو اچھا سلوک کیا تھا اس کا صلہ اُمویوں نے یوں دیا کہ مدینہ کے بہترین افراد کو قتل کر دیا گیا۔ جو بھاگ سکتے تھے بھاگ نکلے۔ جو باقی بچے اُنھوں نے یزید کی اطاعت کر لی۔ اس حادثہ سے علی ابن حسینؓ اور عباس کے پوتے علی بچ نکلے۔ مدینہ کے کالجوں، ہسپتالوں اور دوسری پبلک عمارتوں کو مسمار کر دیا گیا۔ عرب تباہی کی لپیٹ میں تھا۔ آگے چل کر علی ابنِ حسینؓ کے پوتے حضرت جعفر صادق نے مدینہ میں علم و حکمت کی شمع روشن کی۔ اُس وقت کا مدینہ لق و دق صحراء میں ایک نخلستان کی مانند تھا۔ مدینہ کو اپنی گذشتہ خوشحالی کبھی نصیب نہ ہو سکی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُمویوں کے عہد میں مدینہ ماضی کا ایک شہر بن چکا تھا۔ کیونکہ جب عباسیوں کے دُوسرے خلیفہ منصور نے مدینہ کی سیاحت کی تو اُسے قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں کے مکانوں اور مزاروں کا پتہ بتانے کے لئے ایک رہبر کی ضرورت پڑی۔

مدینہ سے انتقام لینے کے بعد شامی فوج نے مکہ کا رُخ کیا۔ جہاں عبداللہ بن زُبیر نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ شامیوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ لڑائی کے دَوران میں خانہ کعبہ اور دوسری مقدس عمارتوں کو شدید نقصان پہنچا۔ یزید کی بر وقت موت نے شامیوں کو مجبور کر دیا تھا کہ مکہ کا محاصرہ اُٹھا کر دمشق کا رُخ کریں۔ یزید کے بعد اس کا نرم دل بیٹا معاویہ اس کا جانشین ہوا۔ معاویہ کو اپنے خاندان کے جرائم سے بڑی نفرت تھی۔ چند مہینوں کی حکومت کے بعد وہ تخلیہ میں چلا گیا۔ وہ تھوڑی دیر بعد چل بسا۔

کہا جاتا ہے کہ اُسے زہر دیا گیا تھا۔ یزید کی موت کے بعد فوراً عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو حجاز، عراق اور خراسان نے تسلیم کر لیا۔ اگر اس وقت عبداللہ بن زبیرؓ مکّہ سے نکل کر شام پر حملہ کر دیتے تو اُمویوں کی حکومت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی۔ لیکن آپ مکّہ میں مقیم رہے ۔

باب (۸)

مَروان

معاویہ دوم کی وفات پر اس کا بھائی خالد اس کا جانشین ہو سکتا تھا۔ چونکہ وہ بہت کم عمر تھا اس لئے اُمویوں نے اُسے اپنا حکمران تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اُنہوں نے کسی بزرگ کو جانشین بنائے جانے کا مطالبہ کیا۔ اس مرحلہ پر اُمویوں کی حالت بڑی نازک تھی۔ بنو اُمیہ کا سب سے بزرگ رکن مروآن، عبداللہ بن زُبیر کے ہاتھ پر بیعت پر آمادہ ہو جاتا۔ لیکن حد سے زیادہ محتاط ابنِ زُبیر، عرب مصر، عراق اور خراسان پر قانع ہو کر شام کی طرف نہ بڑھے۔ اس اثناء میں عبداللہ بن زیاد نے اپنے آپ کو بصرہ میں خلیفہ بنانے کے لئے تگ و دَو شروع کر دی۔ جب اسے اس میں ناکامی ہوئی تو مروان کے پاس بھاگ گیا۔ اس نے مروان کو سلطنت حاصل کرنے کی ترغیب دی۔ مروان کے پاس بہت مشکل کام تھا۔ اُمویوں کے دلوں میں اس کے متعلق شُبہ پیدا ہو چکا تھا۔ اُمویوں کی نا اتفاقی کے علاوہ قبائلی رقابت بھی شام میں اپنا سر نکال چکی تھی مروآن نے آہستہ آہستہ اپنے مخالفوں کو اپنی طرف مائل کر لیا۔ مسعودی کے الفاظ

میں مروان پہلا حکمران تھا جس نے اپنی تلوار کے زور سے تخت حاصل کیا تھا۔ اب مروان، عبداللہ بن زبیر کے سب سے بڑے حامی ضحاک کی طرف فوج لے کر بڑھا۔ دمشق سے چند میل مشرق میں مرج راحت کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ جس میں مروان جیت گیا۔ اب شام پر مروان کا قبضہ ہو چکا تھا۔ تھوڑی مدّت بعد مصر بھی اس کے قبضہ میں آگیا۔ اب اس نے خالد اور عمرو سے عہد شکنی کرتے ہوئے اپنے بیٹوں عبدالمالک اور عبدالعزیز کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ مرج راحت کی لڑائی کے بعد حمیریوں میں قبائلی رقابت بہت تیز ہو گئی۔ حمیریوں نے اب کامیاب ہو جانے کے بعد اپنے رقیب قبیلے پر سختیاں شروع کر دیں۔ یہ صورتِ حالات مروان اور اس کے جانشین عبدالمالک کے عہد میں باقی رہی۔

اسی زمانہ میں عراقیوں نے امام حسینؓ کا انتقام لینے کے لئے بغاوت کر دی۔ رات کے وقت انہوں نے امام حسینؓ کے روضہ پر رو رو کر دعائیں مانگیں۔ اور صبح وہ شامیوں کے خلاف لڑنے کے لئے نکلے۔ مروان نے انہیں شکست دی۔ بہت سے عراقی شکست کھانے کے بعد مختار کے پاس کوفہ چلے گئے۔

یزید کی بیوہ کے ہاتھوں مروان کی موت نے سازش اور تشدّد کی زندگی کو ختم کر دیا۔ مروان نے اُس کے ساتھ اس لئے شادی کی تھی کہ وہ اس سے خالد کے ساتھیوں کی ہمدردی حاصل کر سکے گا۔ ایک دن مروان نے خالد کی بہت زیادہ بے عزّتی کی۔ اسی رات غصّے میں آئی ہوئی ماں نے مروان کا خاتمہ کر دیا ؞

باب (۹)

عبدالملک

مروان کی موت کے بعد عبدالملک کو اُمویوں کی اکثریت نے اپنا حکمران تسلیم کر لیا۔ عبدالملک نے اپنی پوزیشن مضبوط کرنے کے لئے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کو صرف کیا۔ اسی اثناء میں مختار نے اپنے آپ کو عراق میں مستحکم کرنے کے بعد امام حسینؓ کے قاتلوں سے انتقام لینا شروع کر دیا۔ عبدالملک نے مختار کا مقابلہ کرنے کے لئے عبداللہ بن زیاد کو بھیجا۔ عبداللہ بن زیاد لڑائی میں مارا گیا۔ مختار کے ساتھ شامیوں کی طویل لڑائی میں کام آیا۔ اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا۔

عبدالملک نے چند سالوں میں شام کو دُشمنوں سے صاف کر دیا۔ عمرو بن سعد نے بغاوت کی کوشش کی تھی۔ عبدالملک نے اُسے اپنے محل میں بُلوا کر اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ شام میں اپنے آپ کو مضبوط کرنے کے بعد عبدالملک نے عراق اور کلدہ کی طرف توجہ کی جہاں عبداللہ بن زُبیر کے نام پر مصعب حکومت کرتا تھا۔ عبدالملک کوفہ کی طرف روانہ ہُوا۔ بہت جلد اُس نے عراق پر قبضہ کر لیا۔ مصعب کو شکست دینے کے بعد عبدالملک نے عبداللہ بن زُبیر کے خلاف فوج بھیجی۔ حجاج بن یوسف کی کمان میں ایک بہت بڑی فوج حجاز کی طرف روانہ ہوئی۔ اس فوج نے بڑی آسانی سے مدینہ پر قبضہ کر لیا۔ مکّہ کا پھر محاصرہ کر لیا گیا۔ توپوں سے پتھّر کے گولے شہر میں برسائے گئے۔ لیکن عبداللہ

بن زُبیر کی طرف سے شامیوں کا مقابلہ جاری رہا۔ محاصرے کی وجہ سے شہر میں کھانے پینے کی چیزوں کی کمی ہو جانے کی وجہ سے لوگوں نے شہر خالی کرنا شروع کر دیا۔ اب مکہ میں عبداللہ بن زُبیر نے اپنی والدہ سے مشورہ کیا کہ آیا وہ لڑائی جاری رکھیں یا ہتھیار ڈال دیں۔ اس پر عرب خاتون نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اگر وہ خود کو حق پر سمجھتا ہے تو لڑائی جاری رکھے۔ اگر نہیں تو ہتھیار ڈال دے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن زُبیر تلوار لے کر نکلے۔ اور آخری دم تک لڑتے رہے۔ عبداللہ بن زُبیر کی نعش کو ایک سُولی پر لٹکا دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن زُبیر اور اُن کے مشہور ساتھیوں کے سروں کو مدینہ میں نمائش کرنے کے بعد اُنہیں دمشق بھیج دیا گیا۔ اب عبدالملک اسلامی سلطنت کے واحد مالک تھے۔ جنوبی ایران میں حضرت عبداللہ بن زُبیر کے گورنر مصعب نے بھی عبدالملک کی اطاعت قبول کر لی۔ خراسان کے حاکم نے عبدالملک کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ عبدالملک اور حضرت عبداللہ بن زُبیر کی لڑائیوں کے زمانہ میں خارجیوں نے جنوبی ایران اور کلدہ میں بڑی طاقت حاصل کر لی تھی۔ اُن کی تعداد اگرچہ بہت تھوڑی تھی۔ لیکن اس پر بھی انہوں نے عبدالملک کی بڑی بڑی فوجوں کو شکستیں دیں۔ چونکہ خارجیوں نے نظامِ حکومت کے مسئلہ پر بہت سی پارٹیاں پیدا کر دی تھیں اس لیئے وہ زیادہ دیر تک عبدالملک کی فوجوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ ان خارجیوں کے زور کو مہلب نے توڑ دیا۔

مسلمانوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اُٹھانے کے لئے رومیوں نے مسلمانوں کے بعض علاقوں میں حملے بول دیئے۔ عبدالملک نے قدم قدم پر شکست دے کر انہیں پیچھے دھکیل دیا۔ اور بازنطینی شہنشاہ کے بہت سے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ کابل کے گرد و نواح کے علاقے بھی فتح کیئے گئے۔ اِسی طرح شمالی

افریقہ کے بہت سے باغی علاقوں کو دوبارہ فتح کیا گیا۔

شمالی افریقہ کی فتح عربوں کا بہت شاندار کارنامہ ہے۔ ۶۹۳ء میں عبدالملک نے بربریوں کا ملک فتح کرنے کے لئے ایک فوج بھیجی۔ اس فوج کی کمان عقبہ کے لائق نائب زُبیر کے ہاتھ میں تھی۔ زبیر اپنے افسر کی موت کے بعد برقہ میں دشمنوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ زُبیر کو پہلے حملے میں بہت زیادہ کامیابی ہوئی۔ اُس نے باغیوں اور رومیوں کی متحدہ فوج کو شکست دی۔ اب زُبیر نے تھوڑی سی فوج اپنے پاس رکھ کر باقی فوج کو مزید فتوحات کے لئے روانہ کر دیا۔ ایک شدید لڑائی میں عربوں کا جرنیل مارا گیا۔ ایک مرتبہ بربر پھر مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا۔ لیکن عبدالملک کی ذہانت یہاں بھی کام آئی۔ عبدالملک نے حسن بن نعمان کی کمان میں تیسری فوج بھیجی۔ اس فوج نے مخالفوں کو ہر مقام پر شکست دی۔ عربوں نے قیروان پر قبضہ کر لیا۔ کارتھیج کو فتح کیا گیا۔ رومیوں اور بربریوں کو شکست دی گئی۔ بچی کھچی رومی فوج ملک سے بھاگ نکلی۔ ایک مرتبہ پھر برقہ سے اوقیانوس کے ساحلوں تک سارا علاقہ عربوں کے قبضہ میں آگیا۔ اس اثناء میں بربری اور اطلس کے حبشی قبائل ایک عورت کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ عرب مورخ اس عورت کو کاہنہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ کاہنہ کی بربری فوجوں نے عرب فوج کو گھیر لیا۔ اب عربوں کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح برقہ پہنچ جائے۔ پانچ سال تک یہ کاہنہ شمالی افریقہ کی ملکہ بنی رہی۔ آخر کار عبدالملک نے حسن بن نعمان کی مدد کے لئے ایک فوج بھیجی۔ جس طرح کشتی دریا کے سینے کو چیرتی ہوئی چلی جاتی ہے اسی طرح عبدالملک کی فوج بربریوں کی فوج کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ کاہنہ نے عربوں کو فتوحات کے حصول سے محروم کرنے کے لئے شہروں اور بستیوں کو جلانا شروع کر دیا۔ محلات کو سطح زمین کے ساتھ ہموار کر دیا گیا۔

اموال املاک کو خاکستر کر دیا گیا۔ شہر اور دیہات ویران کر دیئے گئے۔ باغوں کو اُجاڑ دیا گیا۔ ایک خوشحال ملک ویرانے میں بدل گیا۔ کاہنہ کی پالیسی کام نہ آئی۔ ملکی آبادی نے حسن بن نعمان کا خیر مقدم کیا۔ کوہِ اطلس کے دامن میں کاہنہ اور عربوں میں لڑائی ہوئی۔ جس میں کاہنہ ماری گئی۔ بربریوں نے تھک کر عربوں سے صلح کی درخواست کی۔ جسے عربوں نے اس شرط پر مان لیا کہ وہ پچیس ہزار سواریوں کی بھرتی دیں۔ اب بربریوں میں اسلام بڑی تیزی سے پھیلنے لگا۔ اسی اثناء میں بہت سے خارجی شمالی افریقہ پہنچ گئے۔ آگے چل کر ان خارجیوں کی وجہ سے شمالی افریقہ میں گاہے گاہے بغاوتیں ہوتی رہیں۔

حجاز کا سابق گورنر حجاج، عراق، سیستان، کرمان، کابل اور ماوراء النہر کے لئے عبد الملک کا نائب تھا۔ مغربی عرب کا ہاشم بن اسمٰعیل گورنر تھا۔ مصر کا گورنر عبد الملک کا بھائی عبد العزیز تھا۔ حجاج بن یوسف کے تشدد کی وجہ سے بہت سے علاقوں میں بغاوتیں ہوئیں۔ ایک بغاوت تو اتنی شدید تھی کہ قریب تھا کہ عبد الملک سب کچھ کھو بیٹھتا۔ جس زمانہ میں حجاج بن یوسف حجاز کا حاکم تھا اُس نے مدینہ اور مکہ کے لوگوں پر بڑی سختیاں کی تھیں۔ عراق کی گورنری کے زمانہ میں اس نے ایک لاکھ پچاس ہزار لوگوں کو قتل کیا تھا۔ اس کی موت کے وقت پچاس ہزار مرد اور عورتیں جیلوں میں بند تھیں۔ خراسان میں حجاج کے نائب حاکم مہلب نے سنہ ۷۰۳ء میں وفات پائی۔ ایک عرب شاعر کے الفاظ میں سخاوت اور دوستی اس کے ساتھ ہی مر گئی۔ مہلب کے بعد اس کا بیٹا یزید اس کا جانشین ہوا۔ تھوڑی مدت کے لئے حجاج نے اُس کے ساتھ بہتر سلوک کیا۔

عبد الملک نے ۶۲ سال کی عمر میں سنہ ۷۰۵ء میں وفات پائی۔ اس کو شعر

وشاعری سے بہت لگاؤ تھا۔ اس نے اپنے خاندان کے مفاد کی حفاظت کیلئے بارہا خون بہایا۔ عبدالملک سب سے پہلا مسلمان حکمران ہے جس نے اپنی ٹکسال جاری کی۔ اس وقت تک سرکاری دفاتر کے رجسٹر اور ریکارڈ یونانی یا فارسی میں رکھے جاتے تھے۔ عبدالملک کے حکم سے اب وہ عربی زبان میں رکھے جانے لگے۔ اپنی موت سے تھوڑی مدت پہلے اس نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو ترغیب دی کہ وہ اس کے بیٹے ولید کے حق میں دستبردار ہو جائے۔ لیکن عبدالعزیز نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ اس کے فوراً بعد عبدالعزیز وفات پا گیا۔ اور ولید نہایت آسانی سے اپنے باپ کا جانشین بن گیا۔

باب (۱۰)

ولیدؒ اوّل

ولید کے تخت نشین ہوتے ہی حجاج نے جو ابھی تک مشرقی صوبوں کا وائسرائے تھا، مہلب کے بیٹے اور جانشین یزید کو خراسان کی گورنری سے الگ کر دیا۔ حجاج نے اس کی جگہ قتیبہ کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ دریائے جیحوں کے شمال میں وسط ایشیا میں سعدیوں کی قوم نے مسلمانوں سے صلح وصفائی کا وعدہ کر رکھا تھا انہوں نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ وہ مسلمان آبادکاروں کو کسی قسم کا گزند نہیں پہنچائیں گے۔ انہوں نے اس بات پر بھی رضامندی کا اظہار کر دیا تھا کہ اُن کے شہروں میں مسلمان عامل (ریذیڈنٹ) رہ سکیں گے۔ یہ عامل مسلمانوں کے مفاد کے نگران

ہوں گے۔ یزید کی برطرفی کے بعد انہوں نے اپنی آزادی کے لئے جدوجہد شروع کردی۔ اُنہوں نے ایک دم عربوں کے خلاف بغاوت کردی۔ انہوں نے اپنے شہروں سے مسلمان عالموں کو نکال دیا اور مسلم آبادی کو قتل کردیا۔ اس سال کی متواتر لڑائیوں کے بعد قتیبہ نے ان پر قابو پالیا۔ اور کاشغر تک وسط ایشیا کے علاقے پر قبضہ کرلیا۔

اسی زمانہ میں محمد بن قاسم حاکم مکران نے ہندوستان پر چڑھائی کرکے سندھ ملتان اور پنجاب کے ایک حصہ پر قبضہ کرلیا۔ ولید کے سارے عہدِ حکومت میں ولید کا بھائی سلیمہ ایشیائے کوچک کی مسلم افواج کا کیپٹن جنرل تھا۔ اس کی مدد کے لئے ولید کے بیٹے عباس کی فوج موجود رہتی تھی۔ ان دونوں کی متحدہ فوجوں نے ایشیائے کوچک کے بہت سے شہروں کو فتح کیا۔ اس زمانہ میں ایشیائے کوچک کے ایک وسیع حصہ پر عربوں کا قبضہ ہوچکا تھا۔

۸۷ھ ہجری میں ولید نے اپنے چچیرے بھائی عمر بن عبدالعزیز کو حجاز کا گورنر مقرر کیا۔ مدینہ پہنچتے ہی عمر بن عبدالعزیز نے ایک مجلسِ مشاورت قائم کی۔ آپ اس مجلسِ مشاورت کی مرضی کے بغیر کوئی حکم نافذ نہ کرتے۔ آپ نے اسلام کے مقدس شہروں کو دوبارہ بارونق بنانے کے لئے بڑی کوشش کی آپ نے مدینہ اور مکہ میں بہت سی پبلک عمارتیں بنوائیں۔ آپ نے نئے تالاب بنوائے۔ آپ نے مدینہ کو حجاز کے بڑے بڑے شہروں سے سڑکوں کے ذریعے ملادیا۔ آپ کے عہد میں حجاز کے تمام طبقوں کو فائدہ پہنچا۔ عمر بن عبدالعزیز کی نرم اور فراخدل حکومت کے سبب عراق کے شہروں سے بہت سے لوگ ہجرت کرکے حجاز آباد ہوگئے۔ حجاج اس پر بہت برہم ہوا۔ چنانچہ اس نے ولید سے شکایت کی۔ عبدالملک کی طرح ولید اوّل پر بھی حجاج کا بہت زیادہ

اثر تھا۔ حجاج کی سازش آخر کار کامیاب ہوئی۔ اور سنہ ۹۲ ہجری میں عمر بن عبدالعزیز کو حجاز کی گورنری سے برطرف کر دیا گیا۔ آپ کے جانشین نے ان تمام مہاجرین کو عراق بھیج دیا جو عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں حجاز میں متوطن ہو گئے تھے۔

اسی زمانہ میں حجاج نے یزید بن مہلب کو اس کے بھائیوں سمیت جیل میں بند کر کے اُن کے ساتھ سخت بدسلوکی کی۔ حجاج کے ستائے ہوئے لوگوں نے اُن کے فرار میں مدد دی۔ اور وہ بھاگ کر ولید کے بھائی اور جانشین سلیمان کے ہاں پناہ گزین ہوئے۔

اب ہم مغرب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ کاہنہ کی موت کے بعد شمالی افریقہ پر حسن کا عہدِ حکومت نسبتاً پُر امن رہا۔ سنہ ۸۹ ہجری میں موسیٰ بن نصیر کو شمالی افریقہ کا وائسرائے مقرر کیا گیا۔ موسیٰ بن نصیر کا باپ حضرت معاویہ کے عہد میں پولیس کا چیف آفیسر تھا۔ لیکن اُس نے جنگِ صفین میں حضرت علیؓ کے خلاف لڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ شمالی افریقہ کے سابق گورنر حسن کی واپسی کے بعد بربری پھر بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن اس مرتبہ انہوں نے شمالی افریقہ کے نئے وائسرائے کی قوت اور توانائی کا غلط اندازہ لگایا۔ موسیٰ بن نصیر نے کئی معرکوں میں بربریوں کو شکستیں دیں۔ اس نے سازش کرنے والے یونانیوں کو ملک بدر کر دیا۔ موسیٰ نے بربری سرداروں کے ساتھ نرم برتاؤ کر کے انہیں اپنی طرف مائل کر لیا۔

بربریوں کو اسلام کی تعلیم دینے کے لئے مُعلّم مقرر کئے گئے۔ چنانچہ بہت تھوڑی مدّت میں ساری بربری قوم نے اسلام قبول کر لیا۔ عربوں کی بستیوں پر چونکہ بازنطینی بحیرۂ روم کے جزیروں پر حملے کرتے رہتے تھے اس لئے موسیٰ بن نصیر نے مجورکا۔ مائی نورکا۔ اور ادیکا کے جزیروں کو فتح کر کے انہیں

اسلامی سلطنت میں شامل کرلیا۔ مسلم راج میں ان جزیروں نے خوب ترقی کی۔ عربوں نے ان جزیروں میں خوبصورت عمارتیں بنوائیں۔ اور ان میں کئی ایک صنعتوں کو جاری کیا۔ اب موسیٰ بن نصیر اور حجاج کی بنا یتی مملکت تقریباً برابر تھی۔ اس مملکت میں بحیرۂ روم کے کئی ایک جزیرے شامل تھے۔ صرف قیوطہ پر ہسپانیہ کے گوتھک بادشاہ کی طرف سے کاؤنٹ جولین حکمران تھا۔ ہسپانیہ کا بادشاہ رومی شہنشاہ کا باجگذار تھا۔

جس زمانہ میں شمالی افریقہ میں بردباری اور خوشحالی کا دور دورہ تھا اس کا ہمسایہ جزیرہ نما ہسپانیہ گوتھک بادشاہوں کے تشدد تلے دبا ہوا تھا۔ ان بادشاہوں کے عہدِ حکومت میں ہسپانیہ کی حالت بدتر تھی۔ جس طرح رومیوں کے زمانہ میں امیر طبقوں سے ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا اسی طرح گوتھک بادشاہوں کے عہد میں ہسپانیہ کی حکومت کا سارا مالی بوجھ نچلے طبقوں پر تھا۔ ان طبقوں کی حالت بہت خراب تھی۔ بڑے بڑے ٹیکسوں نے صنعتی فروغ کو فنا کر رکھا تھا۔ ہسپانیہ میں نہ صنعت تھی اور نہ تجارت۔ ملک بڑے بڑے جاگیرداروں میں منقسم تھا۔ یہ جاگیردار بڑے بڑے محلوں میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ کھیتی باڑی کا کام غلاموں یا غلام کاشتکاروں کے سپرد تھا۔ ان غلاموں اور غلام کاشتکاروں کے لئے جیتے جی کوئی سکھ نہ ملا تھا۔ وہ کسی چیز کو اپنا نہیں کہتے تھے۔ ان کے پاس کچھ نہیں ہوتا تھا۔ وہ اپنے آقا کی مرضی کے بغیر شادی نہیں کر سکتے تھے۔ اگر دو جاگیرداروں کے غلام خاندان آپس میں شادی کر لیتے تو ان کی اولاد دونوں جاگیرداروں کے درمیان برابر بٹ جاتی۔ یہ غلام اخلاقی اور مادی ذلتوں کا شکار تھے۔

ہسپانیہ کے یہودی ہسپانیہ کے بادشاہوں، جاگیرداروں اور پادریوں

کے ہاتھوں بڑی سختیاں جھیل چکے تھے۔ انہوں نے تنگ آکر بغاوت کی جس کے ناکام ہونے کے بعد یہودیوں کا قتلِ عام کیا گیا۔ جو بچ گئے ان کا مال و اسباب ضبط کر کے انہیں غلام بنا لیا گیا۔ بچوں کو زبردستی عیسائی بنایا گیا۔ یہودیوں کو آپس میں بیاہ کی اجازت نہ تھی۔ یہودی غلام کے لئے ضروری ہو گیا کہ وہ عیسائی غلام لڑکی سے بیاہا جائے۔ ہسپانیہ کے طول و عرض میں جن پادریوں کو اقتدار حاصل تھا انہوں نے یہودیوں کی یہ گت بنائی تھی کہ تباہ حال شہری۔ برباد شدہ غلام اور مظلوم یہودی سب کے سب کسی آنے والی گھڑی کے انتظار میں تھے۔ اِسی انتظار میں اُنہیں غیر متوقع مقام سے مدد مل گئی۔ گوتھک کے مظلوم ابنائے کے اُس پار امن و امان کو پاکر وہاں بھاگ جاتے۔ بہت سے ہسپانویوں نے اپنے پادریوں کے مظالم سے تنگ آکر مسلم افریقہ میں پناہ لی۔ جس زمانہ میں شمالی افریقہ پر موسیٰ بن نصیر حکمران تھے اسی زمانہ میں ہسپانیہ کے تخت پر روڈریک قابض تھا۔ روڈریک نے ہسپانیہ کے سابق حکمران کو قتل کر کے تخت حاصل کیا تھا۔ ہسپانیہ کے پناہ گزینوں نے عربوں سے درخواست کی کہ وہ ہسپانیہ پر حملہ کر کے وہاں کی آبادی کو دکھ درد سے نجات دلائیں۔ قیوطہ کا حکمران جولیئن بھی درخواست کرنے والوں میں شامل تھا۔ ولید کی منظوری حاصل کرنے کے بعد موسیٰ نے ان کی درخواست منظور کر لی۔ اور طریف بن مالک کو ایک فوج سمیت جنوبی ہسپانیہ کے ساحل کا جائزہ لینے کے لئے بھیجا۔ طریف کی رپورٹ ہسپانیہ پر عربوں کے حملے کے حق میں تھی۔ چنانچہ ۳۰ اپریل ۷۱۱ء میں طارق بن زیاد سات ہزار سپاہیوں سمیت اس مقام پر اُترا جو آپ کے نام سے مشہور ہے۔ اس چٹان کی اچھی طرح سے قلعہ بندی کرنے اور اُسے ایک مضبوط فوجی ٹھکانا بنانے کے بعد اُس نے جزیرہ نمائے ہسپانیہ پر حملہ کر دیا۔

جس گوتھک فوج نے اُس کا مقابلہ کرنا چاہا اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے۔ اب طارق بن زیاد طلیطلہ کی طرف بڑھا۔ اسی اثناء میں طارق کی فوج بارہ ہزار سپاہیوں پر مشتمل ہوگئی۔ ہسپانیہ کا بادشاہ شمالی علاقوں میں ایک بغاوت فرو کرنے میں مصروف تھا۔ جونہی اس نے حملے کی اطلاع پائی، وُہ اپنی راجدھانی کی طرف چل دیا۔ اُس نے تمام جاگیرداروں کو حکم دے دیا کہ وُہ سب اپنے اپنے دستوں سمیت قرطبہ جائیں۔ شاہی فوج کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ جاگیرداروں کے دستوں کو ملا کر شاہِ ہسپانیہ کے پاس ایک لاکھ سپاہی ہو گئے۔ دونوں فوجوں میں شدونہ کے جنوب میں مقابلہ ہوُا۔

ہسپانیہ کے سابق بادشاہوں کے بیٹوں نے روڈریک کا ساتھ چھوڑ دیا۔ لیکن اس کے باوجود روڈریک کے پاس بہت بڑی فوج تھی۔ یہ فوج پُوری طرح سے مسلح اور تربیت یافتہ تھی۔ اس فوج نے شرُوع میں عربوں کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ لیکن یہ فوج طارق بن زیاد کے حملے کی تاب نہ لا سکی گوتھک فوج منتشر ہوگئی۔ ہسپانیہ کا بادشاہ بھاگتا ہُوا دریا میں ڈوب گیا۔ عربوں کی اس فتح کا نتیجہ بہت شاندار نکلا۔ ہسپانویوں میں عربوں کے مقابلہ کا حوصلہ نہ رہا۔ سدونیہ اور کارمونا نے اپنے دروازے عربوں پر کھول دیئے۔ اشمیبا میں روڈریک کی بچی کھچی فوج نے عربوں کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔

اب طارق بن زیاد نے اپنی فوج کو چار حصّوں میں منقسم کیا۔ اور اپنے ایک نائب کو قرطبہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ دوسرے حصّہ نے ملاغہ کا رُخ کیا۔ تیسرا حِصّہ غرناطہ کی طرف بڑھا۔ قرطبہ پر عربوں کا آسانی سے قبضہ ہو گیا۔ ہسپانیہ کے امیروں نے یا تو اطاعت قبول کر لی اور یا پھر ایک جگہ سے

دوسری جگہ بھاگتے پھرے۔ بڑے بڑے پادریوں نے روم کی راہ لی۔ عوام یہودیوں اور غلاموں نے مسلمانوں کو اپنا نجات دہندہ سمجھ کر ان کا خیر مقدم کیا۔ طارق بن زیاد کے پہنچنے پر طلیطلہ چھوڑ کر خود واسطوعہ تک ہسپانوی فوج کا پیچھا کیا۔ اسی اثناء میں اسّی سال کا بوڑھا جرنیل اٹھارہ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ ہسپانیہ کے ساحل پر اُتر پڑا۔ اس کی فوج میں یمنی عربوں کے اعلیٰ خاندان کے لوگوں کے علاوہ صحابہ کرام کے ورثاء بھی شریک تھے۔ موسیٰ بن نصیر نے نہایت آسانی سے سی اوائل اور فریلا پر قبضہ کر لیا۔ طلیطلہ میں طارق اپنی فوج سمیت موسیٰ کے ساتھ شامل ہو گیا۔ متحدہ فوج ارغون کی طرف بڑھی۔ چند سال بعد عربوں نے پرتگال پر قبضہ کر لیا۔ عربوں نے الغرب کے نام سے ایک نیا صُوبہ بنا دیا۔ صرف استواری اس کے پہاڑوں پر ہسپانیہ کے عیسائی، مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

طارق بن زیاد کو گلیشیا کی مُہم سر کرنے کے بعد موسیٰ بن نصیر فرانس میں داخل ہو گیا۔ اس نے فرانس کے اُس حصّہ کو نہایت آسانی سے فتح کر لیا جو گوتھک سلطنت میں شامل تھا۔ پائیری نیز کی بلندیوں پر کھڑے ہو کر اس بہادر سپاہی نے سارے یورپ کے فتح کرنے کی سکیم بنائی۔ اگر اُسے اس سکیم پر عمل کرنے کی اجازت مل جاتی تو اُسے اپنے عزائم میں پُوری پُوری کامیابی ہو جاتی۔ یورپ اس کے قدموں پر تھا۔ یورپی قوموں میں اس وقت اتحاد مفقود تھا۔ اس وقت یورپ میں کوئی ایسا سردار موجود نہیں تھا جو عیسائیوں کی فوج کو عربوں کے مقابلے پر کھڑا کر سکتا۔ دربارِ دمشق کی محتاط اور متذبذب پالیسی کی بدولت یہ موقعہ ہاتھ سے نکل گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آنے والی آٹھ صدیوں تک یورپ جہالت میں نپٹا رہا۔ جب موسیٰ بن نصیر اٹلی میں داخل ہونے کے لئے فرانس میں

آگے بڑھ رہا تھا تو ولید نے اپنے حکم سے اس کی پیش قدمی روک دی۔ اب موسیٰ نے ہسپانیہ کے کوہستانی علاقوں کی تسخیر پر توجہ کی۔ وہ گلیشیا میں داخل ہو گیا۔ اس نے کئی قلعوں کو سر کیا۔ اُس نے دشمنوں کو استواری اس کے پہاڑوں کی طرف دھکیل دیا۔ موسیٰ بن نصیر پیلاؤ سے لڑ رہا تھا کہ دمشق سے ایلچی وہاں پہنچا۔ اس ایلچی کے پاس موسیٰ اور طارق کی واپسی کے احکام تھے۔ ان دونوں کی واپسی اسلام کے لئے ناقابلِ تلافی نقصان تھا۔ ہسپانویوں کے گوریلا لیڈر پیلاؤ نے اپنی طاقت کو اس قدر منظم کر لیا جس کی بدولت اُس نے آگے چل کر جنوبی ہسپانیہ کی مسلم ریاستوں میں تباہی مچا دی۔ اپنے دو جرنیلوں سے محروم عرب فوج نے پیلاؤ کے ساتھیوں کو منظم ہونے دیا۔ ہسپانیہ چھوڑنے سے پہلے موسیٰ بن نصیر نے حکومت کا پورا پورا انتظام کر دیا۔ اُس نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو نئے صوبے کا وائسرائے بنایا۔ اِس صوبے کا صدر مقام سی وائل تھا۔ اس نے اپنے بیٹے عبداللہ کو شمالی افریقہ کا حاکم بنا دیا۔ عبدالملک کو مراکو اور چوتھے بیٹے صالح کو ساحلی علاقہ کا حاکم بنا کر موسیٰ بن نصیر دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ اس کی فوج کے کافی سپاہی تھے۔

ہسپانیہ میں عربوں کے داخلہ سے ہسپانیہ کی تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہوا۔ اس فتح نے ہسپانیہ میں ایک نہایت اہم مجلسی انقلاب پیدا کیا۔ مخصوص طبقات کے مراعات ختم ہو گئے۔ صنعت و حرفت کا نیا دور شروع ہوا۔ واجبی ٹیکس لگائے گئے۔ عدل و انصاف کی راہیں کھولی گئیں صرف ان امیروں اور پادریوں کی جائدادیں ضبط کی گئیں جو ملک سے بھاگ گئے تھے یا جنہوں نے گوتھک فوجوں کا ساتھ دیا۔ ملک کے طول و

عرض میں رواداری کا دَور دَورہ قائم ہوگیا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو مکمل مذہبی آزادی دی گئی۔ نظم ونسق کے لئے ہسپانیہ کو چار صُوبوں میں تقسیم کیا گیا۔ ازاں بعد پائی ری نیز کے پادری نیز کے پار علاقہ کا ایک نیا صُوبہ بنایا گیا۔ عربوں اور بربریوں نے شہریوں میں رہائش اختیار کرنے کو ترجیح دی۔ اس سے وہ عیسائیوں کے حملوں کی روک تھام کے لئے تو متحد ہو گئے۔ لیکن اس سے قبائلی رقابت تیز ہو گئی۔ اس رقابت نے آگے چل کر عربوں کو شدید نقصان پہنچایا۔

اب ہم پھر مشرق کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ ولید دو جرنیلوں سے ملاقات کرنے سے پہلے ہی چل بسا۔ اپنے باپ کی طرح اس نے بھی اپنی موت سے پہلے اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنانے کی کوشش کی۔

نو سال اور سات مہینے کی شاندار حکومت کرنے کے بعد ولید نے ۷۱۵ء میں وفات پائی۔ وہ اپنے باپ عبدالملک اور دادا مروان سے زیادہ رحمدل تھا۔ وہ اپنے کئی جانشینوں سے بھی زیادہ رحمدل تھا۔ اُس نے دمشق کی جامع مسجد بنوائی۔ مدینہ اور بیت المقدس کی مسجدوں کو اُس نے خوبصورت اور مزین کروایا۔ اس نے سرحدوں کی حفاظت کے لئے بہت سے قلعے بنوائے۔ اس نے اپنی سلطنت کے طول وعرض میں سڑکیں بنوائیں۔ اور کنوئیں کھُدوائے۔ اس نے سکول اور ہسپتال کھُلوائے۔ غریبوں کے لئے بیت المال سے وظیفے مقرر کرائے۔ اور اپاہجوں اور اندھوں کیلئے محتاج خانے بنوائے۔ وہ منڈیوں میں جاکر نرخوں کے اُتار چڑھاؤ کا پتہ کرتا وہ پہلا اُموی تھا جس نے ادب۔ آرٹ اور مصنوعات کی حوصلہ افزائی کی۔ ولید کے عہدِ حکومت میں امام زین العابدین کا انتقال ہوا۔ امام باقرؓ آپ کے جانشین ہوئے۔

باب ۱۱

سُلیمان بن عبدالملک

عبدالملک کی وصیت کے مطابق ولید کی وفات کے بعد ولید کا بھائی سُلیمان اس کا جانشین ہوُا۔ سلیمان بن عبدالملک نے تخت نشینی کے بعد عراق کی جیلوں کے دروازے کھول دئیے اور ہزاروں قیدیوں کو رہا کر دیا۔ جنہیں حجاج نے بند کر رکھا تھا۔ اُس نے حجاج بن یوسف کے مقرر کردہ محصلوں کو برطرف کر دیا۔ اور بہت سے نافذ کردہ سخت قوانین کو منسوخ کر دیا۔ لیکن بہت جلد اس نے عربوں کے عمائدوں پر سختیاں شروع کر دیں۔ جنہوں نے ولید کے بیٹے کو اس کا جانشین بنائے جانے کی کوشش میں ولید کا ساتھ دیا تھا۔ اب اس قبیلے کا اقتدار تھا جس پر حجاج نے بیشمار سختیاں کی تھیں۔ یزید بن مہلب نے حجاج کی موت پر اس کے عزیزوں اور ساتھیوں پر سختیاں شروع کر دیں۔ سلطنت کے ہر حصے میں یمنیوں اور مضریوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ خراسان کی خانہ جنگیوں میں قتیبہ اتنا بڑا جرنیل مارا گیا۔ سلیمان نے موسیٰ بن نصیر اور طارق ابن زیاد کو محض اس بناء پر مروا دیا کہ اُن کا تعلق یمنیوں سے تھا۔ کہا جاتا ہے کہ موسیٰ بن نصیر کے بیٹے عبدالعزیز کے قتل میں بھی سُلیمان کا ہاتھ تھا۔ سِندھ اور پنجاب کے فاتح محمد بن قاسم کو واپس بُلوا لیا گیا۔ محمد بن قاسم کی صرف یہ خطا تھی کہ وہ حجاج کا بھتیجا تھا۔ محض اس خطا پر یزید بن مہلب نے اسے زندگی سے محروم کر دیا۔ یزید نے اپنے ایک بھائی حبیب کو سندھ کا والی مقرر کیا۔ اُس نے ہندوؤں پر

عربوں کے اُس اثر کو زائل کر دیا جسے محمد بن قاسم نے سندھ میں پیدا کیا تھا۔

سلیمان کے عہد میں ہسپانیہ کے عربوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ عبدالعزیز کے قتل پر فوج نے موسیٰ بن نصیر کے بھتیجے ایوب بن حلیب کو اپنا سردار چُنا۔ لیکن اس انتخاب کو شمالی افریقہ کے وائسرائے نے ماننے سے انکار کر دیا۔ چند ماہ کے نظم و نسق کے بعد ایوب نے سی وائیل کی جگہ قرطبہ کو صدر مقام بنایا ہی تھا کہ اس کی جگہ الحرؔ کو ہسپانیہ کا والی مقرر کیا گیا۔ ہسپانیہ کا نیا حاکم حمیری تھا۔ الحرؔ اپنے ساتھ شمالی افریقہ کے بڑے بڑے خاندان کے چار سو افراد لایا تھا۔ ان لوگوں نے ہسپانیہ میں مسلمان امارت قائم کی۔ اس وقت سے بنو عباس کے برسرِ اقتدار آنے تک ہسپانیہ پر اُن عرب گورنروں کی حکومت رہی جو دمشق یا شمالی افریقہ کے وائسرائے کا صدر مقام قیروان تھا۔ ہسپانوی گورنر پر دمشق اور قیروان کے منقسم اقتدار کا بہت بڑا اثر پڑتا تھا۔ الحرؔ تین سال تک ہسپانیہ کا گورنر رہا۔ اس کے عہد میں شمال کی جانب فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔

سلیمان بن عبدالملک نے دابق میں ایک رومی جرنیل لیو سے ملاقات کی۔ یہ بازنطینی جرنیل ایشیائے کوچک کی رومی فوجوں کا کمانڈر تھا۔ اس سازشی جرنیل نے سلیمان بن عبدالملک سے کہا کہ عرب فوجوں کے لئے قسطنطنیہ کو فتح کر لینا بہت آسان ہے۔ اس مہم کے لئے اُس نے اپنی خدمات بھی پیش کر دیں۔ اس پر سلیمان نے مسلمہ کے ماتحت ایک فوج روانہ کی۔ اس فوج نے بڑی آسانی کے ساتھ ہیلس پانٹ کو عبور کر لیا۔ عربوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ سلیمان کے بیٹے نے تھریس کو فتح کیا۔ اب رومیوں نے مسلمہ کو تاوانِ جنگ ادا کرنے کی شرط پیش کی۔ مسلمہ نے اس شرط کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اسی اثناء میں بازنطینی شہنشاہ چل بسا۔ اس پر خوفزدہ رومیوں نے لیو کو دعوت دی کہ

وہ تخت سنبھال لے۔ مسلمان فوجوں سے بھاگ کر لیو قسطنطنیہ پہنچا۔ جہاں اُسے شہنشاہ تسلیم کر لیا گیا۔ چونکہ وہ مسلمانوں کے کمزور پہلوؤں سے واقف تھا اس لئے محاصرین کو اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہونے دیا۔

اِس پسپائی کا توازن یزید بن مہلب نے طبرستان اور کوہستان (قدیم میڈیا) کی فتوحات سے پورا کر دیا۔ آخر کار سلیمان خود فوج لے کر قسطنطنیہ کی طرف بڑھا۔ لیکن دابق کے مقام پر جہاں وہ سازشی لیو سے ملاقات کر چکا تھا۔ بیمار پڑا اور فوت ہو گیا۔ سلیمان نے دو سال اور پانچ مہینے حکومت کرنے کے بعد ستمبر ۷۱۷ء میں وفات پائی۔

اپنے بھائی کی طرح وہ بھی اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنانا چاہتا تھا۔ اُس کا بڑا بیٹا ایوب اس کی زندگی ہی میں مر چکا تھا۔ دوسرا بیٹا قسطنطنیہ کے محاصرے میں شریک ہو چکا تھا۔ اُس کے متعلق یہ علم نہیں تھا کہ وہ زندہ بھی ہے یا نہیں۔ سلیمان نے بستر مرگ پر عمر بن عبد العزیز کو اپنا جانشین اور یزید بن عبد الملک کو اُن کا جانشین مقرر کر دیا۔ سلیمان کی سیرت مجموعہ اضداد تھی۔ وہ اپنے باپ کی طرح اپنے دشمنوں سے سختی کا برتاؤ کرتا تھا۔ انتہا درجہ کا آرام پسند ہونے کے باوجود وقت آنے پر انتہائی جرأت کا ثبوت دینے سے دریغ نہیں کرتا تھا۔ سلیمان نے حجاج کے قیدیوں کو رہا کر کے لوگوں سے "مِفْتَاحُ الْخَیْر" کا لقب حاصل کیا۔ اس نے نہ صرف قیدیوں کو رہا کیا بلکہ اُن کی مالی امداد بھی کی ؛؛

باب (۱۲)

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ستمبر ۷۱۷ء میں تخت نشین ہوئے۔ آپ کے والد عبدالملک کے بھائی تھے۔ وہ ایک زمانہ میں مصر کے والی رہ چکے تھے۔ اُن کے عہدِ حکومت میں مصر نے خوب ترقی کی تھی۔ آپ کی والدہ حضرت عمرؓ کی پوتی تھیں۔ آپ دیانت، عدل اور سادگی میں بہت زیادہ مشہور ہیں۔ حکومت کی ذمّہ داریوں کا آپ کو اس حد تک احساس تھا کہ ایک مرتبہ آپ نماز کے بعد رو رہے تھے کہ آپ کی زوجہ محترمہ نے اس کا سبب پوچھا۔ اس پر آپ نے کہا۔" اے فاطمہ! میں مسلمانوں اور اجنبیوں پر حکمران بنایا گیا ہوں۔ ان غریب لوگوں کے متعلق سوچ رہا ہوں جنہیں دو وقت کا کھانا بھی میسّر نہیں آتا۔ جو بیمار ہیں اور جن کے پاس تن ڈھانپنے کو کپڑا نہیں۔ جن کا کنبہ زیادہ ہے اور آمدنی کم۔ اللہ تعالےٰ قیامت کے دِن مجھ سے اُن لوگوں کے متعلق دریافت کرے گا۔ مَیں ڈر گیا کہ میری کوئی صفائی اُس دِن کام نہ آئیگی لہذا مَیں رو پڑا۔"

آپ نے خلیفہ بنتے ہی شاہی اصطبل کے گھوڑے نیلام کر دیئے۔ اور تمام رقم کو بیت المال میں جمع کر دیا۔ آپ نے اپنی زوجہ سے درخواست کی کہ وہ اپنے ان تمام جواہرات کو جو اُنہیں باپ اور بھائیوں سے ملے تھے، بیت المال میں جمع کرادے۔ ایسا ہی کیا گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات

کے بعد فاطمہ کا بھائی یزید دوم میں تخت نشین ہوا تو اس نے اپنی بہن کے جواہرات واپس دینے چاہے۔ لیکن فاطمہ نے لینے سے انکار کر دیا۔

آپ نے یہودیوں اور عیسائیوں کی عبادت گاہیں واپس کر دیں۔ جو اُن سے چھین لی گئی تھیں۔ آپ نے باغ فدک کو اہلِ بیت کے حوالے کر دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تبرہ کو حکماً بند کرا دیا۔ مگر کوئی شخص کسی دوسرے پر معمولی سا ظلم بھی کرتا تو اُسے سخت سزا دی جاتی۔ عراق۔ خراسان اور سندھ کے علاقوں میں ٹیکسوں کے بوجھ کو ہلکا کیا گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا عہدِ حکومت اُموی دَور کا بہترین زمانہ ہے۔ مورخوں نے اس نیکدل حکمران کے عہدِ حکومت پر اظہارِ اطمینان کرتے ہوئے اس پر دِل کھول کر قلم اُٹھایا۔

آپ کے عہدِ حکومت میں خارجیوں نے آپ سے کہا کہ اُنہیں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی حکومت پر کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن وہ سلیمان کے اس فیصلہ کے خلاف ہیں کہ یزید کو اُن کا جانشین بنایا جائے۔ آپ نے حکومت کو وسیع کرنے کی نسبت اس کے نظم و نسق کو بہتر بنانے پر وقت صرف کیا۔ مسلمہ کی اُس فوج کو واپس بُلا لیا گیا جس نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ تمام سرحدی مہموں کو بند کر دیا گیا۔ صنعت و حرفت میں لوگوں کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ یزید بن مہلب کو آئینی خلاف ورزی کے جُرم میں حلب کے قلعہ میں بند کر دیا۔ آپ نے سلطنت کے تمام گورنروں کے نام احکام بھیجے کہ وہ لوگوں پر سختی نہ کریں۔ اور نہ کوئی سخت قانون نافذ کریں۔ ایک دِن آپ کے بیٹے عبدالملک نے آپ سے کہا "آپ جن خامیوں کو دُور کرنا چاہتے ہیں اُن کے لئے سختی کرنے کی ضرورت ہے۔" اس پر آپ نے جواب دیا کہ "تلوار کے زور سے جو اصلاح ہو وہ زیادہ دیر باقی نہیں رہ سکتی۔"

۷۱۹ء میں آپ نے ہسپانیہ کے گورنر الحر کو برطرف کر کے اس کی جگہ ایک یمنی سردار سمح بن مالک کو مقرر کیا۔ سمح بن مالک نے ہسپانیہ کے نظم ونسق میں بڑی قابلیت کا ثبوت دیا۔ خلیفہ کے حکم کے مطابق ہسپانیہ کے مختلف قبیلوں اور مختلف مذہب کے لوگوں کی مردم شماری کی گئی۔ اس کے ساتھ ہی سارے ملک کا عام سروے کیا گیا۔ سارگرے میں جامع مسجد بنوائی گئی۔ کئی ایک پل بنوائے گئے۔ ہسپانیہ میں امن وامان قائم کرنے کے بعد سمح نے سپتی مینیا کے باغیوں کو شکست دی۔ ۷ مئی ۷۲۱ء میں طولوس کی لڑائی میں سمح کی موت کے بعد عبدالرحمٰن نے کمان سنبھال لی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی عام پسند حکومت سے اُموی امیر بڑے نالاں تھے۔ انہیں اندیشہ تھا کہ اس طرح سیاسی اقتدار ان کے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے خلاف سازش کی۔ آپ کو زہر دیا گیا۔ آپ کو سمعان میں دفن کیا گیا۔

باب (۱۳)

یزید بن عبدالملک

سلیمان کی وصیت کے مطابق حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد عبدالملک کا تیسرا بیٹا یزید تخت نشین ہوا۔ یزید کی شادی چونکہ حجاج کی ایک بھتیجی سے ہوئی تھی اس لئے وہ بنو نضر کا حامی تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بنو نضر اور بنو حمیر

میں توازن برقرار رکھا تھا۔ لیکن یزید بن عبدالملک کے عہد میں بنو حمیر کو بنو نضر کا جور و تشدد برداشت کرنا پڑا۔ یہ یزید بن مہلب کی ایسی پالیسی کا نتیجہ تھا جس کی رُو سے اُس نے سُلیمان کے عہدِ حکومت میں حجاج پر سختیاں کی تھیں۔ یزید بن مہلب نے حجاج کے خاندان کے لوگوں کی دولت پر قبضہ کرنے کے لئے اس کی بھتیجی تک کو نہ چھوڑا۔ یزید بن عبدالملک نے عہد کیا کہ اگر اُسے کبھی اقتدار حاصل ہؤا تو وہ مہلب کے بیٹے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ اس پر یزید بن مہلب نے جواب دیا کہ وہ ایک لاکھ نیزوں سے اس کا مقابلہ کرے گا۔ جب یزید بن مہلب کو حلب کے قلعہ میں یہ معلوم ہؤا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز شدید طور پر علیل ہیں تو وہ قلعہ سے بھاگ نکلا۔ عراق پہنچ کر اُس نے اپنے بھائی کے ساتھ بغاوت کا پھریرا لہرا دیا۔

امام حسن بصری نے اپنے مقلدین سے کہا کہ وہ اس خانہ جنگی میں غیر جانبدار رہیں۔ لیکن اس پر بھی لوگوں نے یزید بن مہلب کا ساتھ دیا۔ یزید بن عبدالملک نے مسلمہ اور عباس بن ولید کو بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجا۔ دونوں فوجوں کا فرات کے دائیں کنارے مقابلہ ہؤا۔ باغیوں کو شکست ہوئی یزید اور اس کا بھائی لڑتے ہوئے مارے گئے۔ یزید کے باقی ماندہ بھائی مکران کی طرف بھاگ نکلے۔ جہاں اُن میں سے بعض ایک دوسری لڑائی میں مارے گئے اور بعض نے خاقان کے پاس پناہ لی۔ یزید بن مہلب کی بغاوت نے اُموی تخت کو ہلا دیا تھا۔ اس بغاوت کے فرد کرنے کے باوجود اس کے نتائج دُور رس تھے۔

یمنیوں اور مغربیوں میں ہسپانیہ۔ افریقہ اور مشرق میں ہر جگہ فساد ہو گیا۔ آذربائیجان میں عرب فوج کو شکست ہوئی۔ ماوراءالنہر میں بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ صرف ایشیائے کوچک میں عرب رومیوں کو شکست

دینے میں کامیاب ہوئے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کی جاری کردہ اصلاحات ختم کر دی گئیں۔ خارجیوں نے بھی یزید بن عبد الملک کی مخالفت شروع کر دی۔

جب سلطنت کو چاروں طرف سے مشکلات کا سامنا تھا تو یزید بن عبد الملک اپنے حرم کی خواتین مسلمہ اور حبیبہ سے دل بہلا رہا تھا۔ حبیبہ کی موت کا یزید کو اتنا صدمہ ہوا کہ چند روز بعد ہی اس دنیا سے چل بسا۔ یزید بن عبد الملک نے مدینہ کے اُس حاکم کو برطرف کر دیا جو اہلِ بیت پر سختیاں کر رہا تھا۔

یزید بن عبد الملک ہی کے عہد میں عباسیوں نے مشرق میں اپنی تبلیغی سرگرمیاں شروع کیں۔ عباسی داعیوں نے سوداگروں کے بھیس میں اپنا کام شروع کر دیا۔ اُمویوں نے عباسیوں کی اس تبلیغ کو کچلنا چاہا۔ لیکن وہ آہستہ آہستہ لوگوں میں عام ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ ایران میں اُمویوں کے خلاف خفیہ تحریکوں کا جال بچھ گیا۔ چند سال بعد اسی تحریک نے اُمویوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ آنحضرت صلعم کے چچا حضرت عباس رضؓ کے بیٹے عبد اللہ کی وفات پر اُن کے صاحبزادے علی رحؒ اپنے خاندان کے امیر بنے۔ آپ کے بعد یہ مرتبہ محمد بن علی بن عبد اللہ کو ملا۔ سب سے پہلے محمد بن علی بن عبد اللہ نے اپنی موت پر اپنے بیٹے ابراہیم عبد اللہ ابو العباس (السفاح) اور عبد اللہ ابو جعفر (المنصور) کو یکے بعد دیگرے اپنا جانشین مقرر کیا۔

باب (۱۴)

ہشام بن عبد الملک

یزید بن عبد الملک کی وفات کے بعد اس کا بھائی ہشام اِس سلطنت

کا وارث بنا۔ جس میں قبائل کی رقابتوں نے رخنہ پیدا کر دیا تھا۔ داخلی اور خارجی لحاظ سے اس سلطنت کو مشکلات کا سامنا ہوا۔ اور مشرق میں ترکمانوں خارجیوں اور عباس داعیوں نے اُمورِ سلطنت کی بُنیاد ہلا دی۔ قوم کے بہادر سپوت خانہ جنگی میں مر چکے تھے۔ یا پھر دربارِ دمشق کی سازشوں کا شکار ہو چکے تھے۔ یزید بن عبد الملک نے سلطنت کا سارا کام کاج نا اہل افسروں کے سپرد کر دیا تھا۔ اس تاریکی میں بھی نظم و نسق کے آسمان پر کہیں کہیں چمکتے ہوئے ستارے دکھائی دے جاتے۔ ذمّہ دار افسروں کی اکثریت اسلامی جوش و خروش سے عاری ہو چکی تھی۔ اس موقعہ پر سلطنت کی ناؤ چلانے کے لئے بہادر قابل ملّاح کی ضرورت تھی۔ ہشام بن عبد الملک اس کے لئے موزوں نہ تھا۔ لیکن اِس کے باوجود اُس نے دربارِ دمشق کی اصلاح کی۔ لیکن شکّی مزاج ہونے کی حیثیت میں وُہ کسی پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔ جاسوسی اور سازش کے ذریعہ اپنے مخالفوں کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ جھوٹی رپورٹوں کی بناء پر اُس نے بارہا اپنی سلطنت کے بہترین افراد کو قربان کر دیا۔ وہ گورنروں کو اس تیزی سے بدلتا چلا گیا کہ اس کا نتیجہ تباہ کُن صُورت میں رُونما ہُوا۔ اس کے عہدِ حکومت میں صرف خالد ابن عبد اللہ قسری طویل مدّت تک عراق کی گورنری پر قائم رہا۔ اُس نے اپنی ذہانت سے بنو نضر اور بنو حمیر میں توازن قائم رکھا۔ اس کے عہد میں اُن دونوں قبیلوں میں مشکل سے کوئی فساد ہوا۔ یہودیوں اور عیسائیوں سے اس کا سُلوک بہت اچھا تھا۔ اُس نے ان دونوں قوموں کے لوگوں پر بڑے بڑے عہدوں کے دروازے کھول دیئے۔ اُس کے عُروج کی طرح اُس

کا زوال بھی اچانک تھا۔

ہشام کے تخت نشین ہوتے ہی خراسان میں بنو نصر اور بنو حمیر میں فساد شروع ہو گیا۔ اس فساد کو بڑی مشکل سے دبایا گیا۔ اس کے بعد مغیریوں نے بغاوت کر دی۔ اِس بغاوت میں بعض عربوں اور ترکمانوں نے بھی باغیوں کا ساتھ دیا۔ اس بغاوت کو دبانے کی ساری کوششیں رائیگاں گئیں۔ یہاں تک عراق کے والی خالد بن عبد اللہ نے اپنے بھائی اسد کو بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجا۔ اُس نے باغیوں کو فرغانہ سے باہر نکال دیا۔ باغی خاقان کی مملکت میں داخل ہو گئے۔ ایک لڑائی میں خاقان نے شکست کھائی۔ لڑائی کے بعد اُس کے ایک سپاہی نے اُسے قتل کر دیا۔ خاقان کی موت کے تھوڑی مدت بعد اسد بھی چل بسا۔ اس کے بعد نصر بن یار حاکم خُراسان مقرر ہوا۔ اس کا عہد پُر امن تھا۔ اُس نے سعدیوں کو اُن کے شہروں میں آباد ہونے کے لئے دوبارہ بُلالیا۔

جب وسطِ ایشیا میں یہ واقعات ہو رہے تھے تو اس وقت شمالی ایران اور آرمینیہ پر کاکیشیا میں رہنے والے قبائل حملہ کر رہے تھے۔ اُس وقت آرمینیہ کا گورنر ہشام کا بھائی مسلمہ تھا۔ ۷۲۷ء میں ترکوں کی ایک بہت بڑی جماعت نے ایران پر حملہ کر دیا۔ لیکن شکست کھائی۔ اس شکست کے بعد ترک قبائل ایران پر حملہ کرتے رہے۔ اِن حملوں نے اتنی شدید صورت اختیار کر لی تھی کہ ہشام کو ایک مرتبہ پھر مسلمہ کو آرمینیا کا گورنر بنانا پڑا۔ لیکن ایک سال بعد یہ عہدہ مروان کو دیا گیا۔ مروان نے ان قبیلوں کو اُن کے علاقوں میں جا کر شکست دی۔ عربوں نے جارجیا کو بھی فتح کیا۔ جنوبی عرب میں بھی بغاوتوں کو فرو کرنا پڑا۔ اسی عہد میں خارجیوں نے بھی کئی دفعہ سر

اُٹھایا۔

افریقہ اور ہسپانیہ میں تھوڑے وقت تک حالات بہتر رہے۔ عربوں نے اس مدّت میں اپنے مقبوضات میں اضافہ کیا۔ فرانس میں بھی بہت سے علاقے فتح کیے گئے۔ مغرب میں ہشام کو کامیابی ہو رہی تھی کہ ایک سال بعد شمالی افریقہ میں بربریوں اور خارجیوں نے بغاوت کر دی۔ سسلی میں لڑنے والے جرنیل کو قیروان جانا پڑا۔ غزوۃ الاشراف میں عربوں کے بڑے بڑے آدمی مارے گئے۔ اس شکست کا ہسپانیہ پر یہ اثر ہوا کہ وہاں بھی بغاوت ہو گئی۔ شمالی افریقہ کے نئے وائسرائے حنظلہ نے بربریوں کو شکست دے کر اُن کی قوّت توڑ دی۔ حنظلہ کے نرم اور پُر امن عہدِ حکومت میں شمالی افریقہ ایک مرتبہ پھر خوشحال ہو گیا۔

ہسپانیہ کا مقبوضہ علاقہ اُموی سلطنت کا ایک حصّہ تھا۔ دُوسرے ملکوں کی طرح اس مُلک کے لوگوں نے بھی عربوں کا اندازِ زندگی اختیار کر لیا تھا۔ دمشق سے بہت دُور ہونے کی وجہ سے ہسپانیہ پر مرکزی حکومت کی گرفت ڈھیلی ہوتی جا رہی تھی۔ طولوس کی دیواروں کے حملے میں سمح کی وفات کے بعد عرب فوج نے عبدالرحمٰن کو اپنا کمانڈر چُن لیا۔ چند ماہ بعد قیروان کے وائسرائے نے عقبہ کو ہسپانیہ کا گورنر بنا کر بھیجا۔ ہشام کے تخت نشین ہونے کے بعد تھوڑی ہی مدّت میں عقبہ نے فرانس فتح کرنے کی مہم شروع کر دی۔ اُس نے جنوبی فرانس کے کئی ایک اہم شہروں پر قبضہ کر لیا۔ عقبہ کی موت نے فرانس کی مہم کو ایک مرتبہ پھر روک دیا۔ پانچ سال میں ہسپانیہ کے گورنر مقرر ہونے کے بعد ہسپانیہ کے عرب ایک مرتبہ پھر متحد ہو گئے۔ اس نے ہسپانیہ کے نظم و نسق کو بہتر بنانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ نظم و نسق پر پُوری طرح سے قابو پانے کے بعد اُس نے

فرانس کو فتح کرنے کے لئے ایک فوج تیار کی۔ اسی اثناء میں سردانی کے عرب گورنر نے ڈیوک آف ایکوی تین سے مل کر عبدالرحمٰن کے خلاف بغاوت کر دی۔ عبدالرحمٰن نے اس باغی سردار کو شکست دی۔

اراگون اور ناورے کی راہ سے عبدالرحمٰن سنہ ۷۳۲ء میں فرانس میں داخل ہوا۔ آرمز پر قبضہ کرنے کے بعد عبدالرحمٰن بوردیو کی جانب ہٹا۔ اس پر بھی عبدالرحمٰن نے نہایت آسانی سے قبضہ کر لیا۔ ڈیوک آف ایکوی تین کو شکست ہوئی۔ اس شکست کے بعد اسلام کا پھریرا لائیز ابین کون اور سن کی دیواروں پر لہرانے لگا۔ ان شہروں میں تھوڑی تھوڑی فوج رکھنے کے بعد عبدالرحمٰن فرانس کی راجدھانی کی طرف بڑھا۔ اب ڈیوک نے مارے خوف کے چارلس سے امداد کی اپیل کی۔ چارلس نے ڈینیوب اور ایلب کے کناروں پر آباد وحشی قبائل میں سے ایک فوج بھرتی کر کے جنوب کی راہ لی۔ اسی اثناء میں عربوں نے طورس کو فتح کر لیا تھا۔ جب عربوں کا کمانڈر عبدالرحمٰن دریائے لوائر کو عبور کرنا چاہتا تھا کہ اُسے چارلس کی فوجوں کے آنے کی اطلاع ملی۔ عبدالرحمٰن نے پیچھے ہٹ کر طورس اور پوائٹیر کے درمیان صف بندی کر لی۔ مالِ غنیمت سے لدے ہوئے بربری سپاہیوں نے واپس جانے کا مطالبہ شروع کر دیا۔ چارلس کی فوج نے دریائے لوائر عبور کر کے عرب فوج کے قریب ہی ڈیرے ڈال دیئے۔ آٹھ دن تک دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی رہیں۔ اگلے دن لڑائی ہوئی۔ یہاں تک کہ تاریکی نے دونوں فوجوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا۔ اگلے دن رن پڑا۔ عرب فوج میدان مار چکی تھی کہ اچانک یہ شور اُٹھا کہ مالِ غنیمت کے خزانے خطرے میں ہیں۔ اس پر سپاہی اپنی صفوں سے نکل کر مالِ غنیمت بچانے کے لئے چل دیئے۔ عبدالرحمٰن نے ضبط قائم رکھنے کی بہت کوشش کی لیکن بے سود۔ اسی اثناء میں دشمن کے ایک نیزے

نے اس کا کام تمام کر دیا۔ کمانڈر کی موت نے ساری فوج میں ابتری پیدا کر دی۔ دشمن نے اس ابتری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے حملے کو تیز کر دیا۔ رات کی تاریکی نے پھر دونوں فوجوں کو ایک دوسرے سے جُدا کر دیا۔

رات کے وقت عبدالرحمٰن کے نائبوں میں اختلاف بڑھ گیا۔ فرانکو پر فتح حاصل کرنا خارج از بحث تھا۔ اب صرف ایک ہی مسئلہ تھا کہ فوج کو سلامتی کے ساتھ واپس پہنچایا جائے۔ تاریکی کی آڑ میں عرب جرنیلوں نے اپنی فوج سمیت سپتی سینیا کی راہ لی۔ دِن چڑھے مخالف خیموں کو خاموش پاکر چارلس اور ڈیوک نے اسے جنگی چال پر محمول کیا۔ اور بڑی احتیاط سے آگے بڑھے۔ عرب خیموں میں سوائے زخمیوں کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ چارلس کے سپاہیوں نے اُن زخمیوں پر تلوار اٹھائی۔ چارلس نے عرب فوج کے تعاقب کی جرأت نہ کی۔ وہ فوراً ہی شمال کی طرف چل پڑا۔ طورس کے میدان میں عربوں نے اس عالمگیر سلطنت کو کھو دیا۔ جو تقریباً اُن کی مٹھی میں آچکی تھی۔ مسلمانوں کی تفرقہ بازی انہیں لے ڈوبی۔ عربوں کی تاریخ میں طورس کا میدان گنجِ شہیداں کہلاتا ہے۔ کیونکہ اس جنگ میں عبدالرحمٰن کے ساتھ بڑے بڑے مسلمان شہید ہوئے تھے۔

عیسائی مورخوں نے لکھا ہے کہ اس لڑائی میں عرب فوج کے تین لاکھ ساٹھ ہزار سپاہی کام آئے۔ حالانکہ عبدالرحمٰن اس سے ایک چوتھائی فوج لے کر فرانس میں داخل ہوا تھا۔ اس مبالغہ آمیزی کا اس حقیقت سے بھی پتہ چلتا ہے کہ باوجود باہمی اختلافات اور فساد کے تھوڑی مدت بعد پھر عربوں نے فرانس پر حملہ بول دیا تھا۔ اگرچہ یہ نئی فوج عبدالرحمٰن کی فوج کی طرح کیل کانٹے سے پوری طرح لیس نہیں تھی۔ اپنے سردار کی موت سے جوش میں آکر لیموسین کے گرجا کو عربوں نے تباہ کر دیا۔

عبدالرحمٰن کے نائب نے بہت جلد عرب فوج کی تباہی کی خبر قیروان اور دمشق میں بھجوادی۔ ہشام نے فوراً ہسپانیہ میں عبدالملک بن قطن کو گورنر بناکر بھیج دیا۔ ہشام نے عبدالملک کو ہدایت کی کہ وہ عربوں کے کھوئے وقار کو حاصل کرے۔ ہسپانیہ کے شمالی علاقہ کے لوگوں نے عبدالرحمٰن کی موت سے فائدہ اُٹھانے کے لئے بغاوت کردی۔ نئے گورنر نے سب سے پہلے اراگون اور ناوزے کی طرف توجہ کی۔ باغیوں نے کئی لڑائیوں میں شکست کھانے کے بعد آخرکار صُلح کی درخواست کی۔ اب عبدالملک نے لانجی ردک میں داخل ہوکر وہاں کی قلعہ بندیوں کو مضبوط کیا۔ ۷۳۴ء میں فاربون کے نائب حاکم یوسف نے مارسیلز کے ڈیوک کو اپنے ساتھ ملاکر دریائے ررین کو عبور کرلیا۔ سین ریمی پر قبضہ کرنے کے بعد وُہ وگ نون کی طرف بڑھا۔ عربوں نے معمولی محاصرے کے بعد اس شہر پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد عبدالملک جنوب کی طرف بڑھا۔ لیکن نومبر ۷۳۴ء میں اسے برطرف کردیا گیا۔ عرب مورخ اس کی برطرفی کے مختلف اسباب بیان کرتے ہیں۔ اپنے پانچ سالہ عہدِ حکومت میں وہ کئی مرتبہ فرانس میں داخل ہُوا۔ وہ مسلم فوج کو پُرانی سرحدوں سے بہت آگے لے گیا تھا۔ اس کے عہد میں لانجی روک کے عربوں نے اپنی حفاظت کے لئے قلعہ بندیوں کو مضبُوط کیا۔

۷۳۶ء میں اُس نے ڈانی میں داخل ہوکر سینی پال، ترالیو شاطے۔ دون زیرے وانسے اور نیولائنز پر قبضہ کرلیا۔ یدموں پر ایک سال پہلے حملہ ہوچکا تھا۔ ضروری مقامات پر چھاؤنیاں قائم کی جاچکی تھیں۔ چارلس جس نے اب مائل کا لقب اختیار کرلیا تھا۔ عربوں کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر لومبارودن کے بادشاہ سے امداد کی اپیل کی۔ اس بادشاہ کا بھائی

شلدربران بہت سی فوج لے کر چارلس کی فوج سے آملا۔ دونوں فوجوں نے عرب مقبوضات پر حملے شروع کئے۔ اس اثناء میں چارلس نے پہاڑی قبیلوں کو اُکسایا کہ وہ عربوں پر پائری نیز کے درّے بند کر دیں۔ اس طرح عربوں پر ہر طرف سے حملے شروع کر دیئے گئے۔ اوگ نون پر چارلس نے ناربون کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن عربوں کی شدید مزاحمت دیکھ کر اُس نے محاصرہ اُٹھا لیا۔ چارلس نے عربوں کی مزید کسی پیش قدمی کو روکنے کے لئے دریائے لوائر کے جنوبی علاقے کو ویرانے میں بدل دیا۔ بزیراگدی اور دُوسرے شہر جنہیں عربوں نے خوبصورت بنایا تھا زمین کے ساتھ ہموار کر دیئے۔ نیمز جو پُرانے وقتوں کی عمارتوں کے لئے مشہور تھا جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیا گیا۔ ایک فرانسیسی مورّخ اِس حرکت کو بہت ہی افسوسناک بیان کرتا ہے۔ میگی لون جس نے عربوں کی موجودگی میں ترقی کر لی تھی، پوری طرح سے تباہ کر دیا گیا۔ جب فرانس میں یہ صورتِ حالات تھی تو اس وقت جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے شمالی افریقہ میں بربریوں نے بغاوت کر دی تھی۔

افریقہ ہی کی بدامنی نے ہسپانیہ میں مشکلات پیدا کیں۔ ۷۴۰ء میں عبد الملک بن قطن نے عقبہ کے خلاف بغاوت کر دی۔ عبد الملک نے عنانِ حکومت پر قبضہ کر لیا۔ بلج کے زیرِ کمان ایک شامی فوج نے ہسپانیہ میں پہونچ کر حالات کو اور زیادہ نازک کر دیا۔ ایک لڑائی میں عبد الملک مارا گیا۔ اس کی نعش کو صلیب پر لٹکا یا گیا۔ بلج بھی اپنے زخموں کی وجہ سے بہت جلد چل بسا۔ عرب شامیوں نے ثعلبہ کو اندلس کا گورنر بنا کر خانہ جنگی کو جاری رکھا۔ ہسپانوی مسلمانوں نے عبد الملک کا ساتھ دیا۔ شامی ثعلبہ کے طرفدار تھے۔

اور بربری اپنے مقاصد کے لئے لڑ رہے تھے۔ ہسپانیہ کا نظم و نسق ملکی طور پر تباہ ہو چکا تھا۔ فرانس کی چھاؤنیوں کو اُن کے اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ ناربون کے عرب کمانڈر نے شہر خالی کر دیا۔ اِسی طرح عربوں نے ہسپانیہ کے کئی ایک دوسرے شہروں کو بھی خالی کر دیا۔ اگر اس وقت چارلس کا بیٹا پیپن عربوں پر حملہ کر دیتا تو وہ اُنہیں مزاحمت سے خالی پاتا۔ لیکن فرانسیسیوں کو ابھی تک پچھلی لڑائیاں یاد تھیں۔ اِس لئے انہوں نے حملے میں تاخیر کی کہ عرب باہمی لڑائیوں میں بہت کمزور ہو گئے۔ جب ہسپانیہ کے مسلمان خانہ جنگی میں مصروف تھے تو داخلی حالات پہلے سے زیادہ خراب ہوتے جا رہے تھے۔

ہشام کے تخت نشین ہوتے ہی عراق کی حکومت خالد کے سپرد تھی۔ اُس نے حکومت کے کاروبار کو اچھی طرح سے چلایا۔ اس کے اچھے نظم و نسق کی وجہ سے بہت سے لوگ اُس کے دشمن ہو گئے۔ اور انہوں نے خالد کے خلاف ہشام کے کان بھرنے شروع کر دئیے۔ یہاں تک ہشام نے اُسے عراق کی حکومت سے علیحدہ کر دیا۔ خالد کی جگہ یوسف بن عمر کو عراق کا گورنر مقرر کیا گیا۔ وہ مغیری تھا۔ اُسے خالد سے نفرت تھی۔ یوسف بن عمر نے خالد کو گرفتار کر لیا۔ لیکن ہشام کے حکم سے رہا کر دیا گیا۔

خالد کے خلاف سب سے بڑا الزام یہ تھا کہ وہ بنو ہاشم سے اچھا سلوک کرتا تھا۔ یوسف بن عمر نے بنو ہاشم پر سختیاں شروع کر دیں۔ ہشام نے یوسف بن عمر کے کام میں کوئی مدافعت نہ کی۔ امام حسینؓ کے پوتے حضرت زید نے ہشام سے اس بدسلوکی کی شکایت کی۔ لیکن ہشام نے اُن کے ساتھ

بھی ناروا سلوک کیا۔ اس پر آپ نے کوفہ پہنچ کر ایک جمعیت کو اُمویوں کے خلاف کھڑا کر دیا۔ حضرت زید شہید ہوئے۔ آپ کے ساتھیوں نے آپ کی نعش کو ایک خفیہ مقام میں سپردِ خاک کیا۔ لیکن اُمویوں نے آپ کی آخری آرام گاہ کا پتہ کر کے آپ کی نعش کو وہاں سے نکال کر جلا دیا۔ راکھ کو فرات میں پھینک دیا۔ حضرت زید کا نوجوان بیٹا یحییٰ خراسان کی طرف بھاگ گیا۔ اسی اثناء میں ابومسلم خراسانی نے خراسان میں عباسیوں کے حق میں اشاعت شروع کر دی۔ ہشام کی موت نے ابومسلم کے کام کو اور زیادہ آسان کر دیا۔ ھشام نے فروری ۷۴۳ء میں وفات پائی۔ اس کا بھتیجا ولید دوم اس کا جانشین ہوا۔

امام محمد باقرؒ نے ہشام کے عہد میں وفات پائی۔ آپ کے بیٹے امام جعفر صادقؒ آپ کے جانشین ہوئے۔

باب (۱۵)

ولیدِ دوم

جب ۷۴۳ء میں ہشام نے وفات پائی تو اس وقت عربوں کی سلطنت اپنی انتہا تک پہنچ چکی تھی۔ یورپ میں جنوبی فرانس، ہسپانیہ اور پرتگال پر قبضہ ہو چکا تھا۔ بحیرۂ روم کے جزیروں میں سے مجورکا۔ مینورکا۔ اویکا۔ کارسیکا۔ سارڈینیا۔ کریٹ۔ رڈلین۔ قبرص اور سسلی کا ایک حصہ عربوں کے قبضہ میں تھا۔ ان کے علاوہ یونانی ٹاپو منڈل

کے کئی ایک ٹاپو بھی ان کے قبضہ میں آچکے تھے۔ شمالی افریقہ میں آبنائے جبل الطارق سے خاکنائے سویز تک اور ایشیا میں صحرائے سینا سے منگولیا کے میدانوں تک کے سارے علاقے پر قابض ہو چکے تھے۔ لیکن مشرق اور مغرب دونوں میں نااتفاقی کی وجہ سے یہ عالیشان سلطنت کمزور ہو رہی تھی۔ اس نازک گھڑی میں ہشام کی وفات نے حالات کو مزید نازک بنا دیا۔ اس کا بیٹا ولید دوم اپنے باپ کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ عام لوگ اس کے طرزِ زندگی سے متنفر تھے۔ ہشام چاہتا تھا کہ اپنے جانشین کو بدل دے۔ لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔

اپنے چچا کی موت کی خبر سُن کر ولید اُردن سے دمشق پہنچ گیا۔ اُس نے اپنی حکومت کا آغاز ہشام کے خاندان کو محلات میں سے نکالنے سے کیا۔ ہشام کی تدفین تک بھی کئی ایک ناخوشگوار حالات رُونما ہو چکے تھے۔

شروع شروع میں ولید نے سپاہیوں کی تنخواہ بڑھا دی اور محتاجوں کے وظائف بڑھا دیئے۔ لیکن یہ اچھے کام بہت جلد ولید کی فطرت تلے دب گئے۔ عراق کا سابق گورنر خالد اس وقت دمشق میں ہی رہتا تھا۔ ولید نے اُسے یوسف کے حوالے کر دیا۔ یوسف نے اُسے مروا دیا۔ اسی طرح یحییٰ کو بھی قتل کر کے اُس کے سر کو دمشق میں صلیب پر لٹکا دیا گیا۔ یحییٰ کے قتل نے خراسان میں ہیجان پیدا کر دیا۔ اُس نے اُموی اختتام کو قریب تر کر دیا۔ لوگوں نے بہت زیادہ غم کا اظہار کیا۔ یحییٰ کے قتل کے دن جتنے لڑکے پیدا ہوئے اُن سب کا نام یحییٰ رکھا گیا۔ جب ابو مُسلم نے لوگوں کو اپنے گرد بُلایا تو وہ جوق در جوق انتقام لینے

کے لئے سیاہ کپڑے پہنے ہوئے جمع ہو گئے۔ زاں بعد سیاہ رنگ عباسیوں کا نشان بن گیا۔ جن اُمویوں نے یحییٰ کے قتل میں حصّہ لیا تھا اُنہیں چُن چُن کر قتل کر دیا گیا۔

ہشام نے ثعلبہ کو ہسپانیہ کا گورنر بنائے جانے کی تصدیق کر دی تھی۔ اس نے یمنیوں کی اتنی حمایت کی کہ مغیری اور بلاویون (ہسپانوی مسلمان) اس کے خلاف متحد ہو گئے۔ اس نے اتحادیوں کو مریدا کی دیواروں تلے شکست دی۔ ثعلبہ نے دس ہزار باغیوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ وہ ان سب کو اگلے دن قتل کرنا چاہتا تھا کہ ھشام کی طرف سے مقرر کردہ نیا گورنر وہاں پہنچ گیا۔ قرطبہ کے قریب ایک لڑائی میں یہ نیا گورنر مارا گیا۔ سولہ ماہ تک ہسپانیہ ایک عارضی گورنر کے ماتحت رہا۔ یہاں تک کہ دسمبر ۷۴۶ء میں یوسف کو ہسپانیہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ یوسف کے تقرر نے دونوں پارٹیوں کے اختلاف کو ختم کر دیا۔ دس سال تک یوسف ہسپانیہ کا گورنر رہا۔ اس مدّت میں دمشق کی طرف سے ہسپانیہ کے معاملات میں کسی قسم کا دخل نہ دیا گیا۔ اگر ۷۵۵ء میں ہشام کا پوتا عبدالرحمٰن عباسیوں کے انتقام سے بچ کر ہسپانیہ نہ پہنچ سکتا تو عین ممکن تھا کہ ہسپانیہ میں یوسف اپنی خاندانی حکومت قائم کر لیتا۔ عبدالرحمٰن کے وہاں پہنچ جانے سے تمام حالات بدل گئے۔ اس اُموی شہزادہ نے اپنی قابلیت، صلاحیت اور جُرأت سے تمام حالات پر قابو پا لینے کے بعد ہسپانیہ میں اپنے خاندان کی حکومت قائم کر لی۔ اب ہسپانیہ کی تاریخ مرکزی خلافت کی تاریخ سے ہٹ کر علیحدہ طور پر بیان کی جائے گی۔

جب یوسف اپنے مخالفوں سے لڑ رہا تھا تو سپین نے حملہ کر دیا اور فرانس کے شہروں پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ جن شہروں کی رونق کو عربوں نے دوبالا کر دیا تھا انہیں سپین کی فوجوں نے ویرانیوں میں بدل دیا۔ اس تباہی سے ان علاقوں میں قحط پڑا جس سے لوگ بھوکوں مر گئے۔ ۷۵۵ء میں عربوں کے پاس صرف ناربون رہ گیا۔ سپین نے تین سال تک اس شہر کا محاصرہ کئے رکھا۔ آخر فرانکوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کو چن چن کر قتل کر دیا گیا۔ جنوبی فرانس کے چھن جانے کے بعد بسکے کے کئی ایک ساحلی شہروں سے عربوں کا قبضہ اٹھ گیا۔

شمالی افریقہ میں بربریوں اور خارجیوں نے حنظلہ کے اقتدار کو تسلیم کر لیا تھا۔ تجارت اور صنعت نے ایک مرتبہ پھر ترقی کی۔ ۷۴۸ء میں عبدالرحمٰن بن حبیب نے بغاوت کی۔ چونکہ حنظلہ خونریزی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ الیفا کی طرف چل دیا۔ عبدالرحمٰن بن حبیب نے قیروان پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے وائسرائے ہونے کا اعلان کر دیا۔ دس سال تک عبدالرحمٰن بن حبیب کا اقتدار رہا۔ دمشق کے اموی اکابر میں ولید دوم کے عہد میں پہلی مرتبہ شدید اختلاف پیدا ہوا۔ ولید دوم کی عشرت پسندی سے بڑے بڑے اموی سردار نالاں تھے۔ ان میں سے کئی ایک نے تنگ آ کر اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ خالد کے قتل سے شام میں مقیم بنو حمیر جوش میں آ گئے تھے۔ انہوں نے ولید کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس بغاوت کی رہنمائی ولید اول کے بیٹے اور عبدالملک کے پوتے یزید نے کی۔ دمشق کے عوام نے بھی یزید کا ساتھ دیا۔ ولید دوم ایک قلعہ میں محصور کر لیا گیا۔ اس نے باغیوں سے صلح کی بات چیت کرنا

چاہی۔ لیکن باغیوں نے انکار کر دیا۔ قلعہ کا دروازہ توڑ دیا گیا۔ ولید کو اُس کے محل کے اندر قتل کر دیا گیا۔ باغیوں نے اس کے سر کو نیزے پر رکھ کر دمشق کے بازاروں میں اس کا مظاہرہ کیا۔ ولید دوم کی موت کے بعد باغیوں نے اپنے لیڈر یزید سوم کو تخت پر بٹھایا۔ یزید سوم بہت پارسا تھا۔ مذہب کا بڑا پابند تھا۔ اُس نے تخت نشین ہوتے ہی ایک خطبہ میں اپنی بغاوت کے اسباب بیان کئے۔ اسی خطبہ میں اُس نے قیام امن کا یقین دلایا۔ اگر وہ زیادہ دیر تک جیتا رہتا تو وُہ ایک بہت ہی قابل حکمران ثابت ہوتا۔ لیکن اُس کا عہدِ حکومت بہت مختصر تھا۔ اُس نے فلسطین میں بغاوتوں کو دبا دیا۔ چھ ماہ کی مختصر حکومت کے بعد وہ اس دُنیا سے چل بسا۔ یزید سوم کے بعد اس کا بھائی تخت نشین ہوُا۔ اس کا اثر دمشق تک ہی محدود تھا۔ اس لئے دُو ماہ دس دن حکومت کی۔ ابراہیم کا شمار خلفاء کی فہرست میں نہیں ہوتا۔ یزید سوم نے ولید دوم کے بیٹوں کو قید کر لیا تھا۔ مروان نے آرمینیا سے دمشق پر چڑھائی کر دی۔ تاکہ ولید دوم کے بیٹوں کو قید سے نکالے۔ ابراہیم اور مروان کی فوجوں میں لڑائی ہوئی۔ مروان جیت گیا۔ جونہی مروان دمشق میں داخل ہوُا، ابراہیم ولید کے بیٹوں کو قتل کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے بھاگ نکلا۔ ولید دوم کے خاندان کے لوگوں نے ابراہیم کے ساتھیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے یزید سوم کی قبر کھود کر اس کی نعش کو شہر کے دروازے پر لٹکا دیا۔

دمشق میں بدامنی پھیل چکی تھی۔ شہر کے بڑے بڑے لوگوں نے

مروان کا خیر مقدم کیا۔ مروان کے خلیفہ ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ بہت جلد لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ کیونکہ انہیں یہ توقع تھی کہ ایک بہادر سپاہی بدامنی میں بکھرے ہوئے ملک کو پھر سے باامن بنا دے گا۔

باب (۱۶)

اُمویوں کا زوال

مروان دوم اپنے گورنری کے زمانہ میں آرمینیا میں بڑی قابلیت اور شجاعت کا ثبوت دے چکا تھا۔ وہ خانہ بدوش قبائل کے حملوں کو کئی مرتبہ پسپا کر چکا تھا۔ وہ اپنی جسمانی طاقت اور قوتِ ارادی کے سبب بہت مشہور ہو چکا تھا۔ وہ سپاہیانہ زندگی بسر کرنے کا عادی تھا۔ وہ اپنی سادگی میں عام سپاہیوں سے مِلتا جُلتا تھا۔ اس نے محل کی زندگی میں بھی اپنی سادگی کو قائم رکھا تھا۔ حالانکہ اس زمانہ میں اس کے خاندان کے حکمرانوں میں عیش و عشرت گھر کر چکی تھی۔ اُسے قدیم تاریخ کے مطالعہ کا بڑا شوق تھا۔ وہ قدیم تاریخ کے بعض اہم واقعات کے متعلق اپنے مُشیروں اور مصاحبوں سے بحث کرتا تھا۔ تخت نشینی کے وقت مروان کی عمر ساٹھ سال تھی۔ لیکن اس کی سرگرمیوں نے ثابت کر دیا تھا کہ سن و سال کا اس پر کوئی

اثر نہیں پڑا۔ اُموی خاندان کو بچانے کے لئے بہادری سے زیادہ اُس قابلیت کی ضرورت تھی جو قبائلی رقابتوں کو مٹا سکتی۔ اپنے خاندان کے دوسرے افراد کی طرح مروان بھی اس صلاحیت سے محروم تھا۔ اگر مروان کے قلب و نظر میں وسعت ہوتی تو ایشیا کی تاریخ یکسر بدل جاتی۔ مروان نے قبائلی تنازعات کو ختم کرنے کی جگہ اُنہیں تیز کر دیا۔ اُس نے یمنیوں کی مخالف جماعت کا اس حد تک ساتھ دیا کہ شاعروں تک نے اُن کی مظلومی کو بیان کرنا شروع کر دیا۔ ان نظموں نے شہریوں اور بدویوں دونوں کے سینوں میں آگ لگا دی۔ اب ہر جگہ بنو مضر اور بنو حمیر ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے۔

مغربی ایشیا میں حالات نے نازک صورت اختیار کر لی تھی۔ پارسا اور فضلاء سیاست سے الگ ہو گئے۔ سیاست کی باگ ڈور اب خود غرض لوگوں کے ہاتھ میں تھی۔ کسی بہت بڑے حادثہ کا انتظار ہو رہا تھا۔ مروان کے تخت نشین ہوتے ہی حمص اور فلسطین میں بغاوت ہو گئی۔ خارجیوں نے صحراء سے نکل کر اُمویوں کی مخالفت شروع کر دی۔ انہوں نے تھوڑی دیر کے لئے یمن۔ حجاز اور عراق پر قبضہ کر لیا تھا۔ مروان نے خارجیوں کا مقابلہ کرنے میں سپاہیانہ جرأت اور عاقلانہ رہنمائی کا ثبوت دیا تھا۔ حمص اور فلسطین میں بغاوتوں کو فرو کرنے کے بعد وُہ عراق کی طرف بڑھا۔ اُس نے خارجیوں کو دجلہ کے پار بھگا دیا۔ مروان کے ایک جرنیل نے حجاز اور یمن سے بھی خارجیوں کو نکال دیا۔ عراق سے بھاگے ہوئے خارجیوں نے ایران میں پناہ لی۔ اور وہاں کی بے چینی میں مزید اضافہ کیا۔ حجاز اور یمن سے بھاگے ہوئے خارجیوں نے حضر موت میں پناہ

لی۔ اِن بغاوتوں کے فرو کرنے کے بعد مروان نے یزید بن عمر کو مشرقی مقبوضات کا وائسرائے مقرر کیا۔ اس نے سلطنت کے کام کاج کو اپنے دو بیٹوں عبدالملک اور عبداللہ کے سپرد کر دیا۔ اب مروان نے آرام و آسائش کی زندگی بسر کرنا شروع کر دیا۔ وہ اپنی آرام گاہ سے اس وقت نکلا جب کہ اُسے ایک ایسی مہم پر جانا پڑا جس نے اُس کی زندگی اور اس کے خاندان کی حکومت کو ختم کر دیا۔

جب مروان شام، عراق اور عرب میں بغاوتیں فرو کر رہا تھا تو اس وقت بنو مضر اور بنو حمیر کی باہمی لڑائی اموی اقتدار کو ایشیا میں ختم کر رہی تھی۔ خراسان کا گورنر نصر چونکہ مضری تھا اس لئے وہاں تمام حمیری عناصر اُس کی مخالفت پر صف آرا ہو چکے تھے۔ عرب قوم کے ان دو بڑے قبیلوں کی باہمی لڑائی سے عباسی تحریک کے لیڈروں نے فائدہ اُٹھانا چاہا۔ اس موقعہ پر ابو مسلم خراسانی نے بغاوت کا پھریرا بلند کر دیا۔ ابو مسلم خراسانی کے متعلق ایک پرانا مورخ لکھتا ہے کہ "شدید ترین ناکامی بھی اُس کے مزاج میں برہمی پیدا نہ کر سکتی تھی۔ وہ بڑی بڑی کامیابیوں کی خبر پا کر بھی اپنے چہرے پر کسی قسم کی مسرت کے آثار نمایاں نہ ہونے دیتا۔ دونوں قبیلوں کی باہمی رقابت سے اُس نے فائدہ اُٹھایا۔ ابو مسلم نے خراسان کو عباسیوں کی تحریک کا مرکز بنایا۔"

خراسان کا گورنر نصر ایک قابل اور ذہین انسان تھا۔ اچھے حالات میں وہ اپنی کوئی یادگار چھوڑ سکتا تھا۔ جب مروان خارجیوں سے لڑ رہا تھا تو اُس وقت نصر ایک ایسے شخص سے لڑ رہا تھا جس نے تمام یمنی عناصر کو متحد کر رکھا تھا۔ اِن حالات میں ابو مسلم خراسانی نے اہلِ بیت کے نام پر

ایک اعلان جاری کیا۔ امویوں کے مخالف عناصر نے متحد ہو کر ہرات اور دوسرے مشرقی مقامات سے عرب دستوں کو نکال دیا۔ کرمانی اور ابو مسلم کی فوجوں نے نصر کو مرو سے نکال دیا۔ ان حالات نے شامیوں کو چوکنا کر دیا۔ لیکن اب وقت گذر چکا تھا۔ معمولی سرکشی نے اب بغاوت کی صورت اختیار کر لی تھی۔ جس میں حجاز اور عراق کے کئی ایک عرب قبائل شریک تھے۔ نصر نے مروان سے امداد طلب کی۔ لیکن مروان اُس وقت خارجیوں کی بغاوت فرو کرنے میں مصروف تھا۔ نصر نے مروان کو ایک نازک صورتِ حالات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ اب بنو اُمیہ کے بیدار ہونے کا وقت ہے۔ اس پر مروان نے عراق کے گورنر کو لکھا کہ وہ نصر کی مدد کرے۔ لیکن کمک پہنچنے سے پہلے ہی فرغانہ اور خُراسان پر ابو مسلم کا قبضہ ہو چکا تھا۔ نصر نے جس کی عمر اس وقت پچاس سال تھی۔ ابو مسلم کا مقابلہ کیا۔ نصر نے شکست کھائی۔ اور وہ بھاگ کر فارس جا رہا تھا کہ راہ میں مر گیا۔

جب مشرق میں حالات کی رفتار یہ تھی تو مروان نے بنو ہاشم کی تلاش کی۔ جن کے نام پر بغاوت ہو رہی تھی۔ اسے پتہ چلا کہ بنو ہاشم جنوبی فلسطین کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں مقیم ہیں۔ اس نے ابراہیم کو عباسی تحریک کا امام سمجھتے ہوئے گرفتار کر لیا۔ اس گرفتاری کا ابو مسلم کی سرگرمیوں پر کوئی اثر نہ پڑا۔ مروان کا بیٹا عبداللہ ایک بہت بڑی فوج لے کر روانہ ہوا۔ کربلا کے میدان میں لڑائی ہوئی۔ جس میں عبداللہ کو شکست ہوئی جب مروان کو معلوم ہوا کہ ابراہیم اور ابو مسلم میں خط و کتابت ہو رہی ہے۔ تو اس نے ابراہیم کو قتل کروا دیا۔ ابراہیم کی زندگی ہی میں ابو العباس اپنے

بھائی کا جانشین مقرر ہو چکا تھا ابو العباس نے اُمویوں سے انتقام لینے کا عہد کر لیا۔ وہ اپنے عہد میں اس سختی سے پورا اُترا کہ وہ السفاح کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اسی اثناء میں ایران میں اُمویوں کا اقتدار ختم ہو چکا تھا۔ ۲۵ر نومبر ۷۴۹ء کو کوفہ کی جامع مسجد میں ابو العباس کی خلافت کا اعلان کر دیا گیا۔ اس طرح عباسیوں نے خلافت پر قبضہ کر لیا۔

مروان آرام و آسائش چھوڑ کر ایک ہزار سپاہیوں سمیت میدان میں نکلا۔ مروان نے دجلہ عبور کر کے فرات کے کنارے پر ڈیرے ڈال دیئے۔ ابو العباس کی فوج کے سیاہ لباس نے شامیوں کو حیران کر دیا ہو گا۔ ۲۵ر جنوری ۷۵۰ء کو ایک فیصلہ کن لڑائی میں مروان کو شکست ہوئی۔ مروان بھاگ کر دمشق پہنچا۔ یہاں وہ اپنے آپ کو غیر محفوظ پا کر فلسطین کی طرف چلا دیا۔ اسی اثناء میں عباسیوں نے موصل، حمص اور دمشق پر قبضہ کر لیا۔ دمشق پہنچ کر عباسی فوجوں نے نہ صرف زندوں کا قتلِ عام کیا۔ بلکہ قبریں کھود کر نعشوں کو سزائیں دی گئیں۔ مروان کا تعاقب بدستور جاری تھا۔ مروان مصر کے ایک چھوٹے سے گاؤں بوصیر کے ایک گرجا میں اُترا ہوا تھا کہ اُسے عباسیوں کے آنے کی اطلاع ملی۔ وہ تلوار لے کر باہر نکل آیا اور بڑی بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اس کی موت کے ساتھ ہی دمشق میں اُموی خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

سفاح کے حکم کے مطابق اُمویوں کو چُن چُن کر قتل کیا گیا۔ عبد اللہ بن علی نے بنو اُمیہ کے اسّی افراد کو ایک ضیافت میں بلوا کر انہیں قتل کروا دیا۔ اس قتلِ عام سے ہشام کا ایک پوتا عبدالرحمن بچ کر ہسپانیہ پہنچ گیا تھا۔

مروان کی موت کے بعد مشرق میں بنو اُمیہ کی حکومت ختم ہو گئی۔ اِس

خاندان کے بعض حکمران بلاشبہ بہت بڑے تھے۔ اور بعض اپنے زمانہ کے یورپی بادشاہوں سے زیادہ بڑے نہیں تھے۔ اُموی خاندان نے اکانوے سال حکومت کی۔ بنو عباس اور بنو اُمیہ کی ذاتی لڑائیوں نے عربوں کے ذہنی ارتقاء میں نمایاں حصّہ لیا۔ اِس تصادم سے کئی ایک بڑے آدمی پیدا ہوئے ؛

باب (۱۷)

اُموی دَور پر ایک نظر

خلافتِ راشدہ کے دَور میں مدینہ کی ساری آبادی خلیفہ کو منتخب کرتی۔ اس اِنتخاب کو سارے عرب تسلیم کر لیتے تھے۔ منتخب شُدہ کے ہاتھ پر مسجدِ نبویؐ میں مسلمان بیعت کرتے۔ حضرت معاویہ کے زمانہ سے ہر حکمران اپنا جانشین مقرر کرتا تھا۔ سیاسی لحاظ سے اُموی حکومت، جمہوریت اور بادشاہت کا ایسا مرکب تھی جس میں نہ جمہوریت کے فوائد تھے نہ بادشاہت کے۔ خلافتِ راشدہ میں بیت المال عوام کی ملکیّت ہوتا تھا اور اِسلامی مملکت کے ہر فرد کو مملکت کی اس آمدنی سے الاؤنس دیا جاتا تھا۔ اُموی دَور میں بیت المال، حکمران کی ملکیّت بن گیا۔ اُموی دَور میں مالیہ کے وہی ذرائع تھے جو خلافتِ راشدہ میں تھے۔ ہر صوبے کے محاصل کو صوبائی خزانہ میں جمع کیا جاتا تھا۔ صوبائی اخراجات (جس میں رفاہِ عامّہ کے

کام بھی شریک تھے) وضع کرنے کے بعد بقایا رقم دمشق کے مرکزی خزانہ میں جمع کرادی جاتی تھی۔ ٹیکس وصول کرنے کا کام عاملوں کے سپرد تھا۔ عام طور پر ٹیکسوں کی رقم وہی ہوتی تھی جو خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں مقرر ہو چکی تھی۔ لیکن جب کبھی ان ٹیکسوں کی رقم بڑھانے کی کوشش کی گئی تو اس کا نتیجہ بغاوتوں کی صورت میں رُونما ہوتا رہا۔

اُموی سلطنت کو پانچ بڑے بڑے حصّوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہر حصّہ کا ایک وائسرائے ہوتا تھا۔ ہر وائسرائے کے ماتحت مختلف صُوبوں کے گورنر ہوتے تھے۔ ہر حصّہ کا سیاسی اور انتظامی کاروبار وائسرائے کے سپرد ہوتا تھا۔ ہر صُوبہ کے گورنر کو بھی انتظامی اختیارات حاصل تھے۔ لیکن محاصل وصول کرنے والا افسر گورنر کے ماتحت نہیں ہوتا تھا۔ بڑے بڑے شہر کے ججوں کو اختیار حاصل تھا کہ وہ اپنے نائب خود مقرر کریں۔ غیر مسلموں کے مقدمات کی سماعت غیر مسلم مجسٹریٹوں کے سپرد تھی۔ جمعہ کی نماز کبھی گورنر پڑھاتا اور کبھی قاضی۔ پولیس کا اعلیٰ افسر گورنر کے ماتحت ہوتا تھا۔ ہشام کے عہد میں ایک ملیشیا تیار کیا گیا جس کے فرائض پولیس اور فوج کے فرائض کے بین بین تھے۔ گورنروں کو احکام پہنچانے کے لئے دیوان خاتم کے نام سے ایک علیٰحدہ محکمہ قائم تھا۔ ہر فرمان کو پہلے ایک رجسٹر میں نقل کیا جاتا۔ اور اس کے بعد اسے متعلقہ گورنر کے پاس سر بمہر بھیجدیا جاتا۔ اُمویوں کے عہد میں پوسٹل سسٹم (ڈاک کا محکمہ) بھی جاری تھا۔ اِسی پوسٹل سسٹم نے عباسیوں کے عہد میں بہت ترقی کی۔ عبدالملک کے عہد میں حکومت کے تمام بڑے بڑے عہدوں کو عربوں کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ عراق میں

اس کے نائب حجاج نے حکومت کے بڑے بڑے عہدوں سے نہ صرف غیر مسلموں کو الگ کیا بلکہ اُس نے غیر عرب مسلمانوں کو بھی حکومت کے بڑے بڑے عہدوں سے الگ کر دیا۔ حجاج اپنے اِس اقدام میں اتنا آگے نکل گیا تھا کہ اُس نے غیر عرب مسلمانوں پر وہ ٹیکس لگایا جو ذمیوں پر عائد ہوتا تھا۔ عبدالملک کی یہ پالیسی زیادہ دیر تک نہ چل سکی۔ کیونکہ بہت جلد ایرانیوں اور عیسائیوں کو حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیا گیا۔ لیکن اِس پالیسی نے بے چینی کے ایسے بیج بو دیئے تھے کہ آخر کار اس سے اُموی سلطنت ختم ہو گئی۔ عبدالملک پہلا مسلمان حکمران ہے جس نے اپنا آزادانہ سکّہ جاری کیا۔ صوبائی گورنر اپنی مقامی ضرورتوں کے مطابق سکّے جاری کرتے تھے۔ عبدالملک سے پہلے سرکاری حسابات ایرانی، یونانی اور سریانی زبانوں میں رکھے جاتے تھے۔ عبدالملک کے حکم سے سرکاری حسابات عربی میں رکھے جانے لگے۔

سلطنت کے ہر عرب باشندے کے لئے فوجی خدمت لازمی تھی۔ ریزرو فوج میں رہنے کی نسبت جنگی خدمت میں شرکت کے وقت زیادہ تنخواہ دی جاتی تھی۔ ہر اُس شخص کو جو فوجی خدمت کے قابل سمجھا جاتا تھا۔ حکومت کی طرف سے وظیفہ ملتا تھا۔ اُمویوں کے سمندری بیڑے کی کمان ایک افسر کے سپرد تھی جسے امیرالبحر کہا جاتا تھا۔

حفاظتی تدابیر کے ماتحت ہر شہر کے گرد فصیل ہوتی تھی۔ مخصوص مصنوعات کے لئے مخصوص بازار ہوتے تھے۔ عرب جہاں کہیں آباد ہوتے وہاں وہ قبائلی تقسیم ضرور ملحوظ رکھتے۔ ہر قبیلہ کے لئے ایک مخصوص محلہ۔ بازار۔ مسجد۔ مدرسہ اور قبرستان ہوتا تھا۔ اس قسم کے ہر محلّے کا

اپنا دروازہ اور دربان ہوتا تھا۔

جب مسلمانوں نے دمشق کو فتح کیا تھا تو اس وقت دمشق ایک بارونق شہر اور رومی گورنر کا صدر مقام تھا۔ اُمویوں کے عہد میں دمشق دُنیا کے خوبصورت ترین شہروں میں شمار ہونے لگا۔ اُمویوں نے اس شہر کی رونق کو عالیشان عمارتوں، فواروں اور باغوں سے بڑھایا۔ ولید اوّل نے دمشق کو خوبصورت بنانے میں بہت روپیہ صرف کیا۔ اُس نے دمشق میں ایک جامع مسجد بنوائی۔ شہروں کی رونق بڑھانے میں عرب امیر ایک دُوسرے سے سبقت لے جانا چاہتے تھے۔ دمشق کے علاوہ اور بھی کئی ایک شہروں کی خوبصورتی میں اضافہ کیا گیا۔ دمشق میں آب رسانی کا انتظام حیرت انگیز طور پر بہتر تھا۔ بے شمار تالابوں کے علاوہ دمشق میں سات نہریں بہتی تھیں۔ حُسن و آرائش میں خلیفہ کا محل اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ خلیفہ کے لئے ضروری ہوتا تھا کہ وہ جمعہ کی نماز پڑھائے۔ امیر معاویہ، عبدالملک اور حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز اس فریضہ کو پُوری طرح سے ادا کرتے رہے۔ دوسرے اُموی خلفاء اِس ادائیگی میں باقاعدگی نہیں برتتے تھے۔ اُموی خاندان کے پہلے چند حکمرانوں کو فارغ اوقات میں اسلام سے پہلے کے عرب بہادروں کے کارنامے سُننے کا بہت زیادہ شوق تھا۔ وہ شعر و شاعری سے بھی اپنا دل بہلاتے تھے۔ اُمویوں کے عہد میں دمشق موسیقی کا بہت بڑا مرکز بن گیا تھا۔ گانے والے دُور دراز مقامات چھوڑ کر دمشق میں آباد ہو جاتے تھے۔ لوگوں میں گھوڑ دوڑ کا بہت زیادہ شوق تھا۔ ہشام نے گھوڑوں کی نسل کو بہتر بنانے کے لئے گھوڑ دوڑ کو عام کر دیا تھا۔ اس کے اصطبل میں چار ہزار گھوڑے تھے۔ بعض اُموی شہزادیاں

بھی گھوڑے دوڑانے میں مشاق تھیں۔ ہشام کے عہد میں موسیقی کا رواج عام ہو گیا تھا۔ نچلے طبقہ کی گانے والیوں کی دمشق میں اتنی تعداد ہو گئی تھی کہ بڑے طبقوں کی خواتین نے اپنے آپ کو گھروں میں مقید کر لیا۔

اُموی دربار نے بازنطینی دربار کی بہت سی رسمیں اختیار کر لی تھیں ولید سوم کے عہد میں مرد اور عورتیں الگ الگ ہو گئی تھیں۔ لیکن اس علیحدگی کے باوجود سوسائیٹی میں عورتوں کو بہت سے حقوق حاصل تھے۔ اُموی عہد میں بعض مشہور خواتین گذری ہیں۔ اُموی دَور میں مردوں کے لباس میں کوئی نمایاں فرق نہیں آیا تھا۔ ہر شخص اپنے ذرائع کے مطابق کپڑا پہنتا تھا۔ مختلف پیشوں کے لئے مختلف قطع کا لباس مخصوص ہو چکا تھا۔ اُموی عہد کے حسین اور دلکش دمشق کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کتنا بارونق اور کتنا خوبصورت شہر ہوگا۔

اُموی عہد کا سب سے بڑا عالم خالد بن یزید تھا۔ اس عہد میں علم اور ادب نے بھی ترقی کی۔ کئی ایک فلسفیانہ اسکول قائم ہوئے۔ مُعتزلہ تحریک کا آغاز اسی دَور میں ہوا تھا۔ یزید سوم اور مروان دونوں معتزلی تھے۔

حصّۂ دوم

باب (۱)

سفّاح اور منصور

عباسیوں کے عروج کے ساتھ ہی مغربی ایشیا کی تاریخ اپنا پہلو بدلتی ہے ۔ دارالحکومت شام سے عراق میں منتقل ہوگیا ۔ اُمورِ سلطنت میں شامیوں نے جو اہمیت حاصل کی تھی وہ ختم ہوگئی ۔ ترقی کی لہر مغرب سے مشرق کی طرف دوڑنے لگی ۔ خلافت کی وحدت ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی ۔ ہسپانیہ نے شروع سے ہی عباسیوں کے اقتدار کو تسلیم نہیں کیا تھا ۔ عبدالرحمٰن نے بہت جلد ہسپانیہ پر قابو پانے کے بعد ایک ایسے خاندان کی بناء ڈالی جو شروع میں عباسیوں کے ماتحت تھا ۔ لیکن ایک مدّت کے بعد وہاں عباسیوں کا اقتدار برائے نام رہ گیا ۔ سلطنت کی حدود کا کم ہوجانا فائدے سے خالی نہیں تھا ۔ کیونکہ اس سے عباسی خلافت کو اپنی قوت کے مرکوز کرنے اور اپنے ذرائع کو منظم کرنے کا موقعہ مل گیا ۔ اس کے ساتھ ہی خلافتِ عباسیہ کو اپنی رعایا کی مادی اور ذہنی ترقیوں کے لئے بھی وقت مل گیا ۔ اس خاندان کے پہلے نو حکمران (ایک کے علاوہ) غیر معمولی

صلاحیتوں کے مالک تھے۔ اور اعلیٰ درجہ کے مدبّر تھے جنہوں نے رفاہِ عام کے لئے بہت کچھ کیا۔ اگرچہ اُن میں سے بعض کے عہد میں چند ایک جابرانہ افعال بھی سرزد ہوئے۔ لیکن وہ اپنے زمانہ کے دستور کے مطابق خاندانی پالیسی کے نتائج تھے۔ ایک فرانسیسی عالم اور مورّخ کے الفاظ میں خلافتِ عباسیہ کا پہلا دَور مشرقی عربوں کی شان و شوکت کا زمانہ تھا۔ فتوحات کا زمانہ گذر چکا تھا۔ تہذیب و تمدّن کا دَور شرُوع ہو گیا۔

ابوعباس کی خونریزی کا ذکر ہو چکا ہے۔ اسی خونریزی کے سبب اُسے سفّاح کہا گیا۔ لیکن اپنی ستم رانیوں کے باوجود سفاح ایک فیاض حکمران خیال کیا جاتا ہے۔ جسے اپنے فرائض کے ادا کرنے کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا۔ اُسے عیش و عشرت کی زندگی سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ اپنے زمانہ کی مروّجہ رسم کے مطابق اُس نے ایک ہی بیوی پر قناعت کی۔ سفّاح پر اس کی بیوی سلمیٰ کا بہت زیادہ اثر تھا۔ لیکن سفاح کے دِل میں اُمویوں کی مخالفت کے جذبات کو فرو کرنے میں ام سلمیٰ کا اثر و رسُوخ بھی کسی کام نہ آتا تھا۔

بنو اُمیّہ کے ساتھ سفّاح کی اس بدسلوکی نے قدرتی نتائج پیدا کئے۔ ملک کے مختلف حِصّوں میں اُمویوں کے حامیوں نے سر اُٹھایا۔ شکست خوردہ خاندان کے حق میں دمشق۔ حمص۔ قنسرین۔ فلسطین اور عراق میں اُمویوں کے حامی کافی مدّت تک لڑتے رہے۔ لیکن آخر کار اُن کے سرداروں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اب سفّاح نے اپنے خاندان کے افراد یا اپنے حامیوں کو صوبوں کا حاکم مقرر کیا۔ عراق۔ آرمینیا اور آذربائیجان کا حاکم ابوجعفر مقرر کیا گیا۔ خالد برمک کو وزیر خزانہ مقرر کیا گیا۔ وزارت

عظمیٰ کے فرائض ابوسلمیٰ کے سپرد تھے۔ ابوسلمیٰ کے اثر ورسوخ سے جل کر ابومسلم خراسانی نے اُسے قتل کروا کر اس کے قتل کو خارجیوں کی طرف منسوب کر دیا۔ نئے حکمران کے نظم ونسق کے باوجود اُمورِ سلطنت میں ابھی کافی خامیاں تھیں۔ بازنطین نے اس موقعہ پر عباسی سلطنت کے شمالی علاقوں پر حملے شروع کر دیئے۔ بازنطینی فوج نے شہریوں کا قتلِ عام کرنے کے بعد تمام علاقے کو ویران کر دیا۔ سفّاح (۷۴۹-۷۵۴) نے اپنی موت سے پہلے اپنے بھائی ابوجعفر کو اپنا جانشین نامزد کیا۔

سفّاح اگرچہ بنو عباس کا پہلا حکمران ہے۔ لیکن اس خاندان کا حقیقی بانی ابوجعفر منصور ہی کو تصور کرنا چاہیئے۔ منصور ہی کی دُور اندیشی کا نتیجہ تھا کہ عباسی خاندان اپنا سیاسی اقتدار کھو دینے کے بعد بھی ایک مدت تک قائم رہا۔ منصور کے ساتھ ہی اُن شاندار خلیفوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو ایشیا کے طول وعرض میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ اُنہوں نے اپنے اقتدار کو اپنی قوم کی بہتری کے لئے صرف کیا۔ اُنہوں نے اپنے آپ کو نئے شہروں، نئی سڑکوں، نئی سراؤں، نئی نہروں اور نئے اداروں کے قیام میں مصروف کر دیا۔ ان کے عہد میں تجارت نے ترقی کی۔ اور مختلف فنون نے فروغ پایا۔ ابوجعفر کا کردار خوبیوں اور خامیوں کا عجیب وغریب آمیزہ ہے۔ ایک سیاستدان مدبّر اور حکمران کی حیثیت میں اس کا کوئی جواب نہیں۔ دُور اندیشانہ دانائی اور رفاہی سرگرمی میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہیں۔ منصور ہر اس شخص کے خلاف تلوار اُٹھاتا جسے وہ اپنے یا اپنے خاندان کے لئے خطرناک خیال کرتا۔ سیوطی کے الفاظ میں منصور سے پہلے بنو عباس اور آلِ علی متحد تھے۔ لیکن اس نے اُن میں نااتفاقی کا بیج

بو دیا۔

سفّاح کی موت کی خبر سُن کر ابو جعفر مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہُوا۔ وہ مشکل سے تخت پر بیٹھا ہی تھا کہ اُس کے چچا عبداللہ بن علی نے جو سفّاح کے عہد میں شام کا گورنر تھا بغاوت کر دی۔ منصُور نے ابو مسلم کو بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجا۔ ابو مسلم نے عبداللہ بن علی کو شکست دی۔ عبداللہ اور اُس کے دو بیٹوں کو منصُور نے ہاشمیہ کے ایک قلعے میں قید کر دیا۔ لیکن بغداد کے قریب ہی عبداللہ بن علی کا قید رہنا درِ خلافت کو خطرات سے خالی دِکھائی نہ دیا۔ چنانچہ اس کے لئے نمک کی بنیادوں پر ایک مکان بنایا گیا جس میں اُسے تکلف سے رکھا گیا۔ پہلی بارش نے مکان کو سطحِ زمین سے ہموار کر دیا۔ بدبخت قیدی ملبہ کے نیچے دب گیا۔ اس نے اُمویوں پر جو مظالم کئے تھے اس کے پیشِ نظر اُس کی یہی سزا ہونی چاہیئے تھی۔

عبداللہ بن علی کو شکست دینے کے بعد ابو مسلم خراسان جانا چاہتا تھا۔ اُس نے عملی طور پر اپنی بادشاہت قائم کر رکھی تھی۔ خراسان میں اُس کا بہت زیادہ اثر و رسُوخ تھا۔ خراسان میں اُس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہاں کئی ایک گروہ اُسے پیغمبر مانتے تھے۔ وہ اُنگلی کے ایک اشارے سے عباسی خاندان کو تباہ کر سکتا تھا۔ جس کے ہاتھ وہ سلطنت کی باگ ڈور دے چکا تھا اُس کا طرزِ عمل بھی اب ناقابلِ برداشت ہو چکا تھا۔ منصور اب ابو مسلم سے رہائی پانا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لئے ضروری تھا کہ منصور اُسے خراسان نہ پہنچنے دے۔ چنانچہ منصُور نے اُسے شام کی حکومت پیش کی۔ لیکن ابو مُسلم اس چال سے بچ نکلا۔ وہ اپنی فوج سمیت خراسان کی طرف روانہ ہو گیا۔ منصُور کے لئے اس کی مخالفت کرنا ناممکن تھا۔ وہ لوگ جو دُوسروں

کے خلاف سازش کرتے ہیں، عام طور پر خود بھی کسی سازش ہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ منصُور کی طرف سے بہت سے وعدوں نے ابُو مُسلم کے سفر کا رُخ بدل دیا۔ دربارِ خلافت میں اس کا شاندار خیر مقدم کیا گیا اس کے ساتھ شاہانہ سلوک ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک دِن منصور کی موجودگی میں ہی اُسے محل کے اندر قتل کر دیا گیا۔

جب تک ابُومسلم زندہ تھا منصُور اپنے آپ کو محفوظ خیال نہیں کرتا تھا۔ اب اُس نے اپنی پوزیشن کو محفوظ خیال کرتے ہوئے اپنے لیئے کسی موزوں دارالسلطنت کی تلاش شروع کی۔ دمشق میں بنو عبّاس کے لئے خطرہ تھا۔ بصرہ اور کوفہ کے لوگوں کی سیمابی طبیعت ان میں سے کسی ایک کو بھی راجدھانی بنانے کی راہ میں حائل تھی۔ بہت تلاش کے بعد اُس نے اُس مقام کو منتخب کیا جہاں اب بغداد ہے۔ جو اُس زمانہ میں بصرہ سے چھ دن کا دریائی سفر تھا۔

کہا جاتا ہے کہ بغداد نوشیرِوان کی گرمائی راجدھانی تھی۔ اور اُس کے عدل و انصاف ہی کے سبب اس مقام کا نام "باغ داد" پڑ گیا تھا۔ ایرانی حکومت کے خاتمہ کے ساتھ ہی یہ مشہور باغ بھی مٹ گیا۔ اِسی مقام پر خلیفہ منصُور کا دارالخلافہ اس تیزی کے ساتھ تعمیر ہُوا گویا وہ کِسی جادوگر کا کام تھا۔ منصُور کا بغداد دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر آباد کیا گیا۔ بہت جلد دجلہ کے مشرقی کنارے پر بھی ایک نیا بغداد بس گیا۔ مغربی کنارے کا شہر منصُوریہ اور مشرقی کنارے کا شہر منصُور کے جانشین کے نام پر مھدیہ کہلاتا تھا۔ زیبائش اور آرائش میں مہدیہ کسی طرح بھی منصوریہ سے کم نہیں تھا۔ چنگیزی فوجوں کی تباہ کاریوں تک بغداد تہذیب و

تمدّن کا بہت بڑا مرکز تھا۔ اس شہر کے بہت سے دروازے تھے۔ ہر دروازے کے اُوپر ایک مینار ہوتا تھا۔ جہاں دن رات سپاہیوں کا پہرہ رہتا تھا۔

ابو مُسلم کے قتل کے بعد اُس کے ساتھیوں نے خراسان میں بغاوت کر دی لیکن اُنہیں شکست دے کر مُنتشر کر دیا گیا۔ اِسی اثناء میں بازنطین کے شہنشاہ کے حملے کو روکا گیا۔ بازنطین شہنشاہ نے منصُور کے ساتھ صلح کر لی۔ اب منصُور نے اُن شہروں کو آباد کرنے پر وقت صرف کیا جنہیں بازنطینی حملوں نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔ اُس نے اپنی سلطنت کی سرحدوں کے استحکام کے لئے دَورہ کیا۔ اہم سرحدی مقامات پر چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔ طبرستان کے پہاڑی لوگوں نے اچانک بغاوت کر دی۔ اُس بغاوت کو فرو کرنے کے بعد طبرستان اور جیلان کو مستقل طور پر عباسی سلطنت میں شامل کر دیا گیا۔ طبرستان کے باغیوں پر مشکل سے قابو پایا ہی تھا کہ دیلمیوں نے عباسی مملکت پر حملے شروع کر دیئے۔ اُنہیں شکست دے کر پہاڑوں کی طرف بھگا دیا گیا۔

اب منصُور نے اپنی سلطنت کے صُوبوں کی نئی تقسیم کی۔ ہر صُوبے میں وقائع نگار مقرر کئے گئے۔ تاکہ وہ مرکزی حکومت کو تمام صُوبوں کی اطلاعات سے باخبر رکھیں۔

اب ہم اس شاندار اور پُرشکوہ حکمران کی تاریخ کا ایک ایسا ورق اُلٹتے ہیں جو رحمدلی سے خالی ہے۔ اس زمانہ میں بنو حسن رضؓ اور بنو حسین رضؓ مدینہ میں زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ زیادہ تر علمی اور دینی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ مدینہ میں بنو حسن رضؓ اور بنو حسین رضؓ (بنو ہاشم) کے اثر و رسُوخ سے خائف

ہو کر منصور نے محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسینؓ بن علیؓ اور اُن کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ کو گرفتار کرنا چاہا۔ لیکن وہ بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ منصور نے بنو حسنؓ کے خاندان کے بہت سے افراد کے ساتھ محمد عثمانی کو بھی گرفتار کر لیا۔ ان سب کو اُس نے کوفہ کے ایک قلعہ میں قید کر دیا۔ اب منصور کی فوج محمد اور ابراہیم کی تلاش میں نکلی۔ محمد بن عبداللہ نے مدینہ میں پہنچ کر منصور کو خلیفہ ماننے سے انکار کر دیا۔ ابراہیم نے بصرہ میں پہنچ کر اسی قسم کا اعلان کر دیا۔ مدینہ کے حاکم کو قید کر لیا گیا۔ چند دنوں کے اندر اندر حجاز اور یمن نے محمد بن عبداللہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ محمد بن عبداللہ نے کافی فوج اکٹھی کر لی تھی۔ اسی فوج نے کئی مرتبہ منصور کی فوج کو شکست دی۔ لیکن ایک لڑائی میں اس فوج کے بہت سے سپاہی اپنے سردار سمیت مارے گئے۔ اب منصور نے مدینہ اور بصرہ سے انتقام لیا۔ بصرہ کے جن لوگوں نے ابراہیم بن عبداللہ کا ساتھ دیا تھا۔ اُنہیں قتل کر دیا گیا۔ اُن کے گھر مسمار کر دیئے گئے۔ مدینہ میں بنو حسنؓ اور بنو حسینؓ کی جائدادیں ضبط کر لی گئیں۔ منصور نے امام جعفر صادق کو قتل کی دھمکی دی۔ اس نے امام ابو حنیفہ کو قید کر دیا۔ اور امام مالک کو کوڑے لگوائے۔ جب منصور کے سامنے ابراہیم بن عبداللہ کا سر لایا گیا تو اس نے اس سر کو ابراہیم کے باپ عبداللہ کے پاس مدینہ بھجوا دیا۔ بوڑھے باپ نے اپنے بیٹے کا سر لانے والے قاصد کے ہاتھ منصور کو یہ پیغام بھجوایا کہ اپنے آقا سے کہنا کہ ہماری مصیبت اور اُس کی راحت کے دن بڑی تیزی سے گذر رہے ہیں۔ ہم بہت جلد اُس عادلِ مطلق کے سامنے پیش ہوں گے جو اُس کے اور ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا۔

اب منصور کا اقتدار مغربی ایشیا اور افریقہ پر مسلّم تھا ہسپانیہ اگرچہ اس سیاسی اقتدار میں نہیں تھا۔ پھر بھی اس ملک میں خطبہ منصور ہی کے نام سے پڑھا جاتا تھا۔ کیونکہ حرمین شریفین کا امین اور محافظ تھا۔

منصور نے اپنے بیٹے جعفر کو موصل کا گورنر مقرر کیا۔ حرب بن عبداللہ کا نائب تھا۔ موصل کے مضافات میں حرب بن عبداللہ کا ایک خوبصورت قلعہ تھا۔ جعفر نے اسی قلعہ میں رہائش اختیار کی۔ جعفر کی بیٹی زبیدہ اسی قلعہ میں پیدا ہوئی تھی۔

منصور کے عہدِ حکومت میں شمالی افریقہ کے حاکم نے ہسپانیہ کو فتح کرنے کی کوشش کی۔ لیکن حملہ آور فوج کو عبدالرحمٰن اموی نے شکست دی۔ جب منصور نے مکہ میں اپنا دربار لگایا ہوا تھا تو عبدالرحمٰن کے ایک خفیہ ایلچی نے عباسی کمانڈر کے سر کو دربار میں پھینک دیا۔ کسی شخص کو بھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس سر کو دربار میں کس نے پھینکا ہے۔ منصور اس واقعہ سے اس قدر خوفزدہ ہوا کہ اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ "شاہین قریش" اور اس کے درمیان ایک سمندر حائل ہے۔ بحیرۂ خزر کے ساحلی خانہ بدوشوں نے جارجیہ پر حملہ بول دیا۔ لیکن منصور کی فوج نے ان خانہ بدوشوں کو بھگا دیا۔ اسی اثناء میں کردوں نے تکلیف دہ رویہ اختیار کر لیا تھا۔ منصور نے اُن کی سرکوبی کے لئے اپنے وزیر خزانہ خالد بن برمک کو عراق کا گورنر مقرر کیا۔ خالد نے آئین شکن کردوں کی سرکوبی کی۔

اب منصور نے اپنے بھتیجے عیسیٰ کو مجبور کرنا شروع کیا کہ وہ اس کی جانشینی سے مستعفی ہو جائے۔ منصور نے تشدد آمیز رویہ سے عیسیٰ کو مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا۔ منصور نے اپنے بیٹے محمد کو المہدی خطاب

دے کر اپنا جانشین مقرر کیا۔

۷۶۶ء میں امام جعفر صادق کا مدینہ میں انتقال ہو۔ آپ نے مدینہ میں جس علمی ادارے کو قائم کیا تھا اُسے آپ کے فرزند امام موسیٰ کاظمؒ نے جاری رکھا۔

۷۶۸ء میں خراسان میں ایک ہولناک بغاوت پھوٹ نکلی۔ اِس بغاوت کا سرغنہ استادسیس تھا۔ منصور نے اس بغاوت پر قابو پالیا۔ باغیوں کے سرغنہ کو اس کے خاندان سمیت بغداد پہنچا دیا گیا۔ جہاں اس کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کیا گیا۔

منصور کے لئے افریقہ ایک مستقل خطرہ بنا ہوا تھا۔ اغلب نے دو سال تک نہایت کامیابی سے افریقہ پر حکومت کی۔ ایک بغاوت فرو کرتے ہوئے تونس کے قریب مارا گیا تھا۔ خارجیوں نے پھر بغاوت کی۔ انہوں نے قیروان کے لئے بہت بڑا خطرہ پیدا کر دیا۔ محاصرہ کے دوران میں عمر مارا گیا۔ قیروان پر باغیوں نے قبضہ کر لیا۔ منصور نے غصہ کھا کر باغیوں کی سرکوبی کے لئے ایک اور فوج بھیج دی۔ جس کی کمان یزید مہلبی کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے خارجیوں کو شکست دی۔ اُن کے گروہوں کا تعاقب کیا۔ وہ پندرہ سال تک شمالی افریقہ کا گورنر رہا۔ اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا داؤد اس کا جانشین بنا۔

منصور نے کوفہ اور بصرہ کے گرد چار دیواری کھنچی۔ اُس کے حکم سے مردم شماری کی گئی۔

بازنطینی شہنشاہ نے اپنے معاہدے کے برعکس مسلم مملکت پر حملہ کر دیا۔ لیکن اُسے شکست کھانی پڑی۔ ایک نئے معاہدے کی رُو سے

بازنطینی شہنشاہ نے خراج دینا قبول کر لیا۔ منصور نے جب صوبوں کے نئے گورنر مقرر کئے تو مدینہ کا گورنر بنو حسن رضؓ میں سے لیا گیا۔

اس نے اپنی سلطنت کے فروغ دینے کے لئے جو تگ و دو کی تھی۔ اس نے اس کی صحت کو خراب کر دیا تھا۔ اُس نے محسوس کیا کہ اب وہ اس دُنیا میں بہت تھوڑی مدت رہے گا۔ اُس نے اپنے جانشین کو بُلا کر اُسے چند ہدایات کیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں :۔

۱۔ جس کام کو تم آج کرنا چاہتے ہو اُسے کسی حالت میں بھی کل پر نہ چھوڑو۔

۲۔ سزا دیتے وقت حدِ اعتدال سے کبھی تجاوز نہ کرو۔

۳۔ عوام اور فوج کو ہمیشہ مطمئن رکھو۔

۴۔ اپنا خزانہ کبھی خالی نہ ہونے دو۔

۵۔ اپنا سارا دھیان اپنے کام پر صَرف کرو۔ اور صرف اُن لوگوں سے مجلس رکھو جن کے مشوروں سے تمہیں فائدہ پہنچ سکے۔

۶۔ اپنے دوستوں اور عزیزوں کو کبھی نظر انداز نہ کرو۔

۷۔ سرحدوں کی حفاظت مذہبیاً تمہارے ذمّہ ہے۔

۸۔ خلیفہ کی نیک نامی کا انحصار اس کے تقویٰ پر ہے۔

۹۔ لوگوں کی اصلاح کا سب سے اعلیٰ طریقہ عدل ہے۔

۱۰۔ جب تم طاقتور ہو جاؤ تو نرمی برتو۔

۱۱۔ جو لوگ تمہاری اطاعت کریں تم اُن سے محبّت کرو۔

باپ بیٹے کی اس ملاقات کے بعد باپ بغداد سے مکہ روانہ ہو گیا تاکہ اپنی زندگی کے آخری ایام وہاں گذارے۔ لیکن مکہ پہنچنے سے پہلے ہی منصور اس دُنیا سے چل بسا۔ منصور کی تدفین کے لئے ایک سو قبریں کھودی گئیں۔

اسے اُسے خفیہ طور پر ایک قبر میں دفن کر دیا گیا۔ تاکہ کسی شخص کو اس کی آخری آرام گاہ کا پتہ نہ چل سکے۔

منصور نے تقریباً بائیس سال حکومت کی۔ وہ دراز قامت اور خوبرو تھا۔ وہ دن کے ابتدائی حصہ میں زیادہ وقت احکام جاری کرنے میں صرف کرتا، اور سہ پہر کا وقت اپنے بال بچوں میں گزارتا۔ شام کی نماز کے بعد وہ مراسلت سے باخبر ہوتا۔ اور اپنے وزیروں سے بات چیت کرتا۔ ایک تہائی رات تک کام کرنے کے بعد وہ بستر پر جاتا۔ وہ بہت کم سوتا تھا۔ صبح کی نماز کے لئے وہ کافی پہلے اُٹھتا۔ وہ اپنی فوجوں کا معائنہ کرتا۔ اور اپنی فوجوں کو نئی قسم کے ہتھیاروں سے مسلح رکھنے کی فکر میں رہتا۔ وہ حساب کتاب کی پڑتال کرتے وقت ایک ایک پائی تک کا خیال رکھتا تھا۔

ایک مقدمے کے دوران میں چند اُونٹ والوں کے کہنے پر مدینہ کے قاضی نے جب منصور کو اپنی عدالت میں طلب کیا تو وہ صرف اپنے حاجب کے ساتھ مدینہ پہنچا۔ اور عدالت میں جا کر کھڑا رہا۔ جب منصور عدالت کے کمرہ میں داخل ہوا، تو قاضی اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ منصور نے اتنا خزانہ چھوڑا تھا کہ وہ دس سال کے اخراجات کے لئے کافی تھا ؎

باب (۲)

مہدی اور ہادی

منصور کی موت پر اُس کا بیٹا محمد المعروف مہدی اس کا جانشین بنا۔ مہدی کی ماں یمن کے پُرانے خاندان حمیری نسل سے تھی۔ مہدی کی پالیسی اپنے باپ سے مختلف تھی۔ اُس نے تخت نشینی کے بعد اپنے باپ کی سخت گیری کی تلافی کرنی چاہی۔ اُس نے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ جنہیں اُس کے باپ کے عہد میں گرفتار کیا گیا تھا۔ اس نے حسن بن ابراہیم کو رہا کر کے اُن کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا۔ اُس نے حرمین الشریفین کو پُرانی مراعات دے دیں۔ اب مکّہ اور مدینہ کو اجازت تھی کہ وہ مصر سے تحائف وصول کر سکیں۔ اس نے اہلِ بیت کی وہ جائدادیں واپس کر دیں جنہیں اس کے باپ منصُور نے ضبط کر لیا تھا۔ مہدی نے اُن جرمانوں کو واپس کر دیا جو منصور نے مختلف افراد سے وصول کئے تھے۔ ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر اس نے تین کروڑ درہم حجازیوں میں تقسیم کرنے کے علاوہ صرف اہلِ مکّہ میں ایک لاکھ پچاس ہزار ملبوسات بانٹے تھے۔ اس کے حکم سے مسجد النبوی کی مرمّت اور توسیع کی گئی۔ اس کے عہد میں بڑے بڑے شہروں کی مسجدوں اور مدرسوں کی عمارتوں میں توسیع کر دی گئی۔ جن شہروں میں مدرسے نہیں تھے وہاں جاری کئے گئے۔

اُس نے اپنے حفاظتی دستے میں پانسو انصار کو مقرر کیا۔ اس نے کوڑھیوں کے لئے پنشن مقرر کی اُس نے سڑک کو پختہ بنایا جو قادسیہ سے مکہ کو جاتی تھی۔ اس سڑک کے کناروں پر مسافروں کے لئے آرام گاہیں بنی ہوئی تھیں۔ مسافروں اور زائروں کی حفاظت کے لئے چوکیاں قائم کی گئی تھیں۔

مروان دوم کے ایک بیٹے نے شام میں بغاوت کرنا چاہی۔ لیکن اُس نے شکست کھائی اور قید ہوا۔ مہدی نے اسے تھوڑی مدت کے لئے قید میں رکھا اور پھر رہا کر دیا۔ مروان کی بیوہ کے لئے شاہی محلات میں رہائش کا پورا پورا انتظام تھا۔

مہدی کے عہد حکومت میں خراسان میں المقنع نے خروج کیا۔ خراسان مدتوں سے نئے نئے فرقوں کے لئے مشہور چلا آتا تھا۔ مہدی کے عہد حکومت میں خراسان میں بہت زیادہ ہیجان تھا۔ ہاشم بن حاکم چونکہ اپنی بدصورتی کو چھپانے کیلئے نقاب اوڑھے رکھتا تھا اس لئے وہ المقنع کے نام سے مشہور ہوا۔ اُس نے اپنے چیلوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ وہ خدا کا اوتار ہے۔ اور یہ کہ مذہب کا تعلق عمل سے نہیں بلکہ عقیدہ سے ہے۔ اُس کے ماننے والوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ وہ ایک مدت تک خلیفہ کی فوجوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ لیکن آخرکار اُس نے شکست کھائی اور مارا گیا۔

مقنع کے ماننے والے سفید لباس پہنتے تھے۔ اس لئے وہ سفید پوش کہلاتے تھے۔ مقنع کی فوج کے بعد جرجان میں ایک نیا فرقہ پیدا ہوا۔ جو سُرخپوش کہلاتا تھا۔ عقائد اور سیاسی پروگرام کے پیش نظر ان دونوں جماعتوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ سفید پوشوں کی طرح سُرخپوشوں کو بھی دبا دیا گیا۔ اس زمانہ میں مزدک اور مانی کی عدمی کمیونزم عوام میں بہت مقبول ہو چکی تھی۔ مزدک

نے چوتھی صدی عیسوی میں نوشیروان کے عہد میں انارکزم کی تعلیم دی تھی۔ ایرانی شہنشاہ نے آگ اور تلوار سے اس جماعت کو ختم کر دیا۔ لیکن رسّی جل چکی تھی بَل باقی تھے۔ مزدک کے بعد مانی ایران ہی کا ایک فلسفی تھا۔ مہدی کے عہد حکومت میں مزدک کی عدمیت اور مانوی فلسفہ کی آمیزش نے خراسان میں جگہ حاصل کر لی تھی۔ یہ تحریک بہت جلد مغربی ایران اور عراق میں بھی پھیل گئی۔ اس جماعت کے ارکان زندیق کہلاتے ہیں۔ مہدی نے بڑی سختی کے ساتھ اس تحریک کو کچل دیا۔

بازنطین نے ۷۸۰ء میں عباسی مملکت کے بعض حصّوں پر حملہ کیا۔ بازنطینی فوج نے کئی ایک سرحدی شہروں پر قبضہ کر کے اُن شہروں کو ویران کر دیا۔ عربوں نے بازنطینی فوج کو شکست دی۔ اور جوابی کارروائی میں رومیوں کے کئی شہروں کو تباہ و برباد کر دیا۔ بازنطین کے ایک نئے حملے نے مہدی کو میدانِ جنگ میں اُتار دیا۔ مہدی نے اپنے بیٹے موسیٰ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ اور خود موصل کی راہ سے میدانِ جنگ میں پہنچا۔ حلب کو ہیڈ کوارٹر بنا کر ہارون کی کمان میں فوج کو رومیوں سے لڑنے کیلئے بھیجا گیا۔ بازنطین کی فوج کو شکست دینے کے بعد مہدی نے بیت المقدس کی راہ لی۔ ہارون کو مملکت کے مغربی علاقہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ آرمینیا اور آذربائیجان بھی اس علاقہ میں شامل تھے۔ بازنطینیوں نے اپنی شکست کا انتقام لینے کے لئے ہلّہ بول دیا۔ ہارون نے اس فوج کو شکست دینے کے بعد قسطنطنیہ کا رُخ کیا۔ عربوں نے باسفورس کے ساحل پر کیمپ لگا دیئے۔ ملکہ ایرین نے صلح کی درخواست کی۔ بغداد اور بازنطین میں صلح ہو گئی۔

اگلے سال جبکہ مہدی اپنی مملکت کے مشرقی حصّوں کا دَورہ کر رہا تھا۔

کہ شکار کھیلتے ہوئے زخمی ہو کر مر گیا۔ ہارون اپنے باپ کے ساتھ تھا۔ ہارون نے شاہی مہر اپنے بھائی ہادی کے پاس بھیجدی۔ تخت نشینی کے وقت ہادی کی عمر چوبیس سال تھی۔ اُس نے دو سال سے بھی کم حکومت کی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ بہت ضدی اور ظالم تھا۔ اُسے ادبیات سے بہت لگاؤ تھا۔

ہادی نے اپنے بھائی ہارون کی وفاداری کی قدر نہ کی۔ اُس نے بہت کوشش کی کہ وہ ہارون کی جگہ اپنے بیٹے جعفر کو اپنا جانشین مقرر کر سکے۔ اس مقصد کے لئے اُس نے ہارون کے مُشیر یحییٰ بن خالد برمکی کو قید میں ڈال دیا۔ ہادی اور اس کی ماں میں بھی ناچاقی پیدا ہو گئی تھی۔ یحییٰ کے مشورے سے ہارون اپنی جان بچانے کے لئے بغداد سے باہر چلا گیا۔

ہادی کے عہدِ حکومت میں مدینہ کے حاکم نے بنو حسنؓ پر الزام لگا کر اُن سے بدسلوکی کی۔ جس پر امام حسنؓ کے پڑپوتے حسین نے بغاوت کر دی۔ لڑائی میں بنو حسنؓ کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔ بنو حسنؓ کے ایک فرد ادریس نے شمالی افریقہ میں پہنچ کر ادریسی خاندان کی بنیاد ڈالی۔ ہادی نے مرتے وقت ۷۸۶ء میں اپنے بھائی ھارون کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

باب (۳)

ہارُون الرشید

اپنے بھائی کی وفات کے بعد ہارون (۷۸۶ - ۸۰۹ء) تخت نشین ہُوا۔ ہادی کا چھوٹا بھائی اور بیٹا جانشینی کے دعوے سے دستبردار ہوگیا۔ ایشیا میں عربوں کے دَورِ حکومت میں ہارون کا عہد بہت شاندار ہے۔ اس شاندار خلیفہ کے نام کے ساتھ الف لیلہ کی کہانیوں نے ایک خاص قسم کی جاذبیت اور کشش پیدا کر دی ہے۔ خلیفہ ہارون مظلوموں کی حمایت کے لئے رات کے وقت بھیس بدل کر بغداد کے بازاروں میں چکر کاٹتا تھا۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ ہارون کا شمار دُنیا کے بڑے بڑے حکمرانوں میں سے ہے۔ مذہبی فرائض کی ادائیگی میں ہارون نے کبھی کوتاہی نہیں کی۔ وہ ایک پاکباز اور متقی انسان تھا۔ لیکن ان باتوں کے باوجود اُس نے اپنے اردگرد شان وشوکت قائم کر رکھی تھی۔ اس کے کردار نے سوسائیٹی پر اثر کیا۔ اس کی شخصیت میں بڑی کشش تھی۔ وہ فطری طور پر ایک سپاہی تھا۔ اُس نے کئی بار اپنی فوجوں کی کمان کی۔ اُس نے قیامِ امن کے لئے بار ہا اپنی مملکت کا دورہ کیا۔ حالات سے آگاہ ہونے کے لئے اُس نے سرحدی مقامات کو کئی بار دیکھا۔

نظم ونسق کے کام کاج میں اُس نے کبھی تھکاوٹ محسوس نہ کی۔ تاجر۔ طلبہ اور زائر جس آزادی کے ساتھ اس کی مملکت میں سفر کر سکتے تھے، اس سے اُس کے عہدِ حکومت کے پُر امن ہونے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اُس نے مسجدوں، اسکولوں، کالجوں، سڑکوں، پُلوں اور نہروں پر بہت زیادہ رقم صرف کی۔ اُس کی یہ تعمیرات اُس کے عہدِ امن کی بہترین ضامن ہیں۔ آرٹ اور ادب کی سرپرستی وہ اپنے ذہین اور لائق بیٹے مامون سے آگے نہیں تھا۔ لیکن کردار کی مضبوطی اور ادراک کی بلندی کے پیش نظر عباسیوں میں اس کا کوئی جواب نہیں۔ ہارون کی حکومت اگرچہ شخصی تھی۔ لیکن اُس کے عہد کی خوشحالی اور تہذیب شخصی حکومت کی بہت سی خامیوں پر پردہ ڈال دیتی ہے۔

ہارون الرشید کے عہدِ حکومت کا راز اُن لوگوں کی فہم و فراست میں مضمر ہے جن کے سپُردِ اُس نے اپنے عہدِ حکومت کے ابتدائی سترہ سالوں میں عنانِ حکومت کر رکھی تھی۔ خالد بن برمکؔ، سفّاح اور منصور کے عہد میں جو پوزیشن حاصل کی اُس کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ اُس کے بیٹے یحیٰی کو جو ایک زمانہ میں آرمینیا کا حاکم تھا، ہارون کا اتالیق مقرر کیا گیا تھا۔ جب ہارون بالغ ہُوا تو اُسے خلیفہ کا جانشین مقرر کیا گیا۔ اب ہارون نے یحیٰی بن خالد برمکی کو اپنا مُشیر مقرر کر لیا۔ ہارون اُسے ہمیشہ ابا کہکر پکارتا۔ اور ہمیشہ اُس کے مشوروں پر عمل کرتا۔ یحیٰی بن خالد کے مشورے ہارون اور اس کی رعایا دونوں کے لئے بہت مفید ہوتے تھے۔ جونہی ہارون الرشید تخت نشین ہُوا اُس نے یحیٰی بن خالد کو اپنا وزیرِ اعظم مقرر کیا۔ یحیٰی بن خالد کے اختیارات بہت وسیع تھے۔ یحیٰی کا نظم ونسق رعایا کے لئے بہت مفید تھا۔ یحیٰی بن خالد

کے بیٹے فضل، جعفر، موسیٰ اور محمد علم و فضل میں بہت مشہور تھے۔ ان سب میں نظم و نسق کی سب خوبیاں موجود تھیں۔ فضل کئی سال تک خراسان اور مصر کا حاکم مقرر کیا گیا تھا۔ یہی جعفر کئی صوبوں کا حاکم رہ چکا تھا۔ جب شام میں یمن کے دو قبیلوں میں لڑائی چھڑ گئی تو جعفر نے اُن میں سمجھوتہ کروا دیا تھا۔ جب پیری کے سبب یحییٰ بن خالد وزارتِ عظمیٰ سے مستعفی ہوا تو جعفر کو وزیرِ اعظم مقرر کیا گیا اُس نے اپنے فرائض کو نہایت کامیابی سے نبھایا۔ سترہ سال تک یہ ذہین اور شاندار خاندان ہارون کی سلطنت پر وفاداری کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔ ہارون نے مغربی افریقہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کیلئے بہت کوشش کی۔ لیکن اُسے کامیابی نصیب نہ ہو سکی چنانچہ اس وقت سے شمالی افریقہ ایک خود مختار ملک بن گیا۔ مشرق میں ہارون الرشید کی سلطنت کی حدیں ہندوکش تک پھیلی ہوئی تھیں۔

۷۹۱ء میں ہارون نے ملکہ زبیدہ اور اُس کے بھائی عیسیٰ بن جعفر کے اصرار پر اپنے بیٹے محمد کو الامین کا لقب دے کر اُسے اپنا جانشین نامزد کیا۔ سات سال بعد ہارون نے اپنے دوسرے بیٹے عبداللہ کو امین کا جانشین مقرر کیا۔ عبداللہ کو مامون کا لقب دیا گیا۔ تیسرے بیٹے قاسم کو مامون کا جانشین مقرر کیا گیا۔ تینوں بیٹوں کو ان کی زندگی میں مملکت کے بڑے بڑے حصوں میں وائسرائے مقرر کیا گیا۔ مغربی علاقے کو امین کے سپرد کیا گیا۔ مشرقی علاقہ مامون کے حوالے تھا۔ اور عراق قاسم کے اقتدار میں تھا۔ ہارون نے مامون کو یہ اختیار دیا تھا کہ اگر وہ مناسب خیال کرے تو قاسم کو اپنی جانشینی سے محروم کر سکتا ہے۔ جعفر بن یحییٰ کے سپرد مامون کی تربیت تھی۔ عبدالملک بن صالح کو قاسم کا اتالیق مقرر کیا گیا تھا۔ ۸۰۲ء میں ہارون نے امین اور مامون کو ہمراہ لیکر حج کیا۔ ہارون نے خانہ کعبہ میں یہ عہد لیا کہ دونوں بھائی ہارون کی موت کے بعد اپنے باپ کی وصیت

کے مطابق اپنے اپنے عہدہ پر قائم رہیں۔ اسی سال ملکہ زبیدہ نے پچیس لاکھ دینار خرچ کر کے اہلِ مکہ کے لیئے ایک نہر کھدوائی جو اب تک نہر زبیدہ کہلاتی ہے۔

۷۹۹ء میں چند غزنوی قبائل نے آرمینیا کے شمال پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے آبادیوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ ہارون نے بربریوں کی بیخ کنی کیلئے اپنے دو جرنیلوں کو بھیجا جنہوں نے انتہائی تشدد کے ساتھ فرزی قبائل کو کچل دیا۔ اسی سال امام موسیٰ کاظم نے وفات پائی۔ آپ کے بیٹے امام رضا آپ کے جانشین ہوئے۔

۸۰۳ء میں ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے خلیفہ ہارون الرشید کے شاندار عہدِ حکومت کو داغدار کر دیا۔ سترہ سال تک برمک ہارون کی خدمت کرتے رہے۔ انہوں نے اس خدمت کے دوران میں انتہائی درجہ قابلیت اور وفاداری کا ثبوت دیا۔ برامکہ کے نظم ونسق نے لوگوں کو خوشحال بنا دیا تھا۔ سلطنت مالدار اور مضبوط ہو چکی تھی۔ قومی دولت میں نمایاں اضافہ ہو چکا تھا۔ مہذب زندگی سے متعلقہ فنون کو ہر جگہ فروغ حاصل ہو رہا تھا۔ لیکن برامکہ کی شان وشوکت اور سخاوت نے اس خاندان کے دشمن پیدا کر دیئے۔ ان دشمنوں کی انتہائی کوشش تھی کہ وہ برامکہ کو تباہ وبرباد کر دیں۔ برامکہ کے زوال کے بہت سے اسباب بیان کئے گئے ہیں۔ ابنِ خلدون اس زمانہ کی متعلقہ داستانوں کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہارون کی بہن عباسیہ کی جعفر بن یحییٰ کے ساتھ شادی کا قصہ من گھڑت ہے اس کے نزدیک برامکہ کے زوال کے اسباب یہ تھے کہ انہوں نے اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ اُن کا اختیار اس قدر زیادہ تھا کہ ہارون کے بار بار اصرار پر بھی اُسے خزانہ سے رقم لینا دشوار ہو جاتا تھا۔ اُن کا اقتدار بہت زیادہ تھا۔ اُن کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ ریاست کے تمام بڑے بڑے عہدوں پر برمکیوں کا قبضہ تھا یا اُن

کے وفاداروں کا۔ رعایا کی آنکھیں ان پر لگی رہتی تھیں۔ ہر اُمیدوار اُن کی نگاہِ کرم کا منتظر رہتا تھا۔ برامکہ اپنی سخاوت کے مظاہرے کرتے۔ شہروں اور دیہات میں ان کی تعریف کے گیت گائے جاتے تھے۔ وہ اپنے آقا سے بھی زیادہ مقبول اور ہر دلعزیز تھے۔ ان تمام باتوں نے درباریوں کو اُن کا مخالف بنا دیا۔ اُن کا سب سے بڑا دشمن فضل بن ربیع تھا۔ وہ ہارون کا حاجب تھا۔ اُس نے ہارون کے دِل میں برامکہ کی نفرت پیدا کر دی۔

ہارون کے کانوں تک یہ بات پہنچائی گئی کہ برامکہ بنو عباس کے خلاف ایک سازش کر رہے تھے۔ شخصی ناموس اور شک و شبہ نے نسلوں کی وفادارانہ خدمات کو بھلا دیا۔ ایک رات ہارون کے حکم سے یحییٰ اور اس کے بیٹوں فضل موسیٰ اور محمد کو گرفتار کر لیا گیا۔ اسی رات ہارون نے جعفر بن یحییٰ کے قتل کا حکم دیا۔ ہارون کے ملازم مسرور نے جعفر کو قتل کر دیا۔ ان کی جائداد ضبط کر لی گئی۔ قیدیوں کے ساتھ ایک سال تک اچھا سلوک ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ جب عبد الملک بن صالح کو ایک سازش کے الزام میں قید کیا گیا تو اس سازش کے ڈانڈے مقید برمکیوں سے مِلا دیئے گئے۔ اس پر ہارون نے اسیر برمکیوں پر سختی شروع کر دی۔ بوڑھا یحییٰ ۸۰۶ء میں جیل میں چل بسا۔ تین سال بعد اس کا بیٹا فضل اس سے جا ملا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے باپ کی موت کے بعد موسیٰ اور محمد کو رہا کر دیا گیا تھا۔ لیکن عبد الملک بن صالح امین کی تخت نشینی تک قید رہا۔ امین نے اُسے رہا کر کے شام کا حاکم مقرر کیا۔ مامون نے تخت نشین ہوتے ہی برمکیوں کی جائداد کو واپس کر دیا۔

خلیفہ ہارون الرشید کے عہدِ حکومت میں حسبِ معمول خارجیوں نے کئی مرتبہ بغاوت کی۔ اور فرو کر دی گئی۔ ان بغاوتوں میں سے ایک بغاوت کی رہنمائی

ایک نوجوان لڑکی لیلیٰ نے کی تھی۔ اپنے بھائی ولید کی موت کے بعد وہ ہارون کی فوجوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتی رہی۔ یہاں تک کہ اُس نے اپنے ایک عزیز کے کہنے پر ہتھیار ڈال دیئے۔ عربوں کی یہ جون آف آرک اپنے حُسن اور اپنی شاعری کی وجہ سے مشہور تھی۔

موصل کے لوگوں کے باغیانہ طرزِ عمل نے ہارون کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ موصل کی چار دیواری کو گرا دے۔ شام میں مضری اور حمیری قبائل نے آپس میں لڑنا شروع کر دیا۔ ابتدا میں ہارون نے ان دونوں قبیلوں کو لڑنے کی مہلت دی تاکہ دونوں کمزور ہو جائیں۔ آخر کار ہارون نے مداخلت کر کے اس قبائلی لڑائی کو ختم کر دیا۔

خلیفہ مہدی کے عہدِ حکومت میں بازنطین کی ملکہ ایرین سے جو معاہدہ ہوا تھا اُسے بازنطین نے توڑ کر مسلمانوں کی مملکت پر حملہ کر دیا۔ ہارون کی فوجوں نے اُنہیں شکست دی۔ قبرص پر عربوں نے دوبارہ قبضہ کر لیا۔ کریٹ پر بھی عربوں نے دھاوا بول دیا تھا۔ آخر کار بغداد اور بازنطین میں پھر معاہدہ ہوا جس کی رُو سے بازنطین نے سابقہ معاہدے کے مطابق خراج دینا منظور کر لیا۔ جنگی قیدیوں کا باہمی تبادلہ ہوا۔ پانچ سال بعد مینی فورس (نکفورس) نے عہد شکنی کی۔ اور ہارون کو ایک ذلت آمیز خط لکھا۔ اس خط کے جواب میں ہارون نے اپنی فوج کی کمان سنبھالتے ہوئے بازنطین کا رُخ کیا۔ ہرقلہ میں پہنچ کر دم لیا۔ اِدھر سے بازنطین شہنشاہ بھی اپنی فوج لیکر نکل آیا۔ ہارون نے مینی فورس کو شکست دی۔ مینی فورس نے صلح کی درخواست کی اور پہلے سے زیادہ سالانہ خراج دینا منظور کر لیا۔ خلیفہ ہارون نے مینی فورس کی صُلح کی درخواست قبول کر کے بغداد کی راہ لی۔ خلیفہ ہارون مشکل سے بغداد پہنچا تھا کہ مینی فورس کی عہد شکنی کی اطلاع ملی تو وہ پھر واپس ہوا۔ ہارون

نے مینی فورس کو شکست دی۔ شکست خوردہ شہنشاہ نے پھر صلح کی درخواست کی جسے فاتح خلیفہ نے پھر قبول کر لیا۔ مینی فورس کو جب کبھی موقعہ ملتا وہ عہد شکنی کرتا ہر مرتبہ ہارون اُسے شکست دیتا۔

جب ہارون رشید، رے کے حاکم کی سرکوبی کے لیے وہاں گیا ہوا تھا تو مینی فورس نے موقعہ پا کر پھر عہد شکنی کی۔ اس مرتبہ ہارون کے بیٹے قاسم نے مینی فورس کو شکست دی۔ مینی فورس نے پھر صلح کر لی۔ ایک مرتبہ پھر مینی فورس نے عہد شکنی کر کے مملکتِ عباسیہ پر حملہ کیا۔ اب ہارون نے جہاد کا اعلان کر دیا۔ ایک لاکھ پینتیس ہزار سپاہیوں اور ہزاروں رضاکاروں نے ایشیائے کوچک پر یلغار کر دی۔ عرب جرنیلوں نے ایشیائے کوچک کے کئی شہروں کو فتح کر لیا۔

مسلمانوں نے بحیرۂ اسود کی بندرگاہ نیکا پر قبضہ کر لیا۔ مینی فورس نے پھر صلح کی درخواست کی۔ خلیفہ نے حسبِ معمول اس درخواست کو پھر مان لیا۔ لیکن ۸۰۸ء بازنطین نے عہد شکنی کی۔ اور مملکتِ عباسیہ پر حملہ کر دیا۔ اسی اثناء میں ہارون کو خراسان کے باغیوں کی سرکوبی کیلئے جانا پڑا۔ طوس پہنچ کر ہارون بیمار ہو گیا۔ اور تین دن بعد ہارون اس دُنیا سے چل بسا۔

تاریخی تنقید کے کسی معیار پر بھی پرکھیں تو ہارون دُنیا کے بڑے بڑے حکمرانوں کی صف میں دِکھائی دیگا۔ حال کا ماضی سے مقابلہ کرنا غلطی ہے۔ انیسویں صدی کا ایک ہزار سال پہلے کے حالات سے کیونکر مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

ہارون کے کردار میں جہاں کہیں کوئی خامی تھی تو وہ شخصی حکومت کی پیدا کردہ تھی۔ اس قدر مطلق العنان اور با اختیار ہونے کے باوجود اُس نے اپنی رعایا کی فلاح کے لیئے جو کچھ کیا وہ اس کی نیکنامی پر دلالت کرتا ہے۔ اُس نے فرائض کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہیں کی تھی۔ اُس نے ظلم و نسق کی بُرائیاں دور کرنے کے لئے اپنی

وسیع مملکت کے کئی بار دورے کئے۔ نو مرتبہ اُس نے حاجیوں کے کاروانوں کی راہنمائی کی۔ اس کا دربار اپنے عہد میں سب سے زیادہ شاندار تھا جس میں دُنیا بھر کے فضلاء موجود تھے۔ ہارون نے جی کھول کر علوم و فنون کی سرپرستی کی۔ ہارون نے سائنس اور لٹریچر کی اعلیٰ ڈگریوں کی طرح موسیقی کی تعلیم حاصل کرنے والوں کے لئے ڈگریاں مقرر کیں۔

ہارون الرشید ہی کے عہدِ حکومت میں امام ابو یوسف نے حنفی فقہ کی تدوین شروع کی۔ امام ابو حنیفہؒ نے اس فقہ کو شروع کیا تھا جسے امام ابو یوسف نے مکمل کیا۔ ہارون کے عہد میں دوسری زبانوں کی علمی کتابوں کے عربی تراجم کے شعبہ میں توسیع کی گئی۔ اس شعبہ نے آگے چل کر مامون کے عہد میں بہت زیادہ ترقی کی۔ ہارون کے عہد کے چند ممتاز فضلاء میں امام شافعی۔ عبداللہ بن ادریس۔ عیسیٰ بن یونس اور ابراہیم موصلی ہیں۔

ہارون چونکہ خود شاعر تھا اس لئے اس نے شاعروں کی سرپرستی میں بہت زیادہ فراخدلی کا ثبوت دیا تھا۔ ہارُون کے عہد حکومت میں مشرق اور مغرب کو جانے والی سڑکیں بنوائی گئیں۔ بغداد سے یورپ اور چین کو سڑکیں نکلتی تھیں۔ ہارون نے شارلمین کو جو تحائف بھیجے تھے اُن کی فہرست اب تک محفوظ ہے۔ ان تحائف سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خلافتِ عباسیہ کا تمدن کتنی بلندیوں پر تھا۔ ان تحائف میں سے ایک کلاک بھی تھا، جسے آرٹ کا نادر نمونہ کہا جاتا ہے ــــ ۔۔

باب (۱۴)

امین

جب ہارون اس دُنیا سے رخصت ہُوا تو اس وقت امین بغداد میں اور مامون مرو میں تھا۔ ہارون کی موت کی خبر صاحب البرید (پوسٹ ماسٹر جنرل) کے ذریعہ بغداد میں پہنچائی گئی۔ اگلے دِن امین کے بھائی صالح نے شاہی مہر کو اُس کے حوالے کیا۔ امین قصر الخلد کو چھوڑ کر قصرِ خلافت میں چلا گیا۔ اگلے دن اس نے نماز جمعہ پڑھائی۔ خُطبہ دیا اور بیعت لی۔ فوج کے افسروں، رئیسوں اور شہریوں نے امین کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مامُون نے اپنے بھائی امین کو تحائف کے ساتھ مبارکباد کا پیغام بھیجا۔

اِس موقعہ پر امین و مامون کے کرداروں کا موازنہ موزوں رہے گا۔ دونوں بھائیوں کو اپنے وقت کے بہترین علماء نے تعلیم و تربیت دی۔ امین کا اتالیق اس کا ماموں عیسیٰ تھا۔ مامُون کی تربیت نصیب جعفر نے کی۔ دونوں کو تقریباً ایک ہی نصاب پڑھایا گیا تھا۔ اس تعلیم نے امین کو سطحی طور پر آراستہ کر دیا۔ لیکن مامون کے ذہن کو اس تعلیم نے جلا دی۔ جہاں تک خطابت کا تعلق ہے دونوں بھائیوں کا درجہ برابر ہے۔ لیکن مامون خطیب کے علاوہ مُقنّن اور فلسفی بھی تھا۔ مامون حافظِ قرآن تھا۔ ہارون کو اِن دونوں بھائیوں کے کردار کے اختلاف کا اچھی طرح سے علم تھا۔ مرنے سے پہلے اُس نے وصیت کی تھی کہ

وہ فوج جسے وہ خود اپنے ہمراہ خراسان لے جارہا تھا اور اس کے ساتھ جتنا خزانہ ہے وہ سب کے سب مامون کو دیئے جائیں۔ مشرقی صوبوں کے بچاؤ کے لئے یہ اقدام بہت ضروری تھا۔ بغداد میں ہارون نے دولت کے جو خزانے چھوڑے تھے وہ امین کے لئے کافی تھے۔ امین نے چند ایلچی بھیجے تاکہ وہ مامون کی فوج کے ساتھ ساز باز کریں۔ فضل بن ربیع جو جعفر برمکی کی موت کے بعد عملی طور پر وزیرِ اعظم تھے، مامون کو چھوڑ کر امین کے پاس چلا گیا۔ فضل بن ربیع امین کی کمزوریوں سے خوب واقف تھا۔ اس لئے وہ جانتا تھا کہ امین کا ساتھ دے کر وہ عملی طور پر حکمران بن جائے گا۔ اُس نے فوجیوں کو ترغیب دی کہ وُہ ہارون کی وصیت کے برعکس امین کے ساتھ جا ملیں۔ فضل بن ربیع فوج اور خزانہ لے کر امین کے پاس پہنچ گیا۔ امین نے اُسے اپنا وزیر بنا لیا۔ اور فوج کے سپاہیوں کو دو سال کی تنخواہ پیشگی ادا کر دی۔

فوج اور خزانے سے محروم ہو جانے کے بعد مامون نے اپنے آپ کو مشکل میں گھرا ہوا پایا۔ اس کے ساتھ ہی خراسان کے بعض مقامی امیروں نے بھی سر اُٹھانا شروع کر دیا۔ لیکن مامون نے بڑی جرأت سے ان امیروں کو مُطیع کیا۔ اس مشکل کے زمانہ میں مامون کا مشیر کار فضل بن سہل ایک ایرانی تھا۔ مامون نے خراسان میں ٹیکسوں کو کم کر دیا۔ اس نے اہلِ خراسان کو مطمئن کرنے کے لئے کئی ایک طریق اختیار کئے۔ اہلِ خراسان اپنے اس بھانجے کے حکم تلے جمع ہو گئے۔ مامون کی ماں ایک ایرانی خاتون تھی۔ اس وقت مامون کا رویہ اپنے بھائی امین کے متعلق وفادارانہ تھا۔

جب مامون خراسان میں بہتر نظم و نسق جاری کر رہا تھا تو امین اپنی سلطنت کو خراب کرنے میں مصروف تھا۔ امین کی فوج کے سپاہی لالچیوں کی

طرح اپنا مطالبہ بڑھاتے چلے جا رہے تھے۔ انہیں مطمئن کرنے کے لئے امین نے خزانہ عامرہ کو خالی کر دیا۔ امین کے دربار میں دُور دُور سے مداری، جوتشی آ کر مالا مال ہو جاتے۔ اس نے رقص و سرود کی محفلوں پر بے دریغ دولت بہانی شروع کر دی امین نے بازنطین کی درباری تہذیب کی پیروی میں خواجہ سراؤں کو نہ صرف اپنے حرم میں جگہ دی بلکہ سیاسیات میں بھی اُن کی مداخلت کو برداشت کیا۔ امین نے ایک سونا چننے والی لڑکیوں کی ٹولی بنالی۔ ان لڑکیوں کا لباس بہت قیمتی ہوتا تھا۔ یہ لڑکیاں اپنے ہاتھوں میں کھجور کی ٹہنیاں لیکر اس انداز میں آگے پیچھے حرکت کرتیں گویا رنگ اور روشنی میں لپٹا ہؤا کوئی پری خانہ متحرک ہے اُس نے اپنی محفلِ نشاط کے لئے دجلہ میں پانچ بڑی بڑی کشتیاں تیار کرائیں۔ عیش و طرب میں ڈوبے ہوئے امین نے امورِ سلطنت کو اپنے وزیر فضل بن ربیع کے سپرد کر دیا۔

جب لیو بازنطین کے تخت پر بیٹھا تو اُس نے بغداد بازنطین معاہدے کی خلاف ورزی کی۔ اُس نے مسلمانوں کے علاقوں پر حملے شروع کر دیئے۔ امین نے بازنطین حملوں کی روک تھام کی جگہ اپنے بھائی مامونؔ سے لڑنا شروع کر دیا فضل بن ربیع کو اس امر کا اندیشہ تھا کہ جب کبھی مامون تخت نشین ہؤا تو وہ اُسے اُس کی غدّاری کی ضرور سزا دے گا۔ چنانچہ اسی اندیشہ کے پیشِ نظر فضل بن ربیع نے امین کو اُکسانا شروع کر دیا کہ وہ مامونؔ کو امین کی جانشینی کے حق سے محروم کر دے شروع میں امین نے فضل بن ربیع کے مشورے پر کان نہ دھرا۔ لیکن بعد میں ایک دُوسرے مشیر کے دباؤ سے متاثر ہو کر امین نے مامونؔ کے خلاف مہلک اقدام کیا۔ مامون کو بغداد میں بُلایا گیا۔ لیکن مامونؔ نے اس بناء پر بغداد آنے سے انکار کر دیا کہ اُس کی غیر حاضری میں خراسان میں بغاوت کا اندیشہ تھا۔ اس پر امین نے

اُسے خراسان کی ولایت سے محروم کر دیا۔ اور خراسان کی مسجدوں میں جمعہ کے خطبہ میں مامون کا نام لیا جانا ممنوع قرار دے دیا۔ امین نے قاسم کو بھی اُس کی ولایت سے اُتار دیا۔

اب امین نے مامون کی جگہ اپنے دودھ پیتے بیٹے کو اپنا جانشین نامزد کیا۔ تھوڑی مدت بعد امین نے اپنے دُوسرے بیٹے موسیٰ کو جانشین نامزد کر دیا مامون نے خراسان کی مغربی حد پر قلعہ بندیاں قائم کر دیں۔ بغداد کی طرف سے کوئی شخص بغیر اجازت خراسان کی حدود میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ دونوں میں دشمنی پیدا ہو چکی تھی۔ امین نے پچاس ہزار سپاہیوں کے ایک لشکر کو خراسان کی طرف بھیجا۔ اس فوج کی کمان علی بن عیسیٰ کے ہاتھ میں تھی۔ رے کے قریب دونوں فوجوں میں لڑائی ہوئی۔ مامون کے جرنیل طاہر بن حسین نے علی بن عیسیٰ کو شکست دی۔ امین کا جرنیل لڑائی میں مارا گیا۔ اُس کی فوج منتشر ہو گئی۔ بہت سے سپاہی مامون کی فوج میں شامل ہو گئے۔ جولیس سیزر کی طرح طاہر بن حسین نے اِس لڑائی کا نتیجہ ان الفاظ میں مامون کو لکھ بھیجا کہ علی بن عیسیٰ کا سر میرے سامنے ہے انگشتری میری انگلی میں ہے اُس کی فوج میرے قبضہ میں ہے۔

فضل بن ربیع نے بغداد میں مامون کی جائداد کو ضبط کر لیا۔ مامون کے دو بیٹے بغداد میں تربیت پا رہے تھے۔ امین کے مشیروں نے اُسے یہ مشورہ دیا کہ وہ مامون کے بیٹوں کو یرغمال کے طور پر اپنے پاس رکھے اور اس پر بھی مامون اطاعت پر آمادہ نہ ہو تو انہیں قتل کر دیا جائے۔ امین نے نہ صرف اس مشورے کو مسترد کر دیا بلکہ اس قسم کے مشورہ دینے والوں کو قید کر دیا۔

امین نے شکست کے بعد کئی ایک فوجیں بھیجیں لیکن ان سب کو طاہر بن حسین نے شکست دی۔ طاہر نے پہاڑی علاقہ پر قابض ہونے کے بعد تزوین

اور بلوان پر قبضہ کر لیا۔ اب مامون نے امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔ سارے ایران نے اس کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ فضل بن سہل کو بیت سے ہمدان اور بحرِ ہند سے بحیرۂ خزر تک سارے علاقہ کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ حسن بن سہل نائب وزیرِ مالیات تھا۔

جب مشرق میں یہ واقعات رُونما ہو رہے تھے تو ایک اُموی شہزادے نے شام میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اس شہزادے کے مقابلہ پر ایک دوسرے شخص نے بھی اپنی خلافت کا دعویٰ کیا۔ لیکن دونوں دعویداروں کے حامیوں کو بہت جلد منتشر کر دیا گیا۔

اسی اثناء میں مامون کے جرنیل نے اہواز۔ بحرین۔ عمان اور واسط پر قبضہ کر لیا۔ عرب کے مشرقی ساحل پر مامون کے جرنیل کے قابض ہو جانے کا عباسی مملکت کے دوسرے صُوبوں پر گہرا اثر پڑا۔ تونہ کے حاکم عباس بن ہارون نے مامون کی خلافت تسلیم کر لی۔ بوہ کے حاکم منصُور بن مہدی اور حسینہ کے والی نے بھی مامون کی خلافت تسلیم کر لی۔ مامون نے ان تینوں حکمرانوں کے ساتھ فراخدلی کا سلوک کیا۔ اور انہیں ان کے عہدوں پر بحال رکھا۔ اب مامون کے جرنیل طاہر بن حسین نے شمال کا رُخ کیا۔ مدائن پر قبضہ کرنے کے بعد وُہ بغداد کے مضافات میں پہنچ گیا۔ اسی اثناء میں مامون کے دو اور جرنیل بھی طاہر کی فوج سے آملے۔ اب اِن تینوں جرنیلوں نے بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ مامون کی فوجوں نے کئی مہینے تک بغداد کا محاصرہ کئے رکھا۔ امین نے اپنے حامیوں میں زر و دولت بانٹنی شروع کر دی۔ محاصرے کے دَوران میں بغداد کو شدید نقصان پہنچا۔ حملے اور دفاع میں جو محلات حائل تھے انہیں زمین کے ساتھ ہموار کر دیا گیا۔ آدھا شہر تباہ و برباد ہو گیا۔ آبادی کی مشکلات بہت بڑھ گئیں۔ امراء نے امین

کا ساتھ چھوڑ دیا۔ لیکن عوام امین کے لئے لڑتے رہے۔ آخر کار امین کو منصور کے بنائے ہوئے ایک قلعہ میں پناہ لینی پڑی۔ یہاں بھی اُسے خطرات کا سامنا تھا۔ اس کے مشیروں نے اُسے شام کی طرف بھاگ جانے کے لئے کہا۔ لیکن اس نے ہتھیار ڈال کر مامون کے پاس پہنچ جانے کو بھاگ جانے پر ترجیح دی چنانچہ بات چیت شروع ہوئی۔ طاہر نے کہلا بھیجا کہ امین اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دے۔ لیکن امین اپنے تئیں اس کے حوالے کئے جانے پر رضامند نہیں ہوتا تھا۔

آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ وہ اپنے آپ کو ایک دوسرے جرنیل کے حوالے کرے گا۔ اور شاہی مہر اور اپنی تلوار طاہر کے سپرد کر دے گا۔ چنانچہ امین اپنے بال بچوں سے رخصت ہو کر دوسرے جرنیل کی کشتی میں پہنچا۔ اس جرنیل نے امین کا خیر مقدم کیا لیکن چند ایرانی سپاہیوں نے اس پر پتھر پھینکنے شروع کر دیئے کشتی دجلہ میں اُلٹ گئی۔ امین اور اس کے دو ساتھی تیر کر دوسرے کنارے جا لگے۔ ایرانی سپاہیوں نے اُنہیں گرفتار کر کے قید کر دیا۔

امین سردی کے مارے کانپ رہا تھا۔ رات کے وقت ایرانی سپاہیوں نے قید خانہ میں داخل ہو کر امین کو قتل کر دیا۔ اگلے دِن اُن قاتلوں نے امین کے سر کو بغداد کی فصیل پر لٹکا دیا۔

جب مامون کو اپنے بھائی کے افسوسناک انجام کا پتہ چلا تو اُسے بہت رنج ہوا۔ مامون نے قاتلوں کو سزا دینے کے لئے فوری اقدام کیا۔ اور امین کے بیٹوں کو اپنی پناہ میں لے لیا۔

انہیں زبیدہ کے سپرد کیا گیا۔ جب یہ بچے جوان ہوئے تو مامون نے اپنے بیٹوں کی شادی اُن سے کر دی۔ چار سال اور آٹھ مہینے حکومت کرنے

کے بعد امین اپنی عمر کے اٹھائیسویں سال میں اس دنیا سے چل بسا۔

باب (۵)

مامون

اگر مامون فوراً ہی بغداد پہنچ جاتا تو آئندہ چند سال کی یورشوں کا سامنا کرنے سے بچ جاتا لیکن اُس نے اپنے وزیر فضل بن سہل پر اعتماد کیا اور خود اپنے دربار کے علماء و فضلاء سے فلسفیانہ مباحث میں مصروف رہا۔ فضل بن سہل کی یہ خواہش تھی کہ مامون مرو ہی میں رہے کیونکہ یہاں رہتے ہوئے سلطنت کا سارا کام کاج اسی کے قبضہ میں رہنا ضروری تھا۔ مامون تک مغربی علاقوں کی کوئی اطلاع نہیں پہنچائی جاتی تھی۔ عراق اور شام میں جو کچھ ہو رہا تھا اس سے مامون بے خبر تھا۔ امین کے قتل کے فوراً بعد اُمویوں کے حامی نصر نے عراق میں مامون کے خلاف بغاوت کر دی۔ وہ پانچ سال تک شاہی فوجوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ عراق کے بعد فری قبائل نے بغاوت کر دی۔ اسی اثناء میں کوفہ میں ابن طباطبا نے لوگوں کو دعوت دی کہ وہ "آلِ بیت" کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ ابن طباطبا نے حسن بن سہل کو شکست دے کر جنوبی عراق پر قبضہ کر لیا۔ جب عراق میں یہ صورت حالات تھی تو حجاز میں امام جعفر صادق کے ایک بیٹے کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔ اس طرح ایران کی سرحدوں سے یمن تک خانہ جنگی کے شعلے بھڑک اُٹھے تھے۔ لیکن مامون کو اس کے

متعلق کچھ نہیں بتایا جاتا تھا۔ جب عراق میں صورتِ حالات بہت نازک ہو گئی اور بغداد کے لوگوں نے حسن بن سہل یا فضل بن سہل کی اطاعت سے انکار کر دیا تب کہیں جا کر مامون اصل حالات سے آگاہ ہوا۔

۸۱۵ء میں مامون نے اپنی اس دیرینہ تجویز کو عملی جامہ پہنانا چاہا کہ خلافت کو بنو ہاشم کے حوالے کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے اُس نے امام موسیٰ کاظم کے بیٹے علی سوم کو مدینہ سے بُلوا کر انہیں امام رضا کا لقب دے کر اپنا جانشین نامزد کر دیا۔ چنانچہ امام رضا کے ہاتھ پر مامون کی جانشینی کی بیعت کی گئی۔ جب یہ خبر بغداد پہنچی تو عباسیوں کو بہت رنج ہوا۔ اُنہوں نے ابراہیم بن مہدی کو تخت پر بٹھا کر حسن بن سہل کے افسروں کو بغداد سے نکال دیا۔ بغداد اور آس پاس کے شہروں میں بدامنی پھیل گئی۔ کوئی حکومت موجود نہ تھی۔ دن دہاڑے قتل اور غارت گری ہونے لگی۔ جب حالات نازک ہو گئے تو اہلِ بغداد نے اپنے بچاؤ کے لئے محلہ وار حفاظتی جماعتیں بنا لیں۔ بغداد کا نظم و نسق اس وقت تک ان جماعتوں کے قبضہ میں رہا جب تک کہ مامون بغداد نہ پہنچ گیا۔

جنوبی عراق اور حجاز میں بھی حالات کی یہی رفتار تھی۔ ہر شہر میں بدامنی تھی۔ ہر طرف لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایرانی وزیر کی بدنظمی کے سبب مامون کی سلطنت پارہ پارہ ہو جائے گی۔

اب امام علی رضا نے مامون کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ آپ نے مامون کو فضل بن سہل کی کوتاہی، اپنی نامزدگی کے نتائج، ابراہیم مہدی کی تخت نشینی اور امین کے قتل کے بعد کے سارے حالات بتائے۔ خلیفہ یہ باتیں سن کر حیران ہو گیا۔ ان اُمور کی تصدیق کے لئے چند فوجی افسروں کو بُلایا گیا۔ انہوں نے امام رضا کی ہر بات کی تائید کی۔ مامون کی آنکھوں سے پردہ اُٹھ چکا تھا۔ اُس نے بغداد کی طرف

کوچ کرنے کا حکم دیدیا۔ فضل بن سہل نے ہر اُس شخص کو تکلیف پہنچائی تھی جس نے مامون کو اصل بات سے آگاہ کرنے میں امداد دی۔ امام رضا نے مامون کو اس کے وزیر کی حرکات سے پھر آگاہ کیا جس پر مامون نے یہ کہا کہ وہ فضل بن سہل کو ایکدم وزارت سے نہیں اُتار سکتا لیکن وہ آہستہ آہستہ اس کے اقتدار کو ختم کر دیگا۔
ایرانی وزیر کے دشمن مامون کے اس ارادے سے واقف ہو چکے تھے کہ وہ اُسے الگ کرنا چاہتا ہے، مرو سے چند میل دُور اُس کے دشمنوں نے اسے قتل کر دیا۔ مامون کے حکم سے قاتلوں کو موت کی سزا دی گئی۔

طوس میں مامون اپنے باپ کی قبر کے پاس رُک گیا یہاں اگست ۸۱۸ء میں امام رضا کا اچانک انتقال ہو گیا۔ آپ کا بیٹا محمد تقی آپ کا جانشین ہوا۔ مامون نے امام رضا کی موت پر بہت زیادہ افسوس کا اظہار کیا۔ مامون کے حکم سے امام رضا کا مزار تعمیر کروایا گیا۔

اب مامون نے بغداد کی راہ لی۔ وہ ہر بڑے شہر میں اس کی اہمیت کے مطابق قیام کرتا۔ نہروان میں مامون نے آٹھ دن قیام کیا۔ اس مقام پر اُس نے فوجی سرداروں، بغداد کے امیروں اور بنو عباس کے ارکان سے ملاقات کی۔

مامون ۸۰۹ء میں بغداد میں داخل ہوا۔ اس کا داخلہ فاتحانہ تھا۔ بازاروں اور گلیوں کو آراستہ کیا گیا۔ لوگوں نے زرق برق لباس پہنا۔ جب مامون کی سواری شہر میں داخل ہوئی تو لوگوں نے خوش آمدید کے نعرے بلند کئے۔ بغداد میں مامون کے داخل ہوتے ہی بد نظمی کافور ہو گئی۔ شہر کی حفاظت کیلئے جو کمیٹیاں قائم ہو چکی تھیں وہ تحلیل کر دی گئیں۔ مامون نے نظم و نسق کو بحال کرنے کے لئے جد و جہد کی۔ محاصرے کے دوران میں شہر کو جو نقصان پہنچا تھا اُس کی تلافی کی گئی۔
مامون اپنے حاجب احمد بن ابو خالد کے ہمراہ شہر کا معائنہ کر رہا تھا کہ احمد نے

مامون سے بغداد کی تباہی کا تذکرہ کیا۔ مامون نے جواب میں کہا کہ بغداد میں تین طبقوں کے لوگ ہیں۔ مظلوم اور ظالم طبقوں کے علاوہ تیسرا طبقہ ایسا ہے جو نہ ظالم ہے اور نہ مظلوم۔ یہی طبقہ تمام تباہی کا سبب ہے۔ ایک مورخ نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔

حجاز کی ولایت ایک ہاشمی کے سپرد کی گئی۔ مامون کے بھائیوں کو کوفہ اور بصرہ کی حکومت دی گئی۔ طاہر کو فوجوں کا کمانڈر مقرر کیا گیا۔ اگلے سال طاہر کو مشرقی صوبے کا نائب بنا دیا گیا۔ دو سال بعد طاہر کی موت پر اس کا بیٹا طلحہ نائب مقرر ہوا۔ اس نے سات سال تک نیابت کی۔

طاہر کے ایک دوسرے بیٹے عبداللہ کو مصر اور شام کا والی مقرر کیا گیا۔ عبداللہ نے ایک شدید لڑائی کے بعد نصر عقیلی کو صلح کی درخواست کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے قلعہ کو مسمار کر دیا گیا اور اسے مامون کے دربار میں پہنچا دیا گیا۔ مامون نے اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا۔ عراق میں امن قائم کرنے کے بعد عبداللہ بن طاہر نے مصر کا رخ کیا۔ جہاں شورش پیدا ہو چکی تھی۔ عبداللہ بن طاہر نے ایک لڑائی میں شورش کرنے والوں کو تباہ کر دیا۔ اسی زمانہ میں ہسپانیہ کے بہت سے مسلمانوں کو وہاں کے اموی حکمران نے جلاوطن کر دیا تھا۔ یہ لوگ اپنے بال بچوں سمیت اسکندریہ پہنچ گئے تھے۔ ان لوگوں نے اسکندریہ میں فساد شروع کر رکھے تھے۔ عبداللہ نے ان جلاوطنوں سے کہا کہ یا تو وہ غیر مسلح ہو جائیں یا پھر مصر سے نکل جائیں۔ انہوں نے کریٹ جانے کی اجازت چاہی۔ جو انہیں مل گئی۔

ان لوگوں کو ایک جزیرہ کی فتح کے لئے جس قسم کے سامان کی ضرورت تھی وہ انہیں مہیا کیا گیا۔ اس جماعت کے ساتھ بہت سے والنٹیر بھی کریٹ کو فتح کرنے کی مہم میں شامل ہو گئے تھے۔ وہ تو نہایت آسانی کے ساتھ کریٹ کے

کے ساحل پر اتر پڑے۔ معمولی سی لڑائی کے بعد اہلِ جزیرہ کی بیشتر آبادی نے اطاعت قبول کرلی۔ اس وقت سے اب تک جزیرہ کریٹ میں اُن عربوں کی اولاد موجود ہے دو سال پہلے ان کا ایک جرنیل سسلی کو فتح کرچکا تھا۔

یمن اور خراسان کی بغاوتوں کو نہایت آسانی سے فرو کیا گیا۔ دونوں مقامات کے باغیوں کے ساتھ مامون نے نرمی کا برتاؤ کیا۔

اسی زمانہ میں مامون کے قتل کی سازش کا انکشاف ہوا۔ سازش میں بنو عبّاس کے بڑے بڑے سردار شامل تھے۔ ان سرداروں کو قرار واقعی سزا دی گئی۔ لیکن اس سازش میں شریک ہونے والے عام لوگوں کو معاف کر دیا گیا۔

۸۲۵ء میں مامون نے اپنے وزیر حسن بن سہل کی بیٹی بوران سے شادی کی۔ اِس شادی کے موقعہ پر دونوں طرف سے انتہائی درجہ شان و شوکت کے مظاہرے کیے گئے۔ سترہ دن تک حسن بن سہل نے براتیوں کی تواضع کی۔ عوام میں جواہر تقسیم کیے گئے بوران کا شمار مسلمانوں کی بڑی بڑی خواتین میں ہوتا ہے۔ بوران نے بغداد میں عورتوں کے لئے کئی ایک شفاخانے کھولے۔ وہ مامون کی موت کے بعد تقریباً پچاس سال تک زندہ رہی۔ اس طرح اُس نے نہ صرف عبّاسیوں کا دورِ عروج دیکھا بلکہ اُن کے زوال کے آغاز کو بھی دیکھا۔

مامون کے عہدِ حکومت کے شروع میں بابک نے ماژندران کے کوہستانوں میں اپنی حکومت قائم کرلی۔ بابک کا تعلق مجوسیوں کے خرمیہ فرقہ سے تھا جو یہودیت عیسائیت اور اسلام کے کسی اخلاقی اصول کو نہیں مانتا تھا۔ بابک اپنے کوہستانوں سے اُتر کر آس پاس کے علاقوں میں لوٹ مار مچاتا۔ اُس کے ساتھی مردوں کو قتل کر دیتے اور عورتوں کو اُٹھا کر لے جاتے۔ بابک کے ساتھی مسلمانوں اور عیسائیوں پر یکساں ظلم کرتے۔ اُسے شکست دینے کے لئے کئی بار فوج بھیجی گئی لیکن وُہ قابو

نہیں آتا تھا۔ وہ کئی سال تک مامون کی فوجوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ ایک مرتبہ جب مامون کی فوجوں نے اُسے گھیرے میں لے لیا تو اُس نے بازنطینی فوجوں کو عباسیوں کی مملکت پر حملہ کرنے کے لئے اُکسایا۔ بازنطین کے شہنشاہ نے اس فنکار کا ساتھ دینے کے لئے مسلم علاقوں پر حملہ کر دیا۔ بازنطین کی فوجوں نے مسلمانوں کی ایک خاصی تعداد کو قتل کر دیا۔ بازنطینی حملے کی روک تھام کے لئے مامون نے اپنی فوجوں کی کمان سنبھال لی۔ مامون نے تین لڑائیوں میں بازنطین کو کچل دیا بازنطین نے صُلح کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی۔

اب مامون نے مصر کی راہ لی۔ ایک ترکی جرنیل افشین نے الغربا پر قبضہ کیا۔ بازنطینوں کے حملوں کی روک تھام کیلئے مامون نے طرطوس سے ستر میل دُور شمال میں تیانہ کے مقام پر ایک چھاؤنی قائم کی۔ یہ چھاؤنی مشکل سے تیار ہونے پائی تھی کہ مامون کی وفات ہو گئی۔ ایک دن مامون گرمی سے بچنے کے لئے گھنٹوں تک دریا میں پاؤں ڈالے بیٹھا رہا۔ اسی رات اُسے بخار ہو گیا۔ مامون کو طرطوس پہنچایا گیا۔ جہاں چند دن بعد اس نے انتقال کیا۔ مامون کا بھائی معتصم باللہ بھی چونکہ مامون کے ساتھ دریا پر گیا تھا اسلئے اُسے بھی بخار ہو گیا۔ لیکن مامون کی موت سے پہلے معتصم کی حالت اچھی ہو گئی تھی۔ اُس نے اپنے بھائی کی وصیت کو سُنا۔

مامون نے مرتے وقت اپنے جانشین سے کہا کہ وہ ہمیشہ رعایا کی خوشحالی کا خیال رکھے۔ لوگوں کو ظلم و ستم سے بچائے لوگوں سے عدل کرے۔ سزا دیتے وقت قانون کی حد سے کبھی آگے نہ بڑھے۔

مامون اسی دن پیدا ہوا تھا جس دن ہارون تخت پر بیٹھا تھا۔ اُس نے بیس سال اور چھ مہینے حکومت کی۔ اِس عہدِ حکومت میں وہ مدت شمار نہیں ہے جبکہ مکہ اور مدینہ میں مامون کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور امین بغداد میں محصور ہو چکا

تھا۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ خوب رُو اور بارعب تھا۔ ایک مورخ کے الفاظ میں "وہ اپنی دانائی، اپنے عزم، اپنی رحملی، اپنے عدل، اپنی شان و شوکت اور فراخدلی میں تمام عباسی حکمرانوں میں ممتاز تھا۔ وہ کئی ایک خوبیوں کا مالک تھا۔ اس کی خوبیوں کے تذکرے لکھے جا چکے ہیں۔ بنو عباس میں سے اس سے زیادہ دانا کوئی خلیفہ نہیں تھا"

باب (۶)

مامون کے عہد پر ایک نظر

مامون کا دورِ خلافت عربوں کی تاریخ کا ایک شاندار زمانہ ہے۔ مامُون کے ۲۰ سالہ عہدِ حکومت میں مسلمانوں نے غور و فکر کے ہر شعبے میں نمایاں کارنامے کئے۔ ان کارناموں کا سائنس اور لٹریچر کی کسی خاص شاخ سے تعلق نہیں۔ مسلمانوں نے اس دور میں سائنس اور لٹریچر کے تمام شعبوں میں بڑے بڑے کارنامے کئے۔ سائنسی علوم کے ساتھ ساتھ انہوں نے فلسفہ اور ادب میں بھی حیرت انگیز کام کیا۔ ایشیا کی تہذیب کے اِس دُور میں ریاضیات، ہیئت اور طِب نے بڑی ترقی کی۔ عربوں کا ہسپانیہ اور عیسائیوں کا قسطنطنیہ اِن علوم کے وارث بنے، جہاں سے ہر علوم جدیدہ یورپ میں داخل ہوئے۔ مامون کے

خیال میں عوام کی خوشی، تعلیم اور تمدن پر مبنی تھی۔ مامون کے علوم و فنون کی سرپرستی کا انحصار انفرادی حکمرانوں اور جاگیرداروں کی نظرِ عنایت پر نہ رکھتے ہوئے ان کی ترقی کے لئے مستقل امدادی ادارے قائم کر دیئے تھے بسلطنت کے طول و عرض میں سکول اور کالج قائم کئے گئے۔ ایک مورّخ کے الفاظ میں ہم تاریخِ عالم میں شاید پہلی مرتبہ دیکھتے ہیں کہ ایک دینی اور شخصی حکومت فلسفہ کے ساتھ نہ صرف اپنا رشتہ جوڑتی ہے بلکہ اس کی کامیابی میں پوری طرح سے حصہ لیتی ہے۔ بُردباری میں مامُون نے کبھی نسلی یا مذہبی امتیاز روا نہیں رکھا تھا۔ رعایا کے ہر فرد کے لئے سرکاری عہدوں کا ایک دروازہ کھُلا ہوُا تھا۔

مامون نے ایک باقاعدہ کونسل آف سٹیٹ (مجلسِ مشاورت) قائم کی جو سلطنت کی مختلف قومیتوں کے ارکان پر مشتمل تھی۔ مجلسِ مشاورت کے ارکان میں مسلمان، یہودی، عیسائی، صابی، زرتشتی سب شامل تھے۔ اسلامی عہدِ حکومت میں غیر مسلموں کو ہمیشہ مذہبی آزادی حاصل رہی ہے۔ اس میں اگر کبھی کوئی تبدیلی ہوئی تو اس کا سبب مقامی گورنروں کا طرزِ عمل ہوتا تھا۔ آتشکدوں اور ہیکلوں کے علاوہ اس کے عہدِ حکومت میں کلیسوں کی تعداد گیارہ ہزار تھی۔ بیت المقدس اور انطاکیہ کے بطریق کلیسا کے سردار تھے۔

دوسری صدی ہجری کے دوسرے نصف میں واصل بن عطا کی تحریک اعتزال شروع ہو چکی تھی۔ واصل بن عطا اصل میں امام جعفر صادق کا شاگرد تھا۔ اُس نے آپ ہی سے انسانی عقل کی قدر معلوم کی تھی۔ بعد میں واصل نے حضرت حسن بصری کے لیکچروں میں شمولیت کی۔ لیکن ایک اختلافی مسئلہ کے سبب وہ حضرت حسن بصری کے حلقہ سے علیحدہ ہو گیا۔ اسی علیحدگی کے پیش نظر واصل بن

عطا کے پیرو معتزلین کہلاتے ہیں۔ معتزلین کے خیال میں انسانی نیکی اور بدی کے اختیار کرنے میں آزاد ہے۔ انسانی آنکھ خدا کو نہیں دیکھ سکتی۔ خدا کی صفات اس کی ذات سے الگ نہیں ہیں۔ نیز یہ کہ قرآن مخلوق ہے۔ اُن کا یہ خیال بھی تھا کہ انسانی افعال سے متعلقہ قوانین ماحول کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ مامون نے معتزلین کے خیال قبول کر کے انہیں اپنی سلطنت میں نافذ کرنا چاہا۔ کیونکہ اُس کے خیال میں اسلام کے تحفّظ اور ترقی کا یہی راستہ تھا۔ مامون نے بغداد کے حاکم کو ایک فرمان کے ذریعہ حکم بھیجا کہ وُہ بڑے بڑے علماء جمع کر کے ان خیالات کے متعلق اُن کی رائے معلوم کرے۔ بغداد کے بیشتر علماء نے خلیفہ کے خیالات کے ساتھ اتفاق ظاہر کیا۔ چند ایک علماء کرام نے مامون کی مخالفت کی۔ ان سب میں نمایاں امام

۔ مامون کے دو جانشینوں نے اس کے نقشِ قدم کی پیروی کی۔ لیکن اُن میں مامون کی سی قابلیت اور صلاحیت نہیں تھی۔ ان کے عہدِ حکومت میں عقلیت پسند تحریک نے اتنی زیادہ ترقی کر لی تھی جس کی مثال جدید یورپ میں نہیں ملتی۔ معتزلین مسجدوں میں تقریریں کرتے اور کالجوں میں لیکچر دیتے۔ معتزلین کو خلفاء کا قرب حاصل تھا۔ اُنہوں نے اس قرب کا بڑی عقلمندی سے فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے پروفیسروں، مبلّغوں، سائنسدانوں، طبیبوں، وزیروں اور گورنروں کی حیثیت میں عربوں کی ترقی میں بہت امداد کی۔

مامون کا دربار سائنس اور ادب کے علماء سے بھرا ہُوا تھا۔ اس کے دربار میں مختلف ملکوں اور قوموں کے فلسفی، ادیب اور طبیب موجود تھے۔ اُن میں ہر ایک کی سرپرستی کی جاتی تھی۔ اس سرپرستی میں کسی قسم کا امتیاز روا نہیں رکھا جاتا تھا۔ مورّخوں، محدّثوں اور نحویوں پر بے شمار دولت صرف کی جاتی تھی۔ مامون نے اس محکمہ کو ختم کیا جسے اس کے دادا منصُور نے شروع کیا تھا۔ مامون نے اسکندریہ

سے مدرسہ کی کتابیں حاصل کیں۔ اور قسطنطنیہ کے شہنشاہ کے ذریعہ اُس نے پُرانے یونان کے فلسفیوں کی کتابوں کو حاصل کیا۔ جونہی یہ کتابیں بغداد پہنچیں ان کا عربی میں ترجمہ کرا کر انہیں عوام تک پہنچا دیا گیا۔ یونانی۔ سریانی اور کلدانی کتابوں کے تراجم کا شعبہ دوبان نامی برہمن کے سپرد تھا۔ تراجم کے علاوہ مختلف علوم وفنون میں اُن کے کام کے لئے بہت سی آسانیاں مہیا کیں۔

مامون کے عہد میں جو رصدگاہیں بنائی گئی تھیں ان کے نتائج نے علم ہیئت میں نمایاں اضافہ کیا۔ ابوالحسن نے دُوربین ایجاد کی۔ ہندسہ، اقلیدس، فلسفہ، ہیئت، بصریات، میکانکس، طب وغیرہم پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ طب کے مطالعہ کے لئے خاص توجہ دی جاتی تھی۔

عربوں کی فتوحات نے قدرتی طور پر پُرانے ایران کی زبان اور ادب کو پسِ پُشت ڈال دیا تھا۔ ایرانیوں نے عربی کی تحصیل میں اپنی مادری زبان کو ترک دیا۔ لیکن مامون کی سرپرستی نے فارسی کے احیاء کا موقعہ پیدا کیا۔ اُس وقت تک فارسی زبان میں عربی کے ہزاروں الفاظ داخل ہو چکے تھے۔ جدید فارسی شاعری کا بانی عباس مروزی مامون ہی کے عہد میں تھا۔

منگل کے دِن خلیفہ کی موجودگی میں بڑے بڑے علماء ادبی، فلسفیانہ اور سائنسی موضوعات پر بحث کرتے، خلیفہ کی طرف سے اُن علماء کے ناشتہ کا انتظام کیا جاتا۔ یہ بحث مباحثہ مغرب کی نماز تک جاری رہتا۔ نماز کے بعد علماء کو خلیفہ کی طرف سے رات کے کھانے پر مدعو کیا جاتا۔ ہفتے کے باقی ماندہ دنوں میں مامون اپنی سلطنت کے کام کاج میں مصروف رہتا۔ مامون تعزیر کے معاملہ میں بہت نرمی کا برتاؤ کرتا تھا۔

ایک خارجی بلاخوف وخطر خلیفہ کی طرف بڑھا۔ قالین کے سرے پر رُکتے

ہوئے اُس نے مامون سے کہا:۔
"مجھے بتائیے کہ آپ کو یہ جگہ کس نے دی ہے؟ کیا آپ یہاں رائے عامہ کی وجہ سے بیٹھے ہیں یا تشدد اور قوت کے بل پر؟"
مامون نے فوراً جواب دیا۔ "مجھے یہاں نہ رائے عامہ نے بٹھایا ہے اور نہ تشدد نے۔ بلکہ اُس شخص نے جس نے مسلمانوں پر حکومت کی اور اپنی موت کے بعد مجھے میرے بھائی کا وارث بنایا۔ اور جب مجھے اقتدار مل گیا تو مَیں نے محسوس کیا کہ رائے عامہ کی ضرورت ہے۔ لیکن مَیں نے دیکھا کہ اگر مَیں حکومت کو ترک کرتا ہوں تو اس سے اسلام کو نقصان پہنچتا ہے۔ شاہراہیں ڈاکوؤں سے بھر جاتی ہیں۔ امورِ عامہ میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ بدامنی کے سبب حج کا راستہ بند ہو جاتا ہے تب میں لوگوں کے تحفظ کے لیے اُٹھا۔ تاکہ جب وہ متفقہ طور پر کسی ایک کو اپنا سردار مان لیں تو میں مستعفی ہو جاؤں۔ آج بھی اگر وہ کسی دوسرے شخص پر متفق ہو جائیں تو مَیں مستعفی ہونے کو تیار ہوں۔"
مامون کا یہ جواب سُن کر خارجی یہ کہہ کر چلتا بنا "آپ پر خدا کا سایہ اور اس کی عنایت ہو۔" خارجی کے چلے جانے کے بعد مامون نے اپنا ایک ملازم اُس کے پیچھے بھیجا۔ ملازم نے اس کا پیچھا کیا اور واپس ہوا۔ واپسی پر اُس نے مامون کو بتایا کہ جس شخص نے بے دھڑک بات چیت کی تھی وہ شورش پسندوں کی ایک جماعت کا سردار تھا۔ اس جماعت نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ مامون کے خلاف بغاوت کرے گی۔ لیکن آپ کا جواب سُن کر جماعت نے بغاوت کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔
اپنی موت سے چند دن پہلے مامون نے اپنے بھائی معتصم باللہ ابو اسحاق کو اپنا جانشین نامزد کیا۔ نہیں کہا جا سکتا کہ مامون نے اپنے بیٹے عباس کو جسے فوج میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل تھی اپنا جانشین کیوں مقرر نہ کیا۔ فوج نے

شروع میں عباس کے حق میں مظاہرہ کیا۔ لیکن عباس نے اپنے باپ کی وصیت کے مطابق اپنے چچا معتصم باللہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس پر فوج نے بھی اپنا مطالبہ واپس لے لیا ؛

باب (۱۷)

مُعتصِم باللہ

مامون کی وصیت کے مطابق طرطوس میں مُعتصم باللہ کی خلافت کا اعلان کر دیا گیا۔ اس نے تیانہ کی سرحدی چھاؤنی کو ادھورا چھوڑ دیا۔ تمام سامان کو فوج سمیت طرطوس پہنچا دیا گیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اُس نے ایسا کیوں کیا۔ اس کام کو چھوڑ کر معتصم نے باقی تمام اُمور میں مامون کی پیروی کرنے کی کوشش کی۔ اُس کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ اُس نے ترکوں اور دوسرے غیر ملکیوں پر مشتمل ایک فوج مرتب کی جو آگے چل کر عباسیوں کے زوال کا سبب بنی۔ اس فوج کے افسر براہِ راست خلیفہ کے ماتحت تھے۔ خلیفہ کی عرب اور ایرانی فوجوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اس تُرک فوج نے بہت جلد رومی سلطنت کے پراتوری گارڈز کی صورت اختیار کر لی۔ جو اپنی مرضی کے مطابق حکمرانوں

کو تخت پر بٹھاتے، اور پھر اپنی مرضی سے اُنہیں اُتار دیتے۔ اس تُرک فوج کے سپاہی اعلیٰ قسم کا فوجی لباس پہن کر اپنے گھوڑوں کو بغداد کے بازاروں میں سرپٹ دوڑاتے۔ اور ہر راہگیر کو جو اُن کے سامنے آتا اُسے بلا خوف مُنہ کے بل گراتے ہوئے آگے نِکل جاتے۔ ترک سپاہیوں کے اس طرزِ عمل سے بغداد میں شور مچ گیا۔ بلوے کے خوف سے خلیفہ اپنی اِس تُرک فوج سمیت بغداد سے چند میل کے فاصلے پر واقع سمارا میں چلا گیا۔ معتصم نے سمارا میں اپنے لئے محل، تُرک فوج کے لئے بارکیں اور اُن کے گھوڑوں کے لئے اصطبل بنوائے۔ شہر میں ترکی سرداروں کے محل اپنی شان و شوکت میں خلیفہ کے محل سے کسی طرح کم نہ تھے۔

اِس عہد کا ایک نمایاں واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان کے جاٹوں کا ایک قبیلہ دجلہ کے کناروں پر نمودار ہوُا۔ عرب مورخ انہیں زط کہتے ہیں۔ یہ جاٹ وہاں کیسے پہنچے اس کے متعلق عرب مورخ بھی کچھ نہیں بتاتے۔ لیکن اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ وہ گنتی میں سترہ ہزار تھے۔ جب اِنہوں نے دھاوے بولنے شروع کئے تو معتصم نے اُن کے مقابلہ پر ایک چھوٹی سی فوج بھیجی۔ انہیں قید کر کے بغداد میں خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ تا کہ خلیفہ ان کی عورتوں کا عجیب وغریب لباس دیکھ لے۔ جاٹوں کے قبیلہ کو سلیشیا کی سرحد پر آباد کر دیا گیا۔ بغیر کِسی سبب کے بازنطینوں نے اُن پر حملہ کر دیا۔ اِس حملے میں جاٹوں کی بڑی تعداد ماری گئی۔ جو زندہ بچے اُنہیں تھرلیس کے علاقوں میں بطور غلام آباد کر دیا گیا۔

۸۳۵ء میں بغداد میں امام محمد تقی کا انتقال ہوُا۔ آپ کے بیٹے علی آپ کے جانشین ہوئے۔

بابک کے حملوں نے بہت سے علاقوں کو تباہ کر دیا تھا۔ اس کی سرگرمیوں کو ختم کرنے کے لئے معتصم نے اپنے ترک جرنیل افشین کو بھیجا۔ کئی ایک لڑائیوں کے بعد افشین نے بابک کے قلعہ کو سر کر لیا۔ اس کے بیٹے اور کئی رشتہ داروں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ ان سب کو بغداد بھیج دیا گیا۔ جہاں معتصم نے ان کے ساتھ بہت نرمی کا برتاؤ کیا۔ بابک اپنے بھائی کے ساتھ آرمینیہ بھاگ گیا۔ جہاں ایک آرمینی سردار نے انہیں پکڑ کر افشین کے حوالے کر دیا۔ انہیں بغداد پہنچایا گیا چونکہ ان کے جرائم ناقابلِ عفو تھے۔ اس لئے انہیں پہلے بغداد کے بازاروں میں ایک ہاتھی پر سوار کر کے پھرایا گیا۔ افشین نے سات ہزار کے قریب عیسائی اور مسلمان عورتوں کو بابک کے پنجے سے رہائی دلا کر انہیں اپنے اپنے گھروں میں پہنچایا۔ جب افشین ماژندران میں بابک کی سرکوبی کر رہا تھا تو اس کے حلیف شہنشاہ بازنطین نے عباسی سلطنت کے سرحدی علاقوں پر حملہ کر دیا۔ اور مسلمانوں کے بہت سے شہروں کو جلا کر عورتوں اور بچوں کی ایک بڑی تعداد کو غلام بنا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ زباطرہ جہاں معتصم پیدا ہوا تھا جلا کر راکھ کر دیا۔ اس شہر کے مردوں کو یا قتل کر دیا گیا یا انہیں انتقال کر دیا گیا۔ جب معتصم کو ان واقعات کا پتہ چلا تو اس نے انتقام لینے کی قسم کھائی۔ وہ بڑی تیزی سے اپنی فوج سمیت بازنطینوں سے انتقام لینے کے لئے روانہ ہوا۔ خلیفہ کی فوج کے ہراول دستوں نے بازنطینیوں کی فوج کو شکست دی۔ خلیفہ نے اب شہنشاہ بازنطین تھیوفی لس کے مقام پیدائش اموریم کا محاصرہ کر لیا۔ پچاس دن کے بعد شہر فتح ہوا۔ عربوں نے اس شہر کو سطح زمین سے ہموار کر دیا۔ تیس ہزار اشخاص کو قتل کیا گیا۔ باقی آبادی کو بازنطینی کمانڈر سمیت بغداد پہنچا دیا گیا۔ اب معتصم باسفورس کی طرف بڑھا تاکہ

بازنطین کو ایک فیصلہ کن شکست دے لیکن ایک سازش کے انکشاف سے وہ اپنے ارادے سے باز رہا۔ بعض عرب جرنیل اس کے اثر و رسوخ سے حسد کرتے تھے، نوجوان عبّاس کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ معتصم کو قتل کر دیا جائے۔ اتفاق سے اس سازش کا انکشاف ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سازش نے خلیفہ کو اس قدر پریشان کیا کہ اپنا پروگرام ملتوی کرنے پر مجبور ہو گیا۔ عبّاس اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا۔ معتصم نے تھیوفی لس کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا۔ خلیفہ سامرا روانہ ہُوا۔ ۸۳۹ء میں طبرستان کے ایک مجوسی شہزادہ نے بغاوت کر دی۔ اس خیال کے پیش نظر کہ عبداللہ بن طاہر اس بغاوت کو فرو نہیں کر سکے گا خلیفہ نے افشین کو روانہ کیا کہ اس طرح خلیفہ اُسے (افشین) مشرق کا وائسرائے مقرر کر دے گا۔

افشین نے باغی شہزادوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے پر اُکسایا۔ مجوسی شہزادے کو شکست ہوئی۔ اور اُسے قتل کر دیا گیا۔ افشین کو پکڑ کر ایک زندان میں بھوک سے مرنے کے لئے بند کر دیا گیا۔ اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد ۵ جنوری ۸۴۲ء کو معتصم اس دُنیا سے چل بسا۔ معتصم نے اپنی سلطنت کے زرعی اُمور میں بہت زیادہ دلچسپی لی۔ اُس نے اپنی سلطنت کے طبعی ذرائع کو اس کی ترقی پر صرف کیا۔ جب کبھی معتصم تشدّد پر آمادہ ہوتا تو قاضی احمد بن ابوداؤد اُس کے غصّے کو فرو کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔ قاضی احمد بن ابو داؤد معتزلین کا ایک بہت بڑا پیشوا تھا۔

باب (۸)

واثق باللہ

معتصم کی موت کے بعد اُس کا بیٹا واثق باللہ اس کا جانشین ہوا۔ بعض مورّخوں نے واثق کے کردار کو گھناؤنی صورت میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک اچھا حکمران تھا۔ وہ خوش باش رہنے والا ضرور تھا۔ لیکن اُس کے ذاتی کردار پر حرف گیری نہیں کی جا سکتی۔ اُس نے سائنس اور ادب کی سرپرستی کی۔ صنعت اور تجارت کو اُس نے فروغ دیا۔ وہ ادب کا بہت دلدادہ تھا۔ اُسے موسیقی میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اُس نے سو کے قریب راگنیاں ایجاد کی تھیں۔ اُس کی سخاوت بہت زیادہ تھی۔ اس کے عہدِ حکومت میں اس کی سلطنت میں ایک بھی بھک منگا نہیں تھا۔ اس کے عہد میں عربوں اور بازنطینوں میں ایک وسیع پیمانہ پر جنگی قیدیوں کا تبادلہ ہوا۔

واثق نے بھی اپنے باپ کی طرح ترکوں کو عربوں اور ایرانیوں پر ترجیح دینے کی غلطی کی۔ اُس نے ایک ترک سردار شناس کو سلطنت کا نائب (سلطان) مقرر کیا۔ واثق نے عوام میں اعتزال کو پھیلانے کی بہت کوشش کی۔ اس کی موت کے ساتھ ہی عبّاسیوں کی شان و شوکت بھی ختم ہو گئی۔

آئندہ دو سو سال میں عبّاسیوں کی تاریخ ایسے حکمرانوں کو پیش کرتی ہے

جو بغیر اقتدار کے تخت پر بٹھا دیئے جاتے تھے اور بغیر کسی کے آنسو بہائے قبر میں اُتار دیئے جاتے تھے۔

واثق نے سمارا میں وفات پائی ۔

باب (۹)

مُتوکّل سے قائم تک

واثق کی موت کے بعد چیف جج، وزیر اور بعض درباریوں نے چاہا کہ اُس کے نوجوان بیٹے کو تخت پر بٹھائیں۔ لیکن واصف ترک نے اعتراض کیا کیونکہ اُس کے خیال میں شاہی لباس اُس نوجوان پر پُورا نہیں اُترتا تھا۔ چنانچہ واثق کے بھائی متوکّل کو اس کا جانشین مقرر کیا گیا۔ متوکّل نے پندرہ سال تک حکومت کی۔ اُس کے عہدِ حکومت میں عباسیوں کے زوال کا آغاز ہوُا۔ اس نے عیش و عشرت میں ڈوب کر اپنی سلطنت کو تباہی کے غار میں دھکیل دیا۔ ان سب باتوں کے باوجود وہ بہت عقیدہ پرست تھا۔ اُس کے ایک فرمان کے ذریعہ اعتزال کو خلاف قرار دے دیا گیا۔ اُس نے پُرانے عقائد کے نفاذ کا حکم دے دیا۔ معتزلین کو سرکاری عُہدوں سے نکال دیا گیا۔ سائنس اور فلسفہ کے متعلق لیکچر دینے ممنوع قرار دیئے گئے۔ قاضی ابو داؤد، اُن کے بیٹے اور کئی ایک معتزلین کو قید کر لیا گیا اور اُن کی جائداد کو ضبط کر لیا گیا۔

متوکل نے اپنی سختیوں کا دائرہ معتزلین تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ اُس نے انہیں سرکاری عہدوں سے نکال دیا۔ اور انہیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔

حضرت علیؓ اور آلِ رسولؐ کے ساتھ اسے اتنی دشمنی تھی کہ اُس نے حضرت امام حسینؓ کے روضہ کو مٹا کر وہاں پانی چھوڑ دیا۔ واثق نے اپنے وزیر کو کم احترام کرنے کے جرم میں موت کی سزا دی۔ بازنطینیوں نے ان حالات سے فائدہ اُٹھا کر عباسیوں کی مملکت پر حملے شروع کر دیئے۔ انہوں نے بصرہ میں وعیطہ کو آگ لگا دی۔ اور شمشیہ کو تباہ و برباد کر دیا۔ بلکہ تھیوڈور نے دو لاکھ جنگی قیدیوں میں سے ایک لاکھ بیس ہزار کو قتل کرا دیا۔ صرف اُن لوگوں کی جان بخشی کی گئی جنہوں نے عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ متوکل کا طرزِ عمل اِس قدر تشدد اور غضبناک ہو گیا تھا کہ اُس کے تُرک محافظوں نے اُسے قتل کر دینے کی سازش کی۔ کہا جاتا ہے کہ اس سازش میں اُس کا بیٹا منتصر بھی شامل تھا۔ چنانچہ ایک رات جب عالمِ مدہوشی میں تھا تو اُس کے تُرک محافظوں نے اُسے دوسری جانب پہنچا دیا۔

متوکل کی موت کے بعد منتصر کی خلافت کا اعلان ہو گیا۔ اسے ایک انصاف پسند اور نیک دل حکمران بیان کیا جاتا ہے۔ اُسے اپنی رعایا کی بھلائی کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا۔ اُس نے حضرت علیؓ اور امام حسینؓ کے مزاروں کو از سرِ نو بنوایا۔ اور اہلِ بیت کو وہ جائداد واپس کر دی جس کو متوکل نے ضبط کر لیا تھا۔ اس نے غیر مسلموں پر سے پابندیاں اُٹھا دیں۔ بدقسمتی سے وہ چھ مہینے حکومت کرنے کے بعد اس دُنیا سے چل بسا۔

اب ترک سرداروں نے جن کے اختیارات بہت وسیع ہو چکے تھے، معتصم کے ایک پوتے مستعین کو تخت پر بٹھایا۔ مستعین کے پاس کوئی اختیار نہیں تھا۔ تمام اختیارات ترک سرداروں کے ہاتھ میں تھے۔ منتصر کی موت کے بعد صوبائی گورنر بہت حد تک آزاد حکمرانوں کی حیثیت حاصل کر چکے تھے۔ عبداللہ بن طاہر کی موت کے بعد اُس کا بیٹا طاہر اُس کا جانشین ہوا۔ اس کا نظم و نسق اپنے باپ کی طرح بہت اچھا تھا۔ بنو طاہر کا صدر مقام نیشاپور تھا۔ جو خراسان کی راجدھانی تھی۔ ۸۶۲ء میں طاہر کی موت کے بعد اس کا بیٹا محمدؐ اس کا جانشین ہوا۔ محمدؐ نے ۸۷۳ء تک خراسان پر حکومت کی۔ طاہر کے اقتدار کو دیکھتے ہوئے عباسیوں کے مشرقی صوبے ایک ایک کر کے مرکز سے کٹنے لگے۔

مستعین نے ترک سرداروں سے تنگ آ کر بغداد میں پناہ لی۔ اسے خیال تھا کہ بغداد میں عرب اور ایرانی سپاہ اس کی امداد کریں گے۔ ترک سرداروں نے خلیفہ کو بغداد سے واپس لانے کی کوشش میں ناکام ہونے کے بعد متوکل کے دوسرے بیٹے معتزؓ کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ ترک سردار بغداد کا محاصرہ کرنے کے لئے بڑھے۔ مستعین کو اس بات پر آمادہ کر لیا گیا کہ اگر وہ تخت سے علیحدہ ہو جائے تو اُسے مدینہ منورہ میں زندگی بسر کرنے کی اجازت دے دی جائے گی۔ لیکن جب مستعین حجاز جاتے ہوئے وسط میں پہنچا تھا تو اُسے معتزؓ کے بھیجے ہوئے ایک قاتل نے قتل کر دیا۔

اب ترک سرداروں میں باہمی جھگڑے شروع ہوئے۔ واصف اور دغا کو اُن کے مخالفوں نے قتل کر دیا۔ ایک ترک سردار بابی کیال نے فسطاط پر قبضہ کر لیا۔ اُس نے مصر کی نیابت حاصل کر کے مشہور و معروف احمد بن طولون

کو اپنا نائب مقرر کر دیا۔ وزیر کے قتل کے بعد احمد بن طولون مصر کا آزاد حکمران بن گیا۔ وہ ایک بہت اچھا حکمران ثابت ہوُا۔

امام تقی کا ۸۶۸ء میں انتقال ہوُا۔ امام حسن عسکری ان کے جانشین ہوئے۔ مُعتز تقریباً تین سال تک حکمران رہا۔ اس کی فوجوں نے تنخواہ کا مطالبہ کیا جسے وہ پُورا نہ کر سکا۔ فوجوں نے اُسے محل سے گھسیٹ کر باہر نکالا۔ اور اُس کی بہت زیادہ بے عزتی کی۔ اور اُسے تخت سے دستبردار ہونے پر مجبور کیا۔ اُسے قید کر دیا گیا۔ جہاں وہ تھوڑی مدّت بعد قتل ہوُا۔ منصوُر اور ہارُون کے جانشین اب اِس حالت میں تھے۔

مُعتز کی دست برداری کے بعد تُرک سرداروں نے واثق کے ایک بیٹے مہندی کو تخت پر بٹھایا۔ وہ ایک مضبوط کردار کا انسان اور انصاف پسند حکمران تھا۔ اچھے حالات میں وہ اچھا حکمران ثابت ہو سکتا تھا۔ اُس نے اپنے محل سے گویّوں اور ناچنے والیوں کو نکال دیا۔ اُس نے قانون کے مطابق حکومت کرنے کی کوشش کی۔ اِس بناء پر اُس کا ترک سرداروں سے تصادم ہو گیا۔ اُس نے تھوڑی سی فوج کے ساتھ ان ترک سرداروں کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ جب اُس کے ساتھی اُسے چھوڑ کر چلتے بنے تو تُرک سرداروں نے اسے گرفتار کر کے اسے تخت سے علیٰحدگی پر مجبور کر دیا۔ اُسے قید کر دیا گیا۔ تھوڑی مدّت بعد وہ اس دُنیا سے رخصت ہو گیا۔

اب متوکّل کے بیٹے معتمد کی خلافت کا اعلان کیا گیا۔ معتمد ایک کمزور حکمران اور عیش پسند انسان تھا۔ تاہم اُس کا بھائی اپنی زندگی تک سلطنت کے کام کاج کو اچھی طرح سے چلاتا رہا۔ چونکہ معتمد بغداد میں رہتا تھا۔ اِس لئے اِس عہد میں ترک سرداروں کا اثر و رسُوخ کچھ کم ہونے لگا۔ ایسا معلوم ہونے لگا تھا

کہ مامون کا دورِ حکومت پھر سے آنے لگا ہے۔

۸۶۴ء میں طبرستان مرکز سے کٹ چکا تھا۔ حسن بن زید علوی نے طبرستان کے لوگوں کو مسلمان کرنے کے بعد وہاں اپنی حکومت قائم کر لی۔ ۸۷۰ء میں یعقوب بن لیث نے بنو طاہر سے سجستان چھین لیا۔ اُس نے آہستہ آہستہ سارے شمالی ایران پر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ تین سال بعد اُس نے طاہر کے پوتے کو خراسان سے باہر نکال دیا۔ تھوڑی مدت بعد اُس نے طبرستان پر بھی قبضہ کر لیا۔ ان کامیابیوں سے مسرور ہو کر اُس نے عراق پر بھی حملہ کر دیا۔ لیکن واسط کے قریب معتمد کے بھائی نے اُسے شکست دی۔ اب یعقوب بن لیث اپنی مملکت میں واپس آ گیا۔ اگلے سال وہ پھر عراق پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ مر گیا۔ اُس کے جانشین اور بھائی عمر بن لیث نے خلیفہ سے صلح کر لی۔ خلیفہ نے اسے اپنے علاقہ کا آزاد حکمران تسلیم کر لیا۔

ابراہیم سامانی کے عہد میں ماوراء النہر تقریباً آزاد ہو گیا۔ سامانی ایک سوداگر تھا۔ جس کے خاندان کے افراد نے مامون کے عہد میں بہت ترقی کی۔ مامون نے سامانی کے پوتے احمد کو فرغانہ کا حاکم مقرر کیا۔ احمد کے بعد اُس کا بیٹا نصر اُس کا جانشین ہوا۔ اسمٰعیل فاضل اور نیک کردار کا آدمی تھا۔ اس نے اپنی ریاست کے استحکام میں بہت کوشش کی۔ اُس نے ترکمان قبیلوں کو جیحون کے پار لگا دیا۔ اُس نے رعایا پروری سے اپنے خاندان کی حکومت کو مضبوط کیا۔ خلیفہ نے اُسے بھی فرغانہ کا آزاد حکمران مان لیا۔

مصر اور شام پر احمد طولون کا قبضہ تھا۔ احمد بن طولون کی موت ۸۸۴ء کے شروع میں ہوئی۔ اور اس کا بیٹا خمارویہ اُس کا جانشین ہوا۔ اُس کے دمشق میں رہائش اختیار کی۔ ان خاندانوں کی آزاد حکومتوں نے اگرچہ سلطنت کو کمزور

کر دیا تھا۔ لیکن اُن کی آزادی سے ان ریاستوں کی رعایا کو بہت فائدہ پہنچا۔ کیونکہ ان حکمرانوں نے سائنس اور آرٹ کی سرپرستی کی۔ ان کے عہد میں صنعت اور تجارت کو فروغ ہوا۔ معتز کے عہد میں کلدانیہ میں حبشیوں نے جو بغاوت کی تھی اُس کے اثرات تباہ کن ثابت ہوئے۔ اس بغاوت کا لیڈر ایک ایرانی تھا۔ جس نے اپنے ماننے والوں کو ہر حرکت کی اجازت دے رکھی تھی۔ سلطنت کے مختلف حصوں سے حبشی غلام اس کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے۔ اس نے بہت جلد کلدہ اور اہواز پر قبضہ کر لیا۔ وہ کئی سال خلیفہ کی فوجوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ ۸۸۲ء میں اسے شکست دی گئی۔ اُس کا قلعہ تباہ کر دیا گیا۔ اس کے ساتھی بھاگ گئے اور وہ خود مارا گیا۔

۸۹۴ء میں خلیفہ کی مملکت میں عرب، بابل، کلدہ، عراق، آذربائیجان، آرمینیہ اور بحیرۂ ہند کے ساحلی علاقے شامل تھے۔ یہ سلطنت بھی بہت کافی تھی۔ بشرطیکہ اس کا تحفظ کیا جا سکتا۔

بازنطین نے ان شورشوں سے فائدہ اُٹھا کر مسلمانوں کے علاقوں پر حملے شروع کر دیئے۔ شروع شروع میں اُنہیں بہت زیادہ کامیابی ہوئی لیکن احمد بن طولون نے ان کے حملوں کی پوری طرح سے روک تھام کی۔

امام حسن عسکری نے ۸۷۴ء میں معتمد کے عہدِ حکومت میں وفات پائی۔ آپ کی وفات کے بعد امامت کا منصب آپ کے بیٹے محمدؑ المہدیٰ کو ملا۔ آپ شیعانِ علیؓ کے آخری امام ہیں۔

۸۹۲ء میں معتمد کی موت پر معتضد اُس کا جانشین ہوا۔ معتضد اور اُس کے جانشین کے عہد میں سلطنتِ عباسیہ میں کسی قسم کا مزید انتشار پیدا نہ ہوا۔

اِس کے برعکس بعض حالات نے خلافت کو مستحکم کر دیا جس سے خلیفہ نے بہت سے صوبوں کو از سرِ نو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ معتضد کو سفاحِ ثانی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اُس نے عباسیوں کی کمزور سلطنت میں پھر سے جان ڈال دی تھی۔ وہ ایک قابل حکمران اور بہادر انسان تھا۔ وہ اپنے پیشرو سفاح کی طرح بے رحم ضرور تھا۔ اُس کے خوف سے عباسی سلطنت مزید انتشار سے بچ گئی۔

اس نے بازنطین کے خلاف کامیاب لڑائیاں لڑیں۔ ان لڑائیوں میں اُس نے بہت سے شہروں کو بازنطینوں سے چھین لیا تھا۔ اُسنے کُردوں کو عراق سے نکال دیا۔ موصل کے امیر حمدان نے آزاد ہونے کی کوشش کی لیکن اُسے سختی سے دبا دیا گیا۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اُس نے پُرامن طریق سے مصر کو دوبارہ خلافتِ عباسیہ سے ملحق کر لیا۔

معتضد کا طرزِ حکومت سخت گیرانہ تھا۔ لیکن اس کے بعض اقدام بلاشُبہ بہت مفید تھے۔ اُس نے بغداد کو بدمعاشوں اور اُچکّوں سے خالی کیا۔ یہ لوگ دن کے وقت داستان گوئی یا ستارہ شناسی کا کام کرتے اور رات کے وقت چوری چکاری کرتے۔ اُس نے نوروز و ایرانی تقویم سے متعلّق کئی ایک رسموں کو بند کر دیا۔ کتب فروشوں کو فلسفہ کی کتابیں فروخت کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ نوروز کو مارچ سے ہٹا کر جُون میں لے گیا جو سریانی تقویم کا نیا سال ہے۔ اسی کے عہدِ حکومت میں افریقہ میں فاطمیوں کا زور ہوُا۔ اور اشتمالیت پسند قرامطہ نے عرب، شام، عراق میں ایسی تباہی مچائی جس نے مسلم دُنیا کو بہت نقصان پہنچایا۔ قرامطہ نے سب سے پہلے کوفہ میں سر نکالا۔ اور بہت جلد ان کے اُصول بحرین تک جا پہنچے۔

بحرین مسلمان انقلاب پسندوں کی جائے پناہ رہا ہے۔ بحرین میں ابوسعید جنابی کی سرکردگی میں انہوں نے اتنی قوت اختیار کر لی تھی کہ انہوں نے کلدہ پر حملہ کر کے خلیفہ کی فوج کو شکست دی۔

دو سال بعد وہ شام میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے سارے صُوبے کو ویران کر دیا۔ ابوسعید کے قتل ہو جانے کے بعد اُس کا بیٹا ابوطاہر قرامطہ کا لیڈر بنا۔ اس کی زیرِ کمان قرامطہ نے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور آس پاس کے علاقوں کو تباہ وبرباد کر دیا۔ وہ خلیفہ کی فوجوں کو ہر مقام پر شکست دیتے رہے۔ یہاں تک کہ معتضد کے عہد میں انہوں نے ایّامِ حج میں مکہ پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے حاجیوں کو قتل کر دیا۔ خانہ کعبہ کی بے حُرمتی کرنے کے بعد وہ حجرِ اسود کو اُٹھا کر لے گئے۔ اب مسلمانوں نے متفق ہو کر اُنہیں شکست دینے کے لئے اقدام کیا۔ پندرہ سال کی خونریز لڑائیوں کے بعد اُن کا قلع قمع کیا گیا۔ قرامطہ کی شورش کے تباہ کُن اثرات نہ مٹائے جا سکے۔ عرب شام کا اہم حصّہ اور کلدہ ویران کئے جا چکے تھے۔ ان حالات میں بازنطینیوں نے مسلمانوں کی مملکت پر حملہ کر دیا۔ ۹۰۲ء میں معتضد کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مکتفی اس کا جانشین ہوا۔ وہ ایک عقلمند اور عادل حکمران ثابت ہوا۔ اُس نے بغداد پہنچ کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اُس نے اپنے باپ کے بنوائے ہوئے زیرِ زمین قیدخانے توڑ کر اُن کی جگہ مسجدیں بنوا دیں۔ معتضد نے اپنے محل کے باغ کے لئے لوگوں سے جو زمینیں چھین لی تھیں اُس نے اُن زمینوں کو اُن کے وارثوں کے سپُرد کر دیا۔ اُس نے اپنی رعایا کے دِل میں اپنی محبت پیدا کر لی۔

قرامطہ کی تباہ کاریوں نے خلافت کی فوجوں کو اگرچہ بہت زیادہ مصروف کر رکھا۔ لیکن اس پر بھی مکتفی نے مِصر کو براہِ راست اپنے زیرِ نگیں کیا اور بازنطینیوں

کو شکست دی۔ عربوں نے اُن کے اہم شہر ادالیہ پر قبضہ کر لیا۔ پانچ سال کی مختصر حکومت کے بعد مقتفی دُنیا سے چل بسا۔ اس کا بھائی مقتدر جس کی عمر ۱۳ سال کی تھی اس کا جانشین ہوا۔ اس کے عہدِ حکومت میں شروع میں اس کے وزیروں نے سلطنت کی شان و شوکت کو قائم رکھا۔ لیکن اُس کی بے پروائی نے اُس کے آخری ایام حکومت میں سلطنت کو زوال کی طرف دھکیل دیا۔ فاطمی حکمران عبید اللہ مہدی نے سارے شمالی افریقہ کو فتح کر لیا۔ اُس نے بنو اغلب کے آخری حکمران کو شمالی افریقہ سے باہر نکال دیا۔ یہ شہزادہ مصر کی راہ سے عراق بھاگ گیا۔

اِسی زمانہ میں میڈیا کے شمالی علاقہ میں آباد دیلمیوں نے اسلام قبول کیا۔ انہی ایام میں بغداد میں بازنطینی سفارت پہنچی۔ بغداد نے اس سفارت کا شاندار خیر مقدم کیا۔ اسی سال بغداد میں مقتدریہ ہسپتال کا افتتاح کیا گیا۔ اِس ہسپتال کے لئے سات ہزار دینار سالانہ منظور کئے گئے۔

مقتدر کے آخری ایامِ حکومت میں اقتدار کی باگ ڈور اُس کی ماں کے ہاتھ میں تھی۔ وہ اپنے ہاتھ سے فرمان اور آرڈی ننس جاری کرتی۔ جمعہ کے دِن وہ قاضیوں اور درباریوں کی موجودگی میں اپیلیں سُنتی۔ مقتدر کے عہدِ حکومت میں خلیلیوں کا اثر و رسُوخ بہت بڑھ گیا۔ حکومت کی کمزوری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اُنہوں نے پبلک احتساب کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ وہ لوگوں کے گھروں میں داخل ہو کر ہر اُس چیز کو ضائع کر دیتے جو اُن کے ذاتی ذوق کو مجرُوح کرتی ہوئی دکھائی دیتی۔ وہ کتب فروشوں کی دُکانوں پر سے سائنس، اور فلسفہ کی کتابوں کو اُٹھا کر اُنہیں بازار میں جلا دیتے۔ مقتدر (۹۰۷-۹۳۲ء) میں اپنے ایک درباری کے خلاف لڑتا ہوا مارا گیا۔ اُس کی موت کے بعد

طاہر اس کا جانشین ہوا۔ وہ ظالم حکمران تھا۔ اس لئے جن ہاتھوں نے اُسے تخت پر بٹھایا انہوں نے اُسے ۹۳۴ء میں تخت سے اُتار کر اندھا کر دیا۔ اُس کے عہد حکومت میں مصر آزاد ہو گیا۔

اب تُرک سرداروں نے اُس کے بیٹے راضی کو تخت پر بٹھایا۔ اس تخت نشینی کے ساتھ ہی خلیفوں کی شان و شوکت اور قوت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے تخت نشین ہوتے ہی واسط اور بصرہ کے گورنر نے تمام اختیارات پر قبضہ کر لیا۔ کمزور حکمران نے اُسے امیر الامراء کا خطاب دیا۔ اب خلیفہ کے پاس بغداد اور اس کے مضافات کے علاوہ اور کچھ بھی باقی نہیں تھا۔ ہر صُوبے کے گورنر نے آزادی اختیار کر لی تھی۔ اس وقت تک ہسپانیہ کے اُموی حکمران خلیفہ یا امیر المومنین کے لقب سے گریز کرتے چلے آ رہے تھے۔ لیکن عباسی خلیفوں کی کمزوری نے عبدالرحمٰن کو خلیفہ کا لقب اختیار کرنے میں راہنمائی کی۔

۹۴۰ء میں راضی کی موت کے بعد مقتدر کا دوسرا بیٹا متقی اس کا جانشین ہوا۔ وہ تُرک امیر الامراء کے قبضہ میں تھا۔ اُس کے عہد حکومت میں تُرک سرداروں کی آپس میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں۔ بازنطین نے بھی موقعہ پا کر ارلسیہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو قتل کر دیا

۹۴۴ء میں امیر الامراء نے متقی کے بھائی مستکفی کو اس کا جانشین مقرر کیا۔ اُس نے دیلمی شہزادوں کو بہت بڑے بڑے خطاب دیئے اُن میں سے ایک کو اُس نے سلطان کا خطاب دیا۔ نمازِ جمعہ میں خلیفہ کے نام کے ساتھ ساتھ سلطان کا نام بھی دیا جانے لگا۔ سلطنت کے تمام

اختیارات سلطان کے ہاتھ میں چلے گئے۔ سکوں پر بھی اس کا نام کندہ ہونے لگا۔

خلیفہ کو خزانہ عامرہ سے پانچ ہزار دینار سالانہ ملتے تھے۔ امیر الامراء معز الدولہ اگرچہ علوم و فنون کا سرپرست تھا لیکن وہ طبیعت کا ظالم تھا۔ سب سے پہلے اسی نے محرم کی دسویں تاریخ کو امام حسینؓ کی یادگار کے طور پر منایا۔

بازنطین کی طرف سے حملوں کی رفتار برابر جاری رہی۔ مسلمانوں کی کمزور اور بٹی ہوئی سلطنت ان حملوں کا مقابلہ نہ کر سکی۔

امیر الامراء نے سازش کے شبہ پر خلیفہ کو ۹۴۶ء میں تخت سے اُتار کر اندھا کر دیا۔ اب مقتدر کے دوسرے بیٹے مطیع کو تخت پر بٹھایا گیا۔ آلِ بویہ تقریباً ایک سو سال تک برسرِ اقتدار رہے۔ ترک فوجی سرداروں کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ ان میں اگرچہ کئی ایک ظالم تھے۔ لیکن ان کے عہدِ امارت میں رعایا کو کافی خوشحالی نصیب ہوتی رہی۔

معز الدولہ کی موت کے بعد اُس کا بیٹا بختیار امیر الامراء بنا۔ خلیفہ کی طرف سے اُسے عز الدولہ کا خطاب ملا۔ سات سال کے بعد عز الدولہ نے مطیع کو تخت سے اُتار کر اُس کے بیٹے طائی (۹۷۴ - ۹۹۱ء) کو تخت پر بٹھایا۔ آلِ بویہ کی علمی سرپرستی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اس عہد میں بڑے بڑے نامور اہلِ قلم پیدا ہوئے۔ مسعودی۔ فارابی۔ تمیمی۔ ابو الفرج اور دینادری سب کے سب مطیع کے ہمعصر تھے۔

عز الدولہ کو اس کے چچا عضد الدولہ نے معزول کر دیا۔ خلیفہ نے مجبور ہو کر تاج الملت کا خطاب دیا۔ عز الدولہ کی موت کے بعد اس کا بیٹا صمصام قائم مقام بنا۔ اس کو اُس کے بھائی شرف الدولہ نے معزول کر دیا۔ اس کی موت کے بعد

اُس کے بیٹے ابونصر کو خلیفہ کی طرف سے بہاؤ الدولہ اور ضیا الرّوت کا خطاب دیا۔ عضدالدولہ اور شرف الدولہ نے بغداد میں علمی سرگرمیوں کو پھر سے تازہ کیا۔ اس عہد میں کئی ایک بلند پایہ سائنسدان پیدا ہوئے۔

بہاؤ الدولہ نے طائی کو معزول کر کے اُس کے بھائی قادر کو تخت پر بٹھا دیا۔ طائی اپنے بھائی کے محل میں رہنے لگا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادر نے اُس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہوگا۔ قادر نے ۱۰۰۲ء میں وفات پائی۔

قادر کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بہت نیک دل۔ اور پارسا انسان تھا۔ وہ رات کا زیادہ وقت عبادت میں صرف کرتا۔ اور اپنی آمدنی کا زیادہ حصّہ خیرات کرتا۔ اُس نے معتزلین کے خلاف کئی ایک رسائل لکھے جن میں اُس نے اعتزال کو بدعت قرار دیا ؂

باب (۱۰)

خاندانِ غزنویہ

ماوراء النہر اور خراسان پر سامانیوں نے ۸۷۴ سے ۹۹۹ء تک حکومت کی۔ اس خاندان کے آخری ایّام میں ایک ترک سپاہی جس نے اپنی زندگی کا آغاز غلام کی حیثیت سے کیا تھا۔ بہت ترقی کر لی۔ لیکن سامانی شہزادے کو ناراض کر کے اِس غلام کو بخارا سے بھاگنا پڑا۔ الپتگین

نے اب افغانستان کے کوہستانوں میں اپنے لئے ایک چھوٹی سی ریاست کی عوج ڈالی۔ اس کی راجدھانی غزنی تھی۔ سامانی شہزادے نے الپتگین کو مطیع کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ سولہ سال مقابلہ کرتا رہا۔ ۹۹۵ء میں الپتگین کی موت کے بعد اُس کا داماد سُبکتگین اُس کا جانشین ہوا۔ اُس نے بہتر نظم ونسق سے اپنی رعایا کے دِل کو ہاتھ میں لے لیا۔ اور اپنے ہمسایہ سے اپنی عزت کرائی۔ خلیفہ نے اس کی حکومت کو تسلیم کر کے سبکتگین کو ناصرالدولہ کا خطاب دیا۔ اِس طرح اُس نے خاندانِ غزنویہ کی بنیاد رکھی۔ اُس کی فوجوں نے ہندوکش کو پار کر کے پنجاب پر چڑھائی کی۔ چونکہ وہ سامانی شہزادے کی فوج کا طرفدار تھا اِس لئے اُس نے اس کی ریاست کو ترکمانوں کے حملے سے بچایا۔

اس کی موت کے بعد اُس کے دو بیٹوں محمود اور اسمٰعیل میں تخت نشینی کے لئے لڑائی ہوئی۔ محمود چاہتا تھا کہ دونوں بھائیوں میں باپ کی ریاست تقسیم کر لی جائے۔ لیکن اسمٰعیل کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کیا۔ اسی زمانہ میں سامانیوں کی حکومت ٹوٹ گئی۔ ۱۰۰۰ء میں محمود نے خراسان پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ نے اُس کی حکومت کو تسلیم کرتے ہوئے اُسے یمین الدولہ اور امین الملت کا خطاب دیا۔

سلطان محمود کا عہدِ حکومت ایشیا کی تاریخ میں ایک شاندار دَور ہے۔ اُس نے غزنی خوبصورت بنایا۔ روم کے پہلے شہنشاہ کی طرح اس کے متعلق بھی یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس نے غزنی کو جو ایک جھونپڑیوں کی بستی تھی بڑے بڑے محلات کا شہر بنا دیا۔ وہ علوم وفنون کا سرپرست تھا۔ اگرچہ اُس کی سخاوت میں کبھی کبھی تنگ نظری حائل ہو جاتی تھی لیکن اُس

پر اس کا دربار عالموں اور فاضلوں کا مرکز تھا۔ البیرونی۔ فردوسی۔ دقیقی اور کئی دوسرے فلسفی اور شاعر اس کے عہد میں ہو گزرے ہیں۔ سلطان محمودؒ کئی مرتبہ ہندوستان میں داخل ہوا۔ لیکن اس نے پنجاب کی سرحدوں کے باہر کوئی مستقل علاقہ اپنی سلطنت میں شامل نہیں کیا۔ جب محمود مشرق میں مصروف تھا تو ترکمانوں کی ایک جماعت کہر خیز کے میدانوں سے نکل کر ماوراء النہر میں آباد ہو گئی۔ سلطان محمودؒ نے اُن سے اطاعت کا وعدہ لے کر اُن سے معمولی خراج لینے پر اکتفا کی۔ یہی سُلطان کی غلطی تھی۔

اس جماعت کو کمزور کرنے کی غرض سے سلطان محمود نے اُن میں سے ایک قبیلہ کو اُن کے سردار سلجوق کی رہنمائی میں خراسان میں جلا وطن کر دیا۔ خراسان میں سلجوقیوں نے طاقت پکڑنی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے سابق آقاؤں کے خلاف لڑنے لگے۔ سلطان محمود نے ۱۰۳۰ء میں وفات پائی۔ وہ اپنے بیٹے اور جانشین مسعودؒ کے لئے ایک بہت بڑی سلطنت چھوڑ گیا۔ مسعود نے سلجوقیوں کو خُراسان سے نکالنے کی بہت کوشش کی۔ ہرات کے قریب سلجوقیوں اور غزنویوں میں لڑائی ہوئی۔ جس میں مسعود کو شکست ہوئی۔ اب غزنی سلطنت کے کھنڈروں پر سلجوقیوں نے اپنی سلطنت کی عمارت کھڑی کی۔ سلطان محمودؒ کی سلطنت اب افغانستان اور پنجاب تک ہی محدود تھی۔

سلطان مسعود کی موت کے بعد جانشینی کے جھگڑے چلتے رہے۔ یہاں تک کہ سلطان ابراہیم غزنی کے تخت پر بیٹھا۔ سلطان ابراہیم مشہور فلسفی شاعر حکیم سنائیؒ کا دوست اور مُربی تھا۔ سلطان ابراہیم نے سلجوقی شہزادے سے صُلح کر کے اپنی سرگرمیوں کو ہندوستان کی طرف مبذول کر دیا۔

باب (۱۱)

آلِ سلجوق

سلطان مسعود کو شکست دینے کے بعد سلجوقیوں نے سلجوق کے پوتے طغرل بیگ کو اپنے قبیلے کا سردار چن لیا۔ ابن الاثیر کے الفاظ میں طغرل بیگ ایک عقلمند حکمران، سخی، نیک اور سادہ انسان تھا۔ طغرل نے بہت جلد جرجان۔ عراق۔ عجم۔ خوارزم اور دوسرے مغربی صوبوں کو اپنے ماتحت کر لیا۔ آلِ بویہ کے شہزادوں نے اس سلجوقی سردار کے اقتدار کو تسلیم کر لیا۔ طغرل جب کوئی شہر فتح کرتا تو وہاں اپنی فتح کی یادگار میں ایک مسجد بنواتا۔ اس کی پاکبازی کی شہرت نے اُسے اپنے دشمنوں پر غلبہ پانے میں بہت مدد دی۔

جب ایران میں آلِ بویہ کا چراغ بجھ رہا تھا۔ تو اس وقت قادر (۹۹۱ تا ۱۰۰۲ء) نے ۸۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اُس نے تقریباً ۴۱ سال حکومت کی۔ اُس کے عہدِ حکومت میں کئی ایک ایسے فاضل اور عالم گزرے جو اپنے علم و فضل کی وجہ سے اسلام کی تاریخ میں زندہ رہیں گے۔

قادر کی وفات کے بعد اس کا بیٹا قائم تخت پر بیٹھا۔ وہ ایک پاکباز نیک اور رحمدل انسان تھا۔ اُس نے علوم و فنون کی سرپرستی میں خوب حصّہ لیا۔ وہ تقریباً چوبیس سال تک ایک بے اختیار دینی پیشوا کی طرح کام

کرتا رہا۔ وہ آلِ بویہ کے زیرِ اثر تھا۔ جب ایک ترک سردار ارسلان بصری نے ملک رحیم کو امارت کے عہدہ سے برطرف کر دیا تو اس وقت قادر نے سلجوقی حکمران سے امداد طلب کی۔ طغرل بڑی تیزی کے ساتھ بغداد کی طرف بڑھا۔ اُس کے بغداد پہنچتے ہی ارسلان بصری بغداد سے بھاگ نکلا۔ لیکن جب طغرل کو ایک بغاوت فرو کرنے کے لئے ایران جانا پڑا تو ارسلان پھر بغداد میں آدھمکا۔ اُس نے قادر کو تخت سے ہٹا کر مستنصر کو خلیفہ بنا دیا۔

طغرل پھر بغداد کی طرف بڑھا۔ ایک لڑائی میں ارسلان مارا گیا۔ طغرل نے قائم کو پھر تخت پر بٹھا دیا۔ اب ممنون خلیفہ نے سلجوقی حکمران کو اِس اسلامی سلطنت کا سب سے بڑا دنیوی حاکم بنا دیا جو عباسیوں کے رُوحانی اقتدار میں تھی۔ بغداد میں طغرل کی تاجپوشی کی رسم بڑی دُھوم دھام سے منائی گئی۔ خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے طغرل کے سر پر دو تاج رکھے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ طغرل کا اقتدار عربوں اور ایرانیوں دونوں پر ہے۔ منادوں نے طغرل کے مشرق و مغرب کے سلطان ہونے کا اعلان کر دیا۔

طغرل کی سرکردگی میں سلجوقی ایشیا میں غالب قوم بن گئے۔ سلجوقیوں کا قبیلہ ترکی نسل سے تھا۔ اگرچہ ترک اور مغل ایک ہی اصل سے ہیں۔ لیکن دونوں میں بڑا فرق تھا۔ مغل ایشیا کے انتہائی کناروں میں بربریت کی زندگی گزارتے تھے۔ مغرب میں رہنے والے قبیلوں کا جب عربوں سے میل جول ہوا تو وہ کافی مہذب ہو گئے۔ ان ترک قبیلوں میں سلجوقی سب سے زیادہ متمدن تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ جب عرب پُرامن ایام کے فنون کو ترقی دے رہے تھے تو اس وقت سلجوقی اسلام کی مملکت پھیلانے میں مصروف ہو گئے

گیارہویں صدی کا پچھلا نصف ان کی تاریخ کا سب سے شاندار زمانہ ہے۔

بازنطین نے خلافت کی کمزوری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے عباسیوں کی مملکت پر پھر سے حملے شروع کر دیئے تھے۔ دسویں صدی کے آخر میں بازنطین کی سلطنت ایک طرف انطاکیہ تک اور دوسری طرف آرمینیا کی سرحد تک پھیل چکی تھی۔

۱۰۶۰ء میں طغرل نے بازنطین کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ طغرل نے بازنطینوں کو کیادرشیہ اور فرغیہ سے باہر نکال دیا۔ لیکن علاقوں کو اُس کے جانشین الپ ارسلان نے مستقل طور پر فتح کیا۔ ۱۰۶۲ء میں طغرل کی وفات کے بعد اس کا بھتیجا الپ ارسلان اس کا جانشین ہوا۔ ابن الاثیر کے الفاظ میں الپ ارسلان ایک عقلمند حکمران اور نیک دل انسان تھا۔ خلیفہ نے اُسے سلطان کا خطاب دیا۔

الپ ارسلان جارجیا اور آرمینیا کو فتح کرنے کے بعد آذربائیجان کا رُخ کرنے والا تھا کہ اُسے اطلاع ملی کہ بازنطینی شہنشاہ اردوس تین دو لاکھ سپاہی لے کر ایشیائے کوچک میں اس ارادے سے پہنچ چکا ہے کہ بغداد کو تباہ کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ اس سے بہتر اور مسلح فوج اس وقت تک فتح کرنے یا لوٹ مار کرنے کے لئے قسطنطنیہ سے کبھی نہیں نکلی تھی۔ بازنطینوں کے بڑھنے کے ساتھ ہی مسلمان پیچھے ہٹ کر ملازجرد میں رُک گئے۔ یہ مقام موجودہ ارضِ روم اور وان کے درمیان واقع تھا۔ اسی مقام پر عرب فوج کی امداد کے لئے سلطان الپ ارسلان بھی پہنچ گیا۔ اس لڑائی میں ایشیا میں بازنطین کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔ مسلمانوں نے بازنطینی

فوج کو شکست دی۔ شہنشاہ کو پکڑ کر سلطان کے خیمے میں پیش کیا گیا۔ سلطان نے اُس کے ساتھ مہربانی کا سلوک کیا۔

ایک طویل بات چیت کے بعد سلطان اور شہنشاہ میں ایک معاہدہ ہُوا۔ جس کی رُو سے شہنشاہ نے اپنی لڑکیوں کی شادی سلطان کے بیٹوں سے کرنی منظور کر لی۔ اس نے دس لاکھ اشرفی بطور تاوانِ جنگ اور تین لاکھ ساٹھ ہزار اشرفی سالانہ بطورِ خراج دینا منظور کر لیا۔ اُس نے سارے جنگی قیدیوں کو رہا کرنے کا بھی اقرار کیا۔ اب شہنشاہ کو سلطان کی فوج کی حفاظت میں قسطنطنیہ کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ لیکن اُسے راستہ میں معلوم ہُوا کہ اُس کی رعایا نے اُسے معزول کر دیا ہے۔ اس موقعہ پر سلطان نے شہنشاہ کی فوجی امداد کرنا چاہی۔ لیکن اس سے پہلے کہ سلطان شہنشاہ کی امداد کرنے پائے ارمانوس کو گرفتار کر کے اندھا کر دیا گیا تھا۔

ملازجرد کی لڑائی کے بعد الپ ارسلان نے ایشیائے کوچک کی حکومت کو اپنے چچازاد بھائی سلیمان کے سپُرد کر دیا۔ سلیمان ایک عقلمند حکمران اور ایک بہادر سپاہی ثابت ہُوا۔ اس نے اپنی فتوحات کو شمال میں ہملس پونٹ مغرب میں بحیرۂ روم تک پھیلا کر بازنطین کے حکمرانوں سے خراج وصول کیا۔ اس نے نیس کو اپنی راجدھانی بنایا۔ جب نیس پر صلیبیوں نے قبضہ کیا تو اُس وقت ایشیائے کوچک کی مسلم حکومت کا صدر مقام آئی کونیم کو بنایا گیا۔ ایشیائے کوچک پر سلیمان کی اولاد کا قبضہ رہا۔ یہاں تک کہ تاتاریوں نے اس خاندان کی حکومت کو ختم کر دیا۔ عربوں کی تاریخ میں یہ حکمران سلاطینِ روم کہلاتے ہیں۔ یہ بادشاہ اپنی قوت اور تہذیب کے بہت آثار چھوڑ گئے ہیں ۔

الپ ارسلان کے عہد میں حکومت کے نظم و نسق کا سارا کام اس کے وزیر خواجہ حسن نظام الملک کے سپرد تھا۔ الپ ارسلان کی موت (۱۰۷۳ء) کے بعد اس کا بیٹا ملک شاہ اس کا جانشین ہوا۔

تین سال بعد خلیفہ قائم بھی اس دنیا سے چل بسا۔ اس کا پوتا مقتدیٰ اس کا جانشین ہوا۔ تخت نشینی کے وقت مقتدیٰ کی عمر صرف اُنیس سال کی تھی۔ اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بہت نیک دل اور پارسا انسان تھا۔ اس نے امنِ عامّہ کے لئے بغداد سے تمام بدچلن لوگوں کو نکال دیا۔ اس زمانہ میں حنبلیوں میں جو فسادات ہوئے اُن سے بہت زیادہ نقصان ہوا۔ اس زمانہ میں اسلامی دُنیا کا مرکز خلیفہ کی جگہ سلطان ملک شاہ تھا۔

ملک شاہ کی حکومت کے شروع میں چند ایک بغاوتیں ہوئیں۔ اس نے سب کو فرو کر دیا۔ اپنے بھائی کی بغاوت فرو کرنے کے سلسلے میں اس نے امام رضا کے مقبرے پر جو دُعا مانگی اس سے اس کے کردار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس نے اپنی دُعا میں کہا تھا کہ اگر اس کا بھائی مسلمانوں پر حکومت کرنے میں اس سے زیادہ اہل ہے تو پھر خدا اس کے بھائی کو فتح عنایت کرے۔ بہتر حکمرانی میں بہت کم بادشاہ اُس کے مرتبہ تک پہنچے ہیں۔ اُس نے نظام الملک کو بدستور وزیر بنائے رکھا۔ یحییٰ برمکی کے بعد نظام الملک ایشیا کا سب سے بہتر وزیر تھا۔ اس کی قابلیت اور صلاحیت کا ثبوت اس کی کتاب "سیاست نامہ" میں ملتا ہے۔ سلطان کی لمبی چوڑی سلطنت میں امن و امان قائم تھا۔ یہ سلطنت چین سے بحیرۂ روم اور جارجیا سے یمن تک پھیلی ہوئی تھی۔ ملک شاہ نے بارہ مرتبہ اپنی سلطنت کا دورہ کر کے ہر صوبے کی ضرورتوں اور تقاضوں پر غور کیا۔ تجارتی اور زیارتی

سڑکوں پر اُس نے ہارُون اور مامون کی طرح آرام گاہیں بنوائیں۔ سوداگروں اور مسافروں کی حفاظت کیلئے اُس نے سڑکوں پر پولیس چوکیاں قائم کیں۔

ملک شاہ کا عہدِ حکومت بہت شاندار تھا۔ لوگ خوشحال تھے۔ کاروبار کو فروغ حاصل تھا۔ علم و ادب ترقی پر تھے۔ فارسی زبان نے اسی عہد میں نمایاں ترقی کی تھی۔ ایشیا کے شہروں میں بڑے بڑے کالج۔ مسجدیں۔ محل اور ہسپتال تھے سلطنت کے طول و عرض میں نہروں اور سڑکوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ سُلطان نے اپنے وزیر کے مشورے سے تقویم (کیلنڈر) بنایا۔ اس کی اہمیت کو ساری دنیا نے محسوس کیا۔ اس کام کے لئے عمر خیام کی صدارت میں بڑے بڑے سائنسدانوں کی ایک کانفرنس کی گئی۔ ملک شاہ کے خطاب کی نسبت سے یہ اصلاح شُدہ کیلنڈر جلالی کہلاتا ہے۔ روم کے سُلطان سلیمان نے اپنی مملکت کی حدُود کو کاریہ تک بڑھا کر کئی ایک جزیروں پر قبضہ کر لیا تھا۔ بازنطین کے تین شہنشاہوں نے ایک دُوسرے کے بعد شاہ کو خراج دیا۔ سلیمان نے بازنطینوں کو انطاکیہ سے نکال دیا۔

۱۰۶۱ء میں نارمنوں نے سسلی پر حملہ کیا تھا۔ عربوں کے باہمی اختلافات سے نارمنوں نے بہت فائدہ اُٹھایا۔ لیکن اس کے باوجود کئی سال تک سسلی میں لڑائی ہوتی رہی۔ تیس سال کی لڑائی کے بعد کاؤنٹ راجر نے ۱۰۶۱ء میں سسلی پر قبضہ کر لیا۔

باب (۱۲)

حسن بن صباح

ملک شاہ کے عہدِ حکومت کے آخری دنوں میں اسلامی تاریخ کے فنا کار، ششین (حسن بن صباح) کے پیرو ماژندران کے کوہستانوں میں نمودار ہوتے ہیں۔ یہی کوہستان ایک زمانہ میں بابک اور اس کے ساتھیوں کی آماجگاہ رہ چکے تھے۔ اخوت کی یہ تحریک جو بعد میں ایشیا اور یورپ دونوں میں رائج ہوئی حسن بن صباح کی قائم کردہ تھی۔ حسن بن صباح، نظام الملک کا ہم مکتب تھا۔ جب حسن بن صباح سلجوقی سلطنت میں اعزاز حاصل کرنے میں مایوس ہو گیا تو پھر وہ زہر اور خنجر کے بیخوف استعمال سے اس سلطنت کو تباہ کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ وہ مصر کے فاطمی خلفاء کا پیرو بن کر مشرق میں ان کا سفیر بن گیا۔ اُسے یہ اختیار دے دیا گیا تھا کہ وہ لوگوں کو اسمٰعیلیہ حلقہ میں داخل کرے۔

اس وقت اسمٰعیلیہ تحریک میں صرف دو درجے تھے۔ داعی اور رفیق۔ جب داعی، تحریک کے خفیہ عقائد تسلیم کر لیتا تو پھر اُسے رفیق بنا کر خفیہ سوسائٹی میں شامل کر لیا جاتا تھا۔ حسن بن صباح نے اس بات کو محسوس کیا تھا کہ اسے اپنا کام چلانے کے لئے ایک تیسرے درجہ کی بھی ضرورت ہے۔ ایک ایسا درجہ جس کے ارکان اپنے حاکموں کا حکم چوں وچرا کئے بغیر مان لیں۔ اس درجہ کے لوگ فدائی کہلائے جانے لگے۔

اس اخوت کا سب سے بڑا سردار "سیدنا" کہلاتا تھا۔ اسے عام طور پر شیخ الجبل بھی کہا جاتا تھا۔ فدائی اس کے باڈی گارڈ ہوتے تھے۔ جو اس کے ہر حکم پر عمل کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہوتے تھے۔ سردار کے بعد داعی الکبیر ہوتا تھا۔ اس تحریک کے تین بڑے مرکزوں جبل، کوہستان اور شام کے لئے ایک ایک داعی الکبیر مقرر تھا۔ ان کے ماتحت داعیوں کی جماعت تھی جو لوگوں کو اس تحریک میں شامل کرتی۔ یہ داعی کہلاتے تھے۔ ان کو شاکاروں کو ملاعدہ کا نام دیا گیا۔

حسن بن صباح نے اپنی طاقت کے زور پر ماژندران کا ایک قلعہ الاموات اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اس قلعہ میں بیٹھ کر اس نے منظم سوسائیٹی پر حملے شروع کئے۔ ملک شاہ نے حسن بن صباح کے خلاف دو مرتبہ فوج بھیجی۔ لیکن وہ اس سوسائیٹی کا قلع قمع کرنے سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ۱۰۹۱ء میں حسن بن صباح کے ایک فدائی نے نظام الملک طوسی کو قتل کر دیا۔ ابن الاثیر کے الفاظ میں نظام الملک کو عوام اور خواص دونوں میں مقبولیت حاصل تھی۔ اس کے تینوں بیٹے ملک شاہ کے جانشینوں کے وزیر بنے۔

نظام الملک کی موت کے بعد ملک شاہ بغداد میں آیا۔ تاکہ بازنطینی شہنشاہ کام نینس کی بیٹی سے اپنی شادی کرے۔ لیکن موت نے یہ شادی نہ ہونے دی۔ اگر یہ شادی ہو جاتی تو اس کا مشرق اور مغرب دونوں پر گہرا اثر پڑتا۔ ملک شاہ نے اکیس سال حکومت کرنے کے بعد انتالیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

ملک شاہ کی وفات کے بعد سلجوقی سلطنت کی شان و شوکت ختم ہو گئی۔ ملکہ تورخاں کی درخواست پر خلیفہ نے ملک شاہ کے چھوٹے بچے کو سلطان تسلیم

کرلیا۔ خلیفہ نے اس بچے کو ناصر الدین کا خطاب دیا۔ لیکن اس بچے کو بہت جلد اپنے بڑے بھائی یاروق کے لئے جگہ خالی کرنی پڑی۔ خلیفہ نے اُسے رکن الدین کا خطاب دیا۔ محمد اور یاروق کی خانہ جنگی کے دَوران میں حسن بن صباح کی تحریک کو کامیابی کا اچھا خاصہ موقعہ مل گیا۔ انہوں نے شمالی ایران، عراق اور شام کے مضبوط قلعوں پر قبضہ کرکے دُنیائے اسلام کے بہترین افراد کو قتل کرنا شروع کردیا۔

۱۰۹۴ء میں مقتدی کی موت کے بعد اس کا بیٹا مستظہر اس کا جانشین ہُوا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عُمر صرف اُنیس سال تھی۔ بہتر زمانے میں وہ بہتر حکمران ثابت ہو سکتا تھا۔ اس عہد میں صلیبی لڑائیاں شروع ہوئیں۔

باب (۱۳)

پہلی صلیبی جنگ

خلیفہ مستظہر باللہ ہی کے عہد میں مغربی ایشیا پر تعصب اور جہالت کا وہ طوفان اُمڈ آیا جو نصرانیت کی تاریخ میں مقدس لڑائیوں کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یورپی تاریخوں میں ان لڑائیوں کے گرد رومان کا ایک خاکہ کھینچ دیا گیا ہے۔ ہر اُس سپاہی یا نائٹ کو جس نے ان لڑائیوں میں حصّہ لیا، رستمِ زماں بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ صداقت کے پیشِ نظر میرا یہ فرض ہے کہ میں اس تصویر کا دُوسرا رُخ

پیش کروں اور اختصار کے ساتھ ان لڑائیوں کے تباہ کن اثرات، تباہی مچانے والوں کے ظالمانہ کردار اور ان بربادیوں کی تصویر پیش کروں جو ان لڑائیوں کی وجہ سے مغربی ایشیا پر نازل ہوئیں۔

ایک باخبر مورخ کے الفاظ میں صلیبی لڑائیاں تاریخ عالم میں دیوانگی کا ایک باب ہیں۔ تین سو سال تک عیسائیوں نے یکے بعد دیگرے عیسائیوں نے مسلمانوں پر حملے کئے۔ یہاں تک کہ ناکامی نے ان حملوں کو روک دیا۔ اور توہم پرستی کی عمارت اپنے ہی بوجھ تلے دب گئی۔ یورپ میں انسانی آبادی اور دولت میں نمایاں کمی ہوگئی یورپ اگرچہ مجلسی تباہی سے بچ گیا۔ لیکن پھر بھی اس کا مجلسی دیوالہ نکل گیا۔ لڑائی بھوک اور بیماری نے لاکھوں کو ختم کر دیا۔ ہر وہ ظلم جس کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ اُسے صلیبیوں نے بلا خوف بپا کیا۔ اسلامی حکومت کے قائم ہوتے ہی عیسائیوں کے ساتھ بہت ہی رواداری کا سلوک کیا جاتا تھا۔ انہیں پوری پوری مذہبی آزادی حاصل تھی۔ ان کے شہری حقوق بھی سلامت تھے۔ وہ سلطنت کے طول وعرض میں آزادانہ گھوم پھر سکتے تھے۔ انہیں غیر ملکی ہم مذہب حکمرانوں سے خط وکتابت کرنے کی پوری پوری اجازت تھی۔ جن قوانین کے ماتحت مسلمان جائداد خرید سکتے تھے انہی قوانین کے مطابق عیسائیوں کو بھی املاک خریدنے کی اجازت تھی۔ بڑے بڑے سرکاری عہدے (سوائے چند ظالم گورنروں کے عہدِ حکومت میں) اُن پر کھلے ہوئے تھے۔ ہر جگہ عیسائیوں کے عبادت خانے موجود تھے۔ دُور دراز کے عیسائی بلا روک ٹوک فلسطین میں زیارت کے لئے داخل ہو سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ عرب فتوحات نے ارضِ فلسطین کی زیارت کے لئے بہتر مواقع پیدا کر دیئے تھے۔ اگر عرب عیسائیوں کے مختلف فرقوں کے درمیان امن وامان قائم نہ رکھتے تو ان مخالف فرقوں کے لوگ بیت المقدس ہی میں ایک دوسرے

کا خون پی لیتے ۔ بیت المقدس مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں کے نزدیک متبرک تھا ۔ اِس شہر کا ایک حصّہ بطریق اور دُوسرے پادریوں کے لئے وقف کر دیا گیا تھا ۔

جب ۹۶۹ء میں فلسطین اور شام پر فاطمیوں کا قبضہ ہُوا تو اس سے عیسائیوں کو بہت زیادہ فائدہ ہُوا ۔ کیونکہ مصر کے فاطمی حکمرانوں نے عیسائیوں کی تاجرانہ سرگرمیوں کی سرپرستی کی لیکن کسی نوعیت کی بُردباری بھی عیسائیوں کو مطمئن نہیں کر سکتی تھی ۔ کیونکہ وہ بیت المقدس میں مسلمانوں کی موجودگی برداشت نہیں کر سکتے تھے عیسائی زائرین عربوں کی حفاظت میں بیت المقدس پہنچائے جاتے ، وہ عربوں کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوتے لیکن اِن باتوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ اپنے دِلوں میں عربوں سے نفرت کا جذبہ لے کر واپس جاتے ۔ لاطینی دُنیا سے عیسائیوں کے انبوہ ارضِ مقدس میں داخل ہونے لگے ۔ گیارہویں صدی میں ان کی تعداد بڑھ گئی ۔ اسی زمانہ میں ترکمانوں کے ایک خاندان ارتوک نے فلسطین پر قبضہ کر لیا تھا ۔ یہ خاندان سلجوقی حکمرانوں کی زیادہ اطاعت نہیں کرتا تھا ۔ اجنبیوں کی کثرت سے فلسطین میں آمد اور ان کے جوش و خروش کو جاہل ترکمان سمجھنے سے قاصر رہے ۔ زائرین کے قافلوں کو بھی کبھی لُوٹ لیا جاتا تھا ۔ لُوٹ مار کی ان داستانوں کو مبالغہ آمیز رنگ میں پیش کیا جانے لگا ۔ ان داستانوں نے فرنگیوں کی اسلام دشمنی کو نمودار کر دیا ۔ مارچ ۱۰۹۵ء میں پوپ اربن دوم نے ایک کونسل بُلائی دوسری کونسل اسی سال نومبر میں بُلائی گئی ۔ اس کونسل میں پوپ نے تقریر کرتے ہوئے کہا " اُن کافروں سے جہاد کرو جو حضرت مسیح کی خانقاہ پر قابض ہو گئے ہیں ۔ تم میں سے جو بھی اس جہاد میں شامل ہو گا اس کے سارے پچھلے گناہ معاف کر دوں گا ۔ تم میں سے جو مارا جائے گا اُسے بہشت میں جگہ دُوں گا ۔"

اِس صلیبی لڑائی کا اوّلین محرّک مذہبی تعصب تھا۔ لیکن اِس میں ملک گیری اور لُوٹ مار کے محرّکات بھی شامِل تھے۔ اِن لڑائیوں میں شامِل ہونے والوں کے سفلی جذبات کو یُونان کی عورتوں کے سحر کارانہ حُسن اور مشرق کی خوشبودار شرابوں کے تذکرے سے اُبھارا گیا۔ لالچ ہوس اور شہوت نے اس مذہبی یلغار کا ساتھ دیا۔

بیلم کے الفاظ میں ''تعصب پر مبنی جوش کو اُبھارنے کے لئے ہر امکانی ذریعہ استعمال کیا گیا۔ جونہی ایک صلیبی اپنے گلے میں صلیب لٹکالیتا، وُہ قرض اور ٹیکس سے آزاد ہوجاتا۔ وہ کلیسا کی حفاظت میں چلاجاتا۔ اِن مادی مفاد کے علاوہ ان کے گناہوں کی معافی اور اُن کے ادخالِ جنّت کا بھی اُنہیں یقین دلایاجاتاتھا۔ اس امر پر کسی کو شُبہ نہیں تھا کہ اِس لڑائی میں جو مارا جائے گا وہ شہید ہوگا۔''

پہلا انبوہ جس نے والسٹ کی راہنمائی میں فلسطین کا قصد کیا تھا بلغاریہ کے عیسائیوں کے ہاتھوں قتل ہوُا۔ راہب پیٹر نے دُوسرے گروہ کی راہنمائی کی۔ اس گروہ میں مختلف قوموں کے چالیس ہزار بچّے، عورتیں اور مرد تھے۔ جب یہ صلیبی فوج مالی ویلے پہنچی تو اس نے پہلے صلیبیوں کا انتقام لینے کے لئے اس شہر پر حملہ کردیا۔ سات ہزار شہریوں کو قتل کر دیا گیا۔ انہوں نے شہر میں ہر قسم کی بدتمیزی مچائی۔ راہب پیٹر کے لشکر نے ھنگری اور بلغاریہ کو ویران کر دیا۔

الکسی الس نے انہیں اپنے شہر میں داخل کئے بغیر باسفورس پار کرنے کے لئے جہازوں پر بٹھادیا۔ ایشیا کے ساحل پر اُترتے ہی انہوں نے زیادتیاں شروع کیں۔ مِشاد کے الفاظ میں اُنہوں نے ایسے ایسے

ظلم کئے جنہیں دیکھ کر قدرت بھی کانپ اُٹھی۔ انہوں نے دُودھ پیتے بچوں کو قتل کیا۔ اُن کے جسم کے ٹکڑوں کو ہوا میں پھینک دیا۔ اسی قسم کے ظلم کرتے ہوئے وہ نیلیس کی دیواروں تک جا پہنچے۔ سلطان نے پندرہ ہزار سپاہیوں سے ان پر حملہ کیا۔ صلیبیوں کے لیڈر سیجی فلڈ نے اپنے بعض ساتھیوں سمیت اسلام قبول کر لیا۔ باقی ماندہ کو مٹا دیا گیا۔ ایک تیسرا گروہ جس میں سوسائیٹی کے ذلیل اور پاپی لوگ شامل تھے۔ ایک جرمن راہب گادشی سل کی سرکردگی میں روانہ ہوا۔ وہ شرابی، زانی اور بدکار تھے۔ مشاد کے الفاظ میں وہ بد اخلاقی میں اس قدر غرق ہو گئے کہ وہ قسطنطنیہ اور یروشلم بھول گئے۔ ہر گروہ جس راہ سے گذرتا وہاں ویرانی۔ تباہی۔ خرابی کے نشان چھوڑ جاتا۔ اہلِ ہنگری ان کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بلگریڈ کے میدان صلیبیوں کی ہڈیوں سے بھر گئے۔ گادشی سل کے چند ساتھی اس تباہی کی کہانی بیان کرنے کے لئے بچ گئے۔ چوتھا گروہ انگلستان۔ فرانس۔ فلانڈر۔ اور لورین سے اُٹھا تھا۔ ملسنر کے نزدیک یہ وحشی انسانوں کا ایک اوجھا تھا۔ چونکہ ترک بہت دور تھے اس لئے انہوں نے یہودیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ رائین اور موزیل کے کناروں پر واقع کئی شہروں میں کرلوں کی طرح ہزاروں یہودیوں کو قتل کر دیا گیا ملسنر کے الفاظ میں یہ ملعون گروہ لوٹ مار مچاتا ہوا جنوب کی طرف بڑھا۔ لیکن ہمبرگ میں ہنگریوں نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔"

اگلے سال یورپ کے جاگیرداروں نے منظم حملے کی تیاری شروع کی۔ ان کے سفر مشرق کے ساتھ بہت سے مظالم وابستہ ہیں۔ گاڈفرے

بوئی لو کی سرکردگی میں صلیبیوں کا یہ گروہ قسطنطنیہ پہنچ گیا۔ الکسی الس نے بڑی ہوشیاری سے قسطنطنیہ کو اُن کے حملے سے بچا کر صلیبیوں کو باسفورس کے پار بھیج دیا۔ مئی ۱۰۹۷ء میں صلیبی سپاہی نیس کے میدانوں میں جمع ہوئے۔ اُن کی تعداد سات لاکھ تھی۔ یہ تعداد اتنی زیادہ تھی کہ اس سے سلجوقیوں کی بڑی سے بڑی فوج کو شکست دی جا سکتی تھی۔

سلطان کی راجدھانی نیس کو صلیبیوں کی طرف سے خطرہ لاحق ہو گیا۔ بازنطینی شہنشاہ الکسی الس نے سلجوق حکمران کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ وہ نیس کو اُس کے حوالے کر دے۔ اس کے حکم کو نیس جواہرات اما دیکھ کر یہ ظالم بلوائی لشکر دیوانہ ہو گیا۔ لیکن شہر بچا لیا گیا۔ نیس سے صلیبی لشکر انطاکیہ کی طرف بڑھے۔ ایشیا میں جس راہ سے گذرے وہ ویران کر دیا گیا۔ نو مہینے انطاکیہ کا محاصرہ جاری رہا۔ صلیبیوں کے پاس خوراک نایاب ہو گئی انہوں نے انسانی گوشت کھانا شروع کر دیا۔

مُردوں کی اعضاء تراشی ان کا مشغلہ تھا۔ دو ہزار ترک جنگی قیدیوں کے سر قلم کر دیئے گئے۔ اُن میں سے کئی سروں کی نمائش کی گئی۔ بعض کو انہوں نے اپنے خیموں کے باہر لٹکا دیا تھا۔ اُنہوں نے کئی ایک سروں کو شہر میں پھینک دیا۔ سلجوقی امیر کا بیٹا انطاکیہ میں لڑتا ہوا صلیبیوں کے ہاتھ آ گیا۔ صلیبیوں نے اس کے خاندان کو اس امر پر آمادہ کرنا چاہا کہ وہ اسے اس شرط پر رہا کر دیں گے کہ اگر شہر کو اُن کے حوالے کر دیا جائے۔ جب اُس کے خاندان نے صلیبیوں کے اِس مطالبہ کو ماننے سے انکار کر دیا تو انہوں نے نوجوان قیدی پر سختی شروع کر دی۔ ایک مہینہ تک دورانہ اس پر کوئی نہ کوئی سختی کی جاتی۔ آخر کار وہ اس کو فصیل

سے نیچے لے گئے۔ اور وہاں اُس کے ماں باپ اور دوستوں کے سامنے قتل کر دیا۔ اس دہشت اور بربریت کے ساتھ بداخلاقی کا بھی اتنا ہی زور تھا ایک مورّخ کے الفاظ میں اس سے زیادہ بدعملی کی مثال مشکل سے ملے گی۔

مشاد کے الفاظ میں اگر معاصرانہ یادداشتوں پر اعتماد کیا جائے تو پھر کہنا پڑتا ہے کہ بدنام بابل کی تمام بُرائیاں ان صلیبیوں میں موجود تھیں۔

سلجوقی جرنیل قرِبوغا کی نالائقی کے سبب شہر کو رہائی دلانے کی کوشش ناکام ثابت ہوئی۔ یہ نالائق جرنیل اپنے ماتحت افسروں سے بدسلوکی کرتا تھا۔ اِس لئے وہ جان توڑ کر نہ لڑے۔ آخر کار فریب دے کر حملہ آوروں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ ایک غدار رسّی فیروز نے رات کے وقت فصیل کے نیچے رسّے لٹکا دیئے۔ جن کے ذریعہ حملہ آور فصیل پر چڑھ گئے۔ انہوں نے کئی بُرج فتح کئے۔ اور محافظوں کو قتل کر دیا۔ اسی اثنا میں ایک پھاٹک کھُلا۔ اور شہر میں ساری فوج داخل ہو گئی۔ اب انہوں نے قتل اور لوٹ کا ایسا سلسلہ شروع کیا جس کے تذکرے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عمر کی زیادتی، بچّوں کی بے بسی اور عورتوں کی کمزوری ان لاطینی وحشیوں کے دِل میں ذرہ بھر جگہ پیدا نہ کر سکی۔ کوئی گھر ان کی دست بُرد سے نہ بچ سکا۔ مسجد کو دیکھتے ہی یہ وحشی اور زیادہ غضبناک ہو جاتے۔

مرمریں محل سے لیکر جھونپڑے تک تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ کشادہ بازاروں اور تنگ گلیوں میں یکساں انسانی خون بہنے لگا۔ انطاکیہ سے صلیبی سپاہی مراۃ النعمان کی طرف بڑھے۔ یہ شہر شام کے بارونق شہروں میں سے تھا۔ صلیبیوں نے یہاں ایک لاکھ انسانوں کو قتل کیا۔ گلیوں

خون کی ندیاں بہہ نکلیں۔ جوان اور خوبصورت لوگوں کو انطاکیہ کی غلاموں کی منڈی میں فروخت کرنے کے لئے الگ کر دیا۔ بوڑھوں اور بچّوں کو قتل کر دیا گیا۔ ملسنر کے الفاظ میں مراۃ النعمان میں صلیبی سپاہی نہ صرف مردم خوری کرتے تھے، بلکہ اُن کے کیمپوں میں انسانی گوشت کھلم کھلا بکتا تھا۔ اِسی مقام سے صلیبی یروشلم کی طرف بڑھے۔ انہوں نے اس پر بھی قبضہ کر لیا۔

یروشلم میں جو قتل عام کیا گیا اُسے سٹاوان الفاظ میں پیش کرتا ہے:۔

"عربوں کو بازاروں اور گھروں میں قتل کیا گیا۔ مفتوح لوگوں کے لئے کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ بعض لوگوں نے فصیلوں پر سے کُود کُود کر اپنے آپ کو ہلاک کر دیا۔ کئی لوگ اپنی جان بچانے محلوں میں داخل ہو گئے۔ میناروں پر چڑھ گئے۔ مسجدوں میں جا چھپے۔ لیکن صلیبیوں نے اُنہیں کہیں بھی نظر انداز نہ کیا۔ مسجد عمرؓ میں صلیبیوں نے وہ ظلم کئے جس سے ٹیٹس بھی شرماتا ہے۔ پیادہ اور سوار سپاہی پناہ گزینوں کے ہجوم پر پل پڑے شور اور غل میں مرنے والوں کی چیخوں کے علاوہ اور کچھ سُنائی نہ دیتا تھا۔ انسانی نعشوں کو روندتے ہوئے صلیبی سپاہی اُن کا پیچھا کرتے جو جان بچا کر بھاگنا چاہتے"

ریحان جو عینی شاہد ہے لکھتا ہے کہ:۔

"مسجد کی ڈیوڑھی میں گھوڑوں کی باگ تک خون پہنچ گیا تھا"

قتل عام کا سلسلہ صرف اتنی دیر رُکا رہا جب تک کہ صلیبی سپاہی نماز

شکرانہ میں معروف رہے۔ نمازِ شکرانہ کے بعد صلیبیوں نے قتلِ عام کا پھر سلسلہ شروع کر دیا۔ مشاد کہتا ہے :-

"اب وہ تمام قیدی جو قتلِ عام سے بچ گئے تھے قتل کر دیئے گئے۔ اُن لوگوں کو بھی قتل کر دیا گیا جنہیں زرِ فدیہ کے لالچ میں گرفتار کر رکھا تھا۔ عربوں کو فصیلوں، بُرجوں اور چھتوں پر سے سر کے بل زمین پر پھینکا جاتا۔ انہیں زندہ جلایا جاتا۔ نہ خانوں سے نکال کر قتل کر دیا جاتا۔ نہ عورتوں کی آہ وزاری نہ بچوں کی چیخ و پکار نہ وہ منظر جہاں مسیح نے اپنے قاتلوں کو معاف کیا تھا۔ ان کے دل میں کسی قسم کا رحم نہ پیدا کر سکا"

ملسنر کے الفاظ میں :-

"اس امر کا فیصلہ کیا گیا کہ مسلمانوں پر کسی قسم کا رحم نہ کیا جائے چنانچہ ان مفلوکوں کو عام راستوں میں اکٹھا کر کے قتل کر دیا جاتا۔ دودھ پیتے بچوں کو اُن کی ماؤں سمیت قتل کر دیا جاتا۔ لڑکیوں اور لڑکوں کو مار دیا جاتا۔ یروشلم کے بازاروں کے علاوہ مضافات میں انسانی نعشوں کے انبار لگ گئے تھے۔ کسی دل نے رحم نہ کھایا۔ ستر ہزار لوگوں کو شہر میں قتل کر دیا گیا۔ یہودیوں کے ساتھ ان سے بھی بدتر سلوک کیا گیا۔ ان کے عبادت گھروں کو آگ لگا دی گئی"

میشؔی کے الفاظ میں :-

"ہمعصر عیسائی مورخ ان ہولناک واقعات کو سلامتِ طبع اور سکونِ قلب سے بیان کرتے ہیں۔ نہایت ہولناک مناظر

پیش کرتے وقت بھی وہ پیار رحم کے جذبات کو پاس تک نہیں پھٹکنے دیتے۔"

گاڈفری بوئی کو یروشلم کا بادشاہ بنایا گیا۔ ایک سال بعد بالڈون اس کا جانشین ہوا۔ اس نے قیصریہ کا محاصرہ کر لیا۔ قیصریہ کے محافظ دستے نے بہادرانہ مدافعت کے بعد آبرومندانہ شرائط پر ہتھیار ڈال دیئے۔ ان شرائط کے مطابق شہر کے دروازے کھول دیئے گئے۔ لیکن فرنگیوں نے شہر میں داخل ہو کر

"معاہدے کی ذرّہ بھر پرواہ نہ کی۔ اور نہتے لوگوں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔"

طرابلس اطائر اور سیدون کا بھی یہی حشر ہوا۔ اس زمانے میں فونیشیہ کے ساحلی علاقہ میں بڑے بڑے بارونق شہر آباد تھے۔ ناصر خسرو طرابلس کے متعلق لکھتا ہے:-

"طرابلس ایک خوبصورت شہر ہے۔ اس کے مضافات لہلہاتے ہوئے سرسبز کھیتوں کا منظر پیش کرتے ہیں۔ انگوروں کی بیلیں کماد۔ نارنجی۔ کھجور اور دوسرے ثمر دار درختوں کے باغ عجیب بہار دکھاتے ہیں۔ یہ شہر بہت بڑا اور بارونق ہے جس میں پانچ پانچ اور چھ چھ منزلہ مکان بنے ہوئے تھے۔ دکانیں اتنی شاندار ہیں کہ ان پر محلات کا گمان ہوتا ہے منڈیاں کھانے پینے اور پہننے سے متعلق اشیاء سے بھری پڑی ہیں۔ چوکوں اور گلیوں میں فوارے جاری ہیں۔ اس شہر کی خوبصورت جامع مسجد سنگِ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ اسی

شہر میں ایک کتب خانے کے علاوہ ایک کالج اور ایک کارخانہ کاغذ سازی ہے۔ جس سے سمرقندی کاغذ سے بھی بہتر کاغذ تیار ہوتا ہے"۔

۱۱۰۹ء میں صلیبیوں نے تانسرے کی زیرِ کمان اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ کئی ماہ تک محاصرہ جاری رہا۔ آخر کار صلیبیوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اہلِ شہر کو قتل کر دیا گیا۔ کتب خانہ، کالج اور کارخانہ تباہ کر دیا گیا۔

اِس طرح فلسطین اور شام کا کچھ حِصّہ فرنگیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ ان علاقوں میں انہوں نے اپنے ملک کے جاگیری نظام کو رائج کیا۔ مسلم آبادی کو غلام بنا لیا گیا۔ اس زمانے کے یورپی دستور کے مطابق غلاموں کو زنجیروں میں باندھ کر نیلام کیا جانے لگا۔ امیر اسامہ نے چند سال بعد بیت المقدس کی زیارت کی۔ اور اس قسم کے ہزاروں غلاموں کو خرید کر رہا کرایا۔ اُس نے جو حالات لکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُمراء کسی حد تک مہذب تھے۔ لیکن یہ نووارد صلیبی جاہل، اکھّڑ اور ظالم تھے۔

باب (۱۴)

عمادالدّین زنگی

ارادۃً یا اتفاقاً ایشیا پر حملہ کرنے کے لئے عیسائیت کے پاس اس سے بہتر کوئی دوسرا موقعہ نہیں تھا۔ جاگیردارانہ نظام نے سلجوقی سلطنت

کو اسی طرح کھوکھلا کر دیا جس طرح اس نے کارو ونجی سلطنت کو کھوکھلا کیا تھا۔
الپ ارسلان نے ایشیائے کوچک کی حکومت اپنے بھتیجے سلیمان کے سپرد کی تھی۔ ملک شاہ نے اپنے بھائی طرطوس کو شام دیدیا تھا۔ یہ دونوں شہزادے سلطان کے اقتدار کو تسلیم کرتے تھے۔ ان حکومتوں کے علاوہ جزیرہ، شام اور فلسطین کئی ایک جاگیرداروں میں بٹے ہوئے تھے۔ ان جاگیرداروں کا صرف ایک ہی فرض تھا کہ وہ سلطان کو فوجی امداد دیں۔ جب تک نظام الملک اور ملک شاہ زندہ رہے اس وقت تک یہ شہزادے اور جاگیردار سلطان کی اطاعت کرتے رہے۔ لیکن ان کی موت کے بعد ہر طرف نااتفاقی چھاگئی۔ امن کی جگہ بدامنی قائم ہوگئی۔ شروع میں توتورخاں خاتون اور بے یاروق میں لڑائی ہوئی۔ لیکن تورخاں کے بیٹے محمود کی وفات کے بعد خلیفہ مقتدی نے اسے سلطان کا خطاب دیا۔ اس کے بعد بے یاروق اور اس کے بھائی محمد کی لڑائی چھڑ گئی۔ یہ لڑائی کئی سال تک رہی۔

صلیبیوں کی تباہ کاریوں سے ہراساں اور پریشاں پناہ گزینوں نے بغداد میں داخل ہونا شروع کر دیا۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ جب بے یار و مددگار انسانوں نے صلیبی مظالم بیان کئے تو سارے شہر پر حزن و ملال طاری ہوگیا۔ لوگوں نے جامع مسجد میں جمع ہوکر رونا شروع کر دیا۔ خلیفہ نے اپنے تین ایلچی بے یاروق اور محمد کے پاس بھیجے تاکہ وہ بہت جلد اپنے جھگڑے چکا کر مشترکہ دشمن کی طرف بڑھیں۔ خلیفہ کی اس اپیل کا کوئی اثر نہ ہوا۔ کیونکہ بے یاروق کے وزیر کے قتل کے ضمن میں دونوں بھائیوں نے پھر سے لڑنا شروع کیا۔ ایک مورّخ افسوسناک انداز میں لکھتا ہے کہ

"سلطانوں کے باہمی اختلاف نے فرنگیوں کو موقع دے دیا کہ وہ اسلامی ممالک پر قابض ہو جائیں"

بے یارق کی موت ۱۱۰۴ء کے بعد محمد سلطان بنایا گیا۔ وہ چودہ سال تک سلطانی کرتا رہا۔ اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بہادر۔ نیک۔ مخیر اور عادل تھا۔ ہمعصر شاعر اس کی سخاوت کا تذکرہ کرتے ہیں۔

سلطنت کی سیاسی حالت ایک مشترکہ دشمن کی موجودگی میں بھی اتحاد پیدا کرنے کے ناقابل تھی۔ شام اور عراق کے شہزادوں کا آپس میں اختلاف تھا۔ حلب کا حکمران غدار نکلا۔ دوسرے حکمران اگرچہ سلطان کی اطاعت کا دم بھرتے تھے۔ لیکن انہیں قومی مفاد کی نسبت ذاتی مفاد سے غرض تھی۔ فاطمی خلافت کے انتشار نے شام کے شہروں اور فلسطین کی بستیوں کو صلیبیوں کا مقابلہ کرنے کے نااہل بنا رکھا تھا۔ فاطمی خلیفہ ان حالات سے غافل قاہرہ میں اپنے دشمنوں کے خلاف سازشوں میں مصروف تھا۔

ایک دو مرتبہ سلطان محمد کے کہنے پر یہ حکمران اپنے اختلافات مٹا کر حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے لئے متحد ہو گئے۔ ۱۱۱۳ء کے آغاز میں یروشلم کے حاکم بالڈون نے دمشق کے علاقہ پر حملہ کیا۔ دمشق کا حکمران چونکہ اکیلا بالڈون کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اس لئے اس نے موصل کے حکمران مودود سے امداد طلب کی۔ چنانچہ جولائی ۱۱۱۳ء میں موصل، دمشق اور دوسری ریاستوں کے حکمران فلسطین کی طرف بڑھے۔ طبریہ کے قریب فرنگیوں کو شکست ہوئی صلیبی فوج کے بہت سے سپاہی دریائے یردن میں ڈوب مرے۔

اسی اثناء میں مصریوں کو بھی صلیبیوں کے مقابلہ میں ساحلی علاقوں میں کامیابی ہوئی۔ لیکن صلیبیوں کی پشت پر سارا یورپ تھا۔ انہیں بدستور

ملک مل رہی تھی۔ ادھر عرب سرداروں کی نااتفاقی اور مودود کے قتل نے فرنگیوں کو اپنے نقصانات کی تلافی کا موقعہ دے دیا۔ اس طرح صلیبیوں کا اقتدار بڑھتا چلا گیا۔ وہ یکے بعد دیگرے شہروں پر قبضہ کرتے چلے گئے۔ انہوں نے سارے علاقے کو ویران کر دیا۔

۱۱۱۸ء میں سلطان محمد نے وفات پائی۔ ایک سال بعد خلیفہ مستظہر باللہ بھی اس دنیا سے چل بسا۔ مستظہر نے ۲۵ سال حکومت کی۔ اس کا بیٹا المسترشد باللہ اس کا جانشین ہوا۔

سلطان محمد کی وفات کا عیسائیوں اور مسلمانوں دونوں کی تقدیر پر اثر پڑا سلطان کی موت کے بعد اس کا بیٹا سنجر امیر الامراء بنا۔ سلطان کے بیٹے محمود نے اس کی جاگیر سنبھالی۔ سلطان محمود کے عہدِ حکومت میں اسلام کا وہ سپوت پیدا ہوا جس نے نہ صرف فرنگیوں کا مقابلہ کیا بلکہ جس نے انہیں ان کے مقبوضات کے آخری ٹکڑے سے بھی محروم کر دیا۔ عماد الدین زنگی (عیسائی مورخوں کا زنگرین) سلطان ملک شاہ کے ایک امیر آق سنقر کا بیٹا تھا۔ اس امیر نے ملک شاہ کی وفات کے بعد پرآشوب زمانہ میں بڑے شاندار کارنامے کئے تھے۔ جب وہ مرا تو زنگی چودہ سال کا تھا۔ اس نے اپنے باپ کی جاگیر سنبھالی۔ اس نے جاگیر کے انتظام میں بہت زیادہ قابلیت کا ثبوت دیا۔

سلطان محمود نے اسے واسطہ کا شہر بھی دے دیا۔ چار سال بعد موصل اور بلائی عراق کا نظم و نسق بھی اس کے سپرد کر دیا گیا۔ خلیفہ کی طرف سے اُسے اتابک کا خطاب دیا گیا۔ عماد الدین زنگی نے موصل کے اتابک خاندان کی بنیاد رکھی۔ اس زمانہ میں صلیبیوں کی قوت اور مسلمانوں کی کمزوری کو ابن الاثیر ان الفاظ میں پیش کرتا ہے:-

"صلیبیوں کی فوج بہت بڑی تھی۔ ان کی لوٹ کھسوٹ میں ہر روز اضافہ ہوتا تھا۔ ان کے مقبوضات بالائی عراق سے مصر کی سرحدوں تک پھیلے ہوئے تھے۔ وہ لوٹ مار مچاتے ہوئے نصیبین کے دروازوں تک پہنچ گئے۔ انہوں نے صحرائی راستوں کے علاوہ دمشق جانے والی تمام سڑکوں کو مسدود کر رکھا تھا۔ ان کے ہاتھ سے نہ مومن محفوظ تھے اور نہ ملحد"

اتابک زنگی نے نسق اور فوج کو بہتر بنانے کی طرف توجہ کی۔ چنانچہ وہ بہت جلد صلیبیوں کو عراق سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے موصل کے مضافات کے دو شہروں پر قبضہ کر لیا۔ اور ریاست موصل پر پوری طرح تسلّط جما لیا۔ ۱۱۲۸ء میں حلب کے باشندوں کی درخواست پر اس نے اس شہر پر بھی قبضہ کر لیا۔ اگلے سال اتابک زنگی نے صلیبیوں سے دو اور شہر چھین لئے۔ ادیسہ کے صلیبی حکمران سے اُس نے جو عارضی صلح کی تھی اس مدت میں وہ اس خانہ جنگی میں حصّہ لے سکا، جو سلطان محمود کی موت کے بعد شروع ہو گئی تھی۔ محمود کا بھائی مسعود اس کا جانشین بنا۔ لیکن سلجوق شاہ نے بغاوت کر دی۔ ایک مختصر سی لڑائی کے بعد وہ متحد ہو کر اپنے چچا سنجر پر چڑھ دوڑے۔ سنجر نے انہیں شکست دی۔ سنجر نے باغیوں کے ساتھ نرم برتاؤ کیا۔ اور اُن کی جاگیریں ان کو ان کے حوالے کر دیں۔ اس کے بعد خلیفہ مسترشد اور مسعود میں لڑائی چھڑ گئی۔ مسترشد کو قید کر لیا گیا۔ مسعود کے خیمہ میں اُسے قتل کر دیا گیا۔

مسترشد کے بعد راشد اُن کا جانشین بنا۔ راشد چند مہینوں سے زیادہ حکومت نہ کر سکا۔ راشد اور سلطان مسعود میں اختلاف اس حد تک بڑھا کر

راشد بغداد چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ اس پر سلطان مسعود نے راشد کو برطرف کر کے مقتفی بامر اللہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ سلجوقی حکمرانوں کے اقتدار میں کمی آتے ہی خلیفہ نے عراق اور کلدہ میں اپنی پوزیشن مضبوط کر لی

اتابک زنگی عماد الدین زیادہ دیر تک مشرقی معاملات میں نہ الجھا رہا۔ اس کو شام میں کارہائے نمایاں کرنے تھے۔ صلیبیوں کو کمک مل چکی تھی۔ وہ جوش و خروش کے مظاہرے کر رہے تھے۔ انہوں نے بوزہ پر قبضہ کر کے وہاں کی ساری آبادی کو قتل کر دیا تھا۔ بچوں اور عورتوں کو غلام بنا لیا گیا۔

اس کے بعد وہ شیزر کی طرف بڑھے۔ انہوں نے شیزر کا سزالیہ کا محاصرہ کر لیا۔ کر اتابک زنگی نے صلیبیوں کے تعاقب میں کئی شہروں پر قبضہ کر لیا۔ بعلبک کو صلاح الدین ایوبی کے باپ نجم الدین ایوب کے سپرد کیا گیا۔ اگلے سال اس نے بارین میں صلیبیوں کو شکست دی۔ اس فتح کے بعد اتابک زنگی نے صلیبیوں سے ان کے مظالم کا انتقام لینا چاہا۔ لیکن اس کی انسان دوستی اس کے انتقام پر غالب آئی۔ تمام قیدیوں کو رہا کر دیا گیا۔

اودلیسیہ میں ایک حفاظتی دستہ مقرر کر کے اتابک آگے بڑھا۔ اس نے کئی ایک شہروں کو فتح کیا۔ اس نے قلات جابر کا محاصرہ کر لیا ہوا تھا کہ اس کے ایک غلام نے اسے سوتے میں قتل کر دیا۔ اپنے زمانہ کا ایک بہت بہادر انسان یوں دنیا سے رخصت ہوا۔

عماد الدین زنگی کا اپنی رعایا کے ساتھ بہت اچھا سلوک تھا۔ اس کے زمانہ میں کھیتی باڑی اور تجارت کو فروغ ہوا۔ ویران علاقوں کو زیر کاشت لایا گیا۔ صلیبیوں نے جن علاقوں اور شہروں کو برباد کر دیا تھا، انہیں اتابک کی کوششوں نے پھر سے آباد کیا۔ اس کے وزیر جمال الدین الجواد کی کوششوں

سے علوم و فنون کو بہت فروغ دیا گیا۔ عماد الدین زنگی نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ مجھے گھوڑے کی زین حریر و پرنیان کے بستر سے زیادہ نرم اور میدان جنگ کی پکار دلکش راگ سے زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے"

عماد الدین زنگی نے اپنے پیچھے چار بیٹے چھوڑے۔ سیف الدین غازی سب سے بڑا تھا۔ وہ موصل کا حکمران بنا۔ نورالدین محمود حلب پر قابض ہوا اور دوسرے دو بیٹوں کے نام قطب الدین مودود اور نصرت الدین تھے۔ سیف الدین اور نورالدین ایک بہادر سپاہی کے علاوہ فاضل اور علم دوست تھا۔ اس نے اپنی سلطنت کے ہر حصّہ میں کالج اور ہسپتال قائم کئے۔ اس کے دربار میں بہت سے علماء فضلاء موجود تھے۔ اُس نے سب سے پہلے ہائیکورٹ (دار العدل) قائم کیا۔

طائر کا پادری ولیم اس کی بہادری سخاوت اور علم دوستی کی بہت تعریف کرتا ہے۔ اس کی زندگی کا مقصد رفاہِ عامّہ تھا۔ جونہی نورالدین نے حلب کی حکومت سنبھالی صلیبیوں نے ادیسہ کے حفاظتی دستے اور شہر کی مسلم آبادی کو قتل کر دیا۔ نورالدین ایک عقاب کی طرح جھپٹا۔ اس نے صلیبی سپاہیوں اور سازشیوں کو قتل کر دیا۔ ادیسہ پر مسلمانوں کے دوبارہ قابض ہونے کے بعد دوسری صلیبی جنگ شروع ہو جاتی ہے۔

باب (۱۵)

دوسری صلیبی جنگ

ادیسہ پر مسلمانوں کا دوبارہ قبضہ ہوتے ہی یورپ میں اسلام کے خلاف ایک نئی جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ کلیرواکے سینٹ برارڈ نے لوگوں کو اس جنگ کی ترغیب دی۔ چنانچہ ۱۱۴۷ء میں کونراڈ سوم شہنشاہِ جرمنی اور لوئی ہفتم نے اس "مقدس جنگ" میں اس لئے حصہ لیا تاکہ عیسائیوں کو ان کی بدبختی سے بچایا جائے۔ ہمعصر مؤرخوں کا بیان ہے کہ متحدہ عَلم تھے۔ نو لاکھ صلیبی سپاہی اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے شام اور فلسطین کی طرف بڑھے۔ لوئی ہفتم کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی۔ جس نے آگے چل کر انگلستان کے ہنری دوم سے شادی کر لی۔ اس کی دیکھا دیکھی بہت سی عورتیں بھی لشکر میں شامل ہو گئیں۔ جرمن صلیبیوں میں بھی کئی ایک مسلح عورتیں شامل تھیں۔ فرانسیسی بھی کسی طرح اس جنسی آمیزش سے پیچھے نہیں تھے۔ ان عورتوں کی موجودگی نے اخلاق پر کافی ضرب لگائی۔ ان دونوں فوجوں کی تقدیر کو سب جانتے ہیں۔ دونوں حکمرانوں کو شام جاتے ہوئے بہت زیادہ تباہ کن شکستوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کونراڈ کی فوج کا بیشتر حصہ لیوڈیشیہ کے نواح میں تباہ و برباد ہو گیا تھا۔ لوئی کی فوج نے ساحلی علاقہ اختیار کیا تھا۔ لیکن اُس کی فوج کو بھی سلجوقیوں نے تباہ و برباد کر دیا۔ جب لوئی انطاکیہ میں پہنچا تو اُس کی تین چوتھائی فوج تباہ ہو چکی تھی۔

اس زمانہ میں انطاکیہ کی چار دیواری کے اندر یورپ کی کئی خواتین تھیں جنہیں اپنے حسن یا اپنے خاندان پر ناز تھا۔ لیکن ان میں لوئی کی بیوی ایلینیو تھی۔ انطاکیہ میں صلیبی سپاہیوں نے اخلاقی قیود کو توڑ دیا۔ انطاکیہ کا ایک حاکم ریحان عیش و عشرت میں مصروف تھا۔ ملکہ ایلینیو نے اپنی آزادانہ روش سے ہر ایک کو بدنام کیا۔

انطاکیہ میں کافی دیر ستانے کے بعد اُن کی متحدہ فوجیں دمشق پر چڑھ دوڑیں۔ صلیبیوں نے کئی مہینے دمشق کا محاصرہ کئے رکھا۔ لیکن سیف الدین غازی اور نورالدین محمود کمک لے کر پہنچ گئے۔ صلیبیوں نے محاصرہ اُٹھا کر فلسطین کی راہ لی۔ کونارو اور کوئی یورپ چلے گئے۔ دُوسری صلیبی جنگ کا یُوں خاتمہ ہُوا۔

باب (۱۶)

نورُالدین محمُود

اب نورالدین محمود نے فرنگیوں پر فتوحات حاصل کرنی شروع کیں۔ اس نے فرنگیوں کے اُس قلعہ پر قبضہ کر لیا جو شام کی سرحد پر واقع تھا۔ یہ قلعہ فرنگیوں کا ایک مضبوط اڈہ تھا۔ چند ماہ بعد نورالدین محمود نے انہیں انطاکیہ کے قریب زانغراہ میں شکست دی۔ ایک دوسری لڑائی میں انطاکیہ کا عیسائی حکمران ریحان مارا گیا۔ اس کی فوج کا بیشتر حصہ قتل کر دیا گیا۔

۱۱۴۹ء میں اُس نے اناسبہ (اپامنیر) کے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ دو سال بعد جوسیکلین دوم کے ہاتھوں نورالدین کو شکست ہوئی۔ لیکن بہت جلد نورالدین نے جوسیکلین کو گرفتار کرلیا۔ اس کی گرفتاری کو عرب لوگ بڑی کامیابی خیال کرتے تھے۔ کیونکہ ابن الاثیر کے الفاظ میں :۔

جوسیکلین فرنگیوں میں سے ایک بہت بڑا شیطان تھا۔ مُسلم دُشمنی میں وُہ تمام فرنگیوں سے بڑھا ہوا تھا۔ جب کبھی فرنگی کسی مہم پر روانہ ہوتے تو وہ اُسے کمانڈر بناتے ، کیونکہ وُہ اس کی بہادری و اِسلام دشمنی اور مسلم کشی کے قائل تھے "

اس دشمن کی گرفتاری نے نورالدین کے کام کو سہل کر دیا۔ چنانچہ اس نے بہت تھوڑی مدت میں صلیبیوں کے کئی قلعوں پر قبضہ کرلیا۔ ایک دُوسری لڑائی میں نورالدین کے ہاتھ انطاکیہ کا بہت زیادہ حصّہ آگیا۔

عسکلان پر عربوں کے قابض ہو جانے کے بعد صلیبیوں نے دمشق پر چڑھائی ترک کر دی تھی۔ اسی اثناء میں نورالدین کو اہلِ دمشق کا یہ پیغام ملا کہ وہ جلدی دمشق پہنچ جائیں۔ چنانچہ جونہی نورالدین دمشق پہنچا تو اُسے دمشق کا حاکم تسلیم کر لیا گیا۔ اس پُر اس فتح کے بعد نورالدین کو خلیفہ کی طرف سے الملک العادل کا خطاب ملا۔ نورالدین اور صلیبیوں میں تھوڑی مدت کے لئے صلح ہو گئی تھی۔ اس مدت میں نورالدین نے کئی ٹوٹی پھوٹی عمارتوں کو پھر سے بنوایا۔

۱۱۶۰ء میں خلیفہ مقتفی نے وفات پائی۔ اس کا بیٹا مستنجد باللہ اس کا جانشین ہوُا۔ ۱۱۶۶ء میں نورالدین نے مصر کی طرف مہم بھیجی۔ اس کا فرنگیوں اور عربوں دونوں پر گہرا اثر پڑا۔ فاطمی خاندان مٹ رہا تھا۔ حکومت پر اس

سے وزیر شاور کا پورا پورا قبضہ تھا۔ جب ہم شاور نے اس ہم کی خبر پائی تو وہ دمشق پہنچ گیا۔ یہاں اس نے نور الدین سے وعدہ کیا کہ وہ صلیبیوں کے مقابلہ پر مصری فوجوں کو بھیجا کرے گا۔ اُس نے مصر کے کئی ایک علاقوں کو نور الدین کے حوالے کر دینے کا بھی وعدہ کیا۔ نور الدین نے صلاح الدین کے چچا شیر کوہ کی کمان میں ایک دستہ مصر بھیج دیا۔ جونہی شاور مصر پہنچا اُس نے وعدہ خلافی شروع کر دی۔ اُس نے فرنگیوں سے مل کر شیر کوہ سے کہا کہ وہ مصر سے نکل جائے۔ شیر کوہ کے دستہ نے اتحادیوں کا خوب مقابلہ کیا۔ لیکن گنتی میں تھوڑے ہونے کے سبب شیر کوہ نے مصر کو خالی کر دیا۔

اگست ۱۱۶۴ء میں نور الدین کو صلیبیوں اور یونانیوں کی متحدہ فوج سے لڑنا پڑا۔ اتحادیوں کو شکست ہوئی۔ اسی لڑائی میں بہت سے صلیبی سردار قید کر لئے گئے۔ نور الدین کے ہاتھ کئی ایک نئے شہر آ گئے۔

۱۱۶۷ء میں شیر کوہ پھر مصر میں داخل ہوا۔ شاور نے پھر فرنگیوں کو امداد دی۔ یروشلم کے صلیبی حکمران نے شاور کی امداد کے لئے فوج بھیجی۔ شیر کوہ کے جارحانہ اور مدافعانہ کارناموں اور اس کی آخری فتح کو جو اس نے بابین میں حاصل کی۔ وہ ان کی فوجی قابلیت کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔ شیر کوہ کے ایک ہزار سواریوں کا فرنگیوں اور مصریوں کی متحدہ فوج کو شکست دینا ایک بہت بڑا کام تھا۔ اس کامیابی کے بعد شیر کوہ نے اسکندریہ پر قبضہ کر کے اپنا صدر مقام بنا لیا۔ اسی اثناء میں شیر کوہ اور اتحادیوں میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ یروشلم کا صلیبی حکمران اپنی فوج کو مصر سے واپس

بُلالے گا۔ اور شیر کوہ اسکندریہ خالی کر دے گا۔ لیکن فرنگیوں نے اس معاہدہ کے ساتھ ہی شاور سے ایک علیٰحدہ معاہدہ کر لیا جس کی رُو سے ان کی فوجوں کو مصر کے کئی ایک شہروں میں رہنا تھا۔ فرنگیوں اور مصریوں کا یہ خفیہ معاہدہ شیر کوہ کے معاہدے کے سراسر خلاف تھا۔ قاہرہ میں مقیم صلیبیوں کا طرزِ عمل اس قدر بگڑ چکا تھا کہ فاطمی خلیفہ نے نورالدین سے امداد چاہی۔ چنانچہ نورالدین نے شیر کوہ کو پھر مصر بھیجا۔ اس کے مصر داخل ہوتے ہی فرنگی لُوٹ کھسوٹ کا مال لے کر مصر سے بھاگ گئے۔

۸ رجنوری ۱۱۶۹ء کو شیر کوہ قاہرہ میں دوبارہ داخل ہوا۔ فاطمی خلیفہ اور قاہرہ کے عوام نے شیر کوہ کا خیر مقدم کیا۔ مصر کے فاطمی حکمران نے شاور کو قتل کر وا دیا۔ اور شیر کوہ کو مصر کا وزیر اعظم اور کمانڈر ان چیف (امیر الجیوش) مقرر کیا۔ دو ماہ بعد شیر کوہ کی وفات پر اس کے بھتیجے صلاح الدین یوسف کو اس کا جانشین مقرر کیا گیا۔ فاطمی خلیفہ نے اُسے الملک الناصر کا خطاب دیا۔

صلاح الدین نے اپنی وسعتِ قلبی کے سبب لوگوں کے دِل موہ لئے۔ جب مصر کے فاطمی حکمران کی موت کا پیغام آتا دکھائی دیا تو صلاح الدین نے مصر پر عباسی خلیفہ کا رُوحانی اقتدار قائم کر لیا۔

۱۱۷۰ء میں خلیفہ مستنجد نے وفات پائی۔ اس کا بیٹا مستضی بالله اس کا جانشین ہوا۔ ابن الاثیر مستنجد کو ایک اچھا خلیفہ اور رعایا پرحکمران بیان کرتا ہے۔ ۱۱۷۰ء میں عمادالدین زنگی کا تیسرا بیٹا قطب الدین مودود اس دُنیا سے رُخصت ہوا۔ سیف الدین غازی دوم اس کا جانشین بنا۔ سیف الدین

غازی مرحوم کے عہدِ حکومت میں موصل میں گڑبڑ پیدا ہو گئی۔ نورالدین اپنے بھتیجے کی مملکت کی حفاظت کے لئے وہاں پہنچا۔ اس نے سیف الدین کو پھر موصل کے تخت پر بٹھایا۔ موصل کی فوج پر اُس نے قبضہ رکھا۔

مصر کے آخری فاطمی حکمران کی موت کے بعد مصر پر بغداد کے عباسی خلیفوں کا اقتدار ہو گیا۔ اب صلاح الدین عملی طور پر مصر کا حکمران بن گیا۔ نورالدین محمود کی موت تک وہ مصر میں اس کی نیابت کرتا رہا۔ لیکن اس کے بعد وُہ مصر کا آزاد حکمران بن گیا۔ ۱۱۷۳ء میں اُس نے اپنے بھائی توران شاہ کو یمن فتح کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اس مہم میں اسے کامیابی ہوئی۔

نورالدین محمود کی موت کے بعد صلاح الدین نے مصر۔ نوبیا۔ حجاز اور یمن پر اپنا تسلط جما لیا۔ نورالدین نے اپنے پیچھے ایک بیٹا اسمٰعیل (الملک الصالح) چھوڑا جس کی عمر بارہ سال تھی۔

باب (۱۷)

صلاح الدین ایوبیؒ

صلاح الدین ایوبیؒ نے نورالدین محمود کے بیٹے ملک صالح کو اپنی وفاداری اور اپنی خدمات کا یقین دلایا۔ اور اسے بہت سے تحائف

بھیجے۔ مصر میں ملک صالح ہی کے نام پر خطبہ پڑھا جاتا۔ سکوں پر بھی اسی کا نام کندہ تھا۔ چونکہ ملک صالح چھوٹی عمر کا تھا۔ اس لئے اس کے باپ کے حلیفوں نے آہستہ آہستہ اپنے اپنے اقتدار کو بڑھانا شروع کر دیا۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے صلاح الدین نے ان لوگوں کو تنبیہہ کرتے ہوئے لکھا کہ اگر وہ سازشوں سے باز نہ آئے تو پھر مجھے خود دمشق آنا پڑے گا۔ اس پر ایک امیر ملک صالح کو حلب لے گیا۔ اب دمشق پر فرنگی حملے کا امکان بڑھ گیا۔ چنانچہ صلیبیوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ ایک بہت بڑی رقم دے کر صلیبیوں سے رہائی حاصل کی گئی۔ اب صلاح الدین دمشق کی طرف بڑھا۔ دمشق پر اس کا قبضہ ہو گیا۔ وہ نور الدین محمود کے محل میں داخل نہ ہوا۔ اُس نے اپنے مکان میں رہائش اختیار کی۔ ملک صالح سے ملاقات کرنے کے لئے اب صلاح الدین حلب کی طرف بڑھا۔ ادھر اس کے وزیر نے کم عمر حکمران کو صلاح الدین کے خلاف بدگمان کر رکھا تھا۔ چنانچہ جب صلاح الدین حلب کے باہر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا تو ملک صالح نے حلب کے لوگوں کو اُس کے خلاف لڑنے پر آمادہ کر لیا۔ صلاح الدین نے حلبی فوج کو شکست دی۔ اب وزیر نے صلاح الدین کو قتل کرانے کی سازش کی۔ لیکن وہ اس میں ناکامیاب رہا۔ اب ملک صالح کے نااہل ولی نے صلیبیوں کو حمص کے قریب شکست دی۔ اب اس نے حلب کا محاصرہ کر لیا۔ ملک صالح کی درخواست پر اس نے حلب کے آس پاس کے تمام شہر اُسے واپس کر دیئے۔ ایک معاہدے کی رُو سے اُس نے دمشق کو اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ خلیفہ نے صلاح الدین کو سلطان کا خطاب دیا۔ ۱۱۸۲ء تک مغربی ایشیا کے تمام حکمرانوں نے صلاح الدین کے اقتدارِ اعلیٰ

کو تسلیم کرلیا۔ اسی اثناء میں یورپ سے صلیبیوں کی ایک بھاری تعداد شام کے ساحلی شہروں میں اُتر چکی تھی۔ ۱۱۸۷ء میں سبیلہ اور گائی دی لوزینان یروشلم کی ملکہ اور بادشاہ تسلیم کئے جا چکے تھے۔ ایک سال پہلے صلیبی اُس معاہدے کو توڑ چکے تھے جو سلطان صلاح الدین اور فرنگیوں میں ہو چکا تھا صلیبیوں نے عہد شکنی کرتے ہوئے مسلمانوں کے ایک تجارتی کارواں کو لوٹ کر بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا تھا۔ صلاح الدین نے یروشلم کے حکمران سے اس نقصان کی تلافی چاہی۔ جب صلیبی حکمران نے کوئی جواب نہ دیا تو سلطان صلاح الدین عہد شکن کو سزا دینے کے لئے میدان میں اُتر پڑا۔ تین جولائی ۱۱۸۷ء کو طبریہ کے میدان میں دونوں فوجوں میں لڑائی ہوئی۔ دس ہزار صلیبی سپاہی مارے گئے۔ ان کے بڑے بڑے سرداروں کو قید کر لیا گیا۔ اس فتح کے بعد نابلس۔ رملہ۔ جافہ۔ بیروت۔ اور دُوسرے شہروں نے صلاح الدین ایوّبی پر اپنے دروازے کھول دیئے۔ سرداروں نے بہت جلد عسکلان پر بھی قبضہ کر لیا۔

اب سلطان نے بیت المقدس و یروشلم کی طرف توجہ کی۔ سلطان نے لڑائی شروع کرنے سے پہلے صلیبیوں کے سامنے بہت اچھی شرطیں پیش کیں۔ لیکن صلیبیوں نے ایک شرط بھی نہ مانی۔ اس پر صلاح الدین نے ارادہ کر لیا کہ وہ گاڈفرے بوئی لوتی کے قتلِ عام کا انتقام لے گا۔ اب سُلطان کی فوجوں نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ چند دن بعد صلیبیوں نے سُلطان سے رحم کی درخواست کی۔ سُلطان نے عیسائیوں کو شہری حقوق دے کر انہیں اپنی مملکت میں رہنے کی اجازت دے دی۔ صلیبی سپاہیوں پر یہ شرط عائد کی گئی کہ وہ چالیس دِن کے اندر اپنے بال بچوں سمیت یروشلم سے

نکل کر یا طرابلس کو چلے جائیں۔ سلطان نے دس ہزار سپاہیوں اور اُن کے عزیزوں کو زرِ فدیہ اپنے پاس سے ادا کر کے انہیں شہر چھوڑنے کی اجازت دلوائی۔ ہزاروں کو بغیر زرِ فدیہ لئے چھوڑ دیا گیا۔ سلطان نے ان بے سروسامان انسانوں کی مدد کی۔ اس نے بیٹوں کو ماں کے حوالے کر دیا۔ بیویوں کو خاوند واپس کر دیے۔ جو قید میں رہے ان سے بہتر سلوک کیا۔

جب تک سارے صلیبی یروشلم سے باہر نہ نکل گئے اس وقت تک صلاح الدین نے دمشق میں قدم نہ رکھا۔ فرنگیوں نے جن مسجدوں مدرسوں اور کالجوں کو ویران کر دیا تھا ان کی مرمت یا نئے سرے سے تعمیر کروائی۔ صلیبیوں کی ظالمانہ حکومت کی جگہ عدل اور انصاف پر مبنی حکومت قائم کی۔ بیت المقدس سے نکل کر سلطان صلاح الدین ایوبی نے شام کے کئی ایک ساحلی علاقوں کو صلیبیوں سے آزاد کرایا۔

باب (۱۸)

تیسری صلیبی جنگ

بیتُ المقدس پر مسلمانوں کے قابض ہو جانے سے یورپ میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ کلیسا والوں نے شہزادوں اور عوام کو ایک نئی صلیبی

جنگ کے لئے تیار کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ انہیں اس میں پوری پوری کامیابی ہوئی۔ عکہ کے قریب کمک پہنچنی شروع ہو گئی۔ اس مہم میں یورپ کے تین بادشاہوں نے شرکت کی۔ فریڈرک باربروسا شہنشاہِ جرمنی۔ فلپ آگسٹس شاہِ فرانس۔ اور رچرڈ (شیر دل) شاہِ انگلستان بھی اپنی فوج لے کر ارضِ مقدس کی طرف بڑھنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ اگر اس وقت سلطان صلاح الدین ایوبی مصر اور شام کے بیڑوں کو متحد کر کے ونیشیہ کے ساحل کی ناکہ بندی کر دیتا تو اس طرح ایک طرف فلسطین میں موجود صلیبی محصور ہو جاتے۔ اور دوسری طرف یورپ کے صلیبیوں کا ساحل پر اُترنا دشوار ہو جاتا۔

۲۹ اگست ۱۱۸۹ء کو صلیبیوں نے عکہ کا محاصرہ کر لیا۔ جب سلطان صلاح الدین ایوبی کو اس محاصرے کا پتہ چلا تو اس نے ایک جنگی کونسل بلائی اس کا اپنا خیال یہ تھا کہ صلیبیوں کا راستہ کاٹ دیا جائے۔ لیکن کونسل کے بہت سے ارکان نے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ عکہ کا محاصرہ کرنے والی صلیبی فوج پر حملہ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ صلاح الدین اپنی فوج لے کر عکہ کی طرف بڑھا۔ جب سلطان وہاں پہنچا تو اس نے عکہ کو صلیبیوں کے محاصرے میں پایا۔ مسلمانوں کو خشکی کی راہ سے مدد مل رہی تھی۔ صلیبیوں کو بحری راہ سے کمک پہنچ رہی تھی۔ صلاح الدین نے محاصرین پر حملہ کر دیا۔ پہلے حملے میں مسلمانوں اور عکہ کے درمیان رسل و رسائل پیدا ہو گئے۔ اگلے دن صلیبیوں نے حملہ کیا۔ لیکن پسپا کر دیئے گئے۔ صلیبیوں کی یہ خواہش تھی کہ سلطان کی فوج کو مزید کمک پہنچنے سے پہلے شکست دی جائے۔ چنانچہ انہوں نے سلطان کی فوج پر ایک بہت بڑا حملہ کیا۔ اس حملے میں دس ہزار صلیبی سپاہی

کام آئے۔ لاشوں کی کثرت سے سلطان کے خیموں میں وبا پھوٹ نکلی۔ چنانچہ سلطان نے اپنے خیمے پیچھے ہٹا لئے۔ اب صلیبیوں نے عکہ پر حملہ کیا۔ سلطان کے حملے سے محفوظ ہونے کے لئے انہوں نے اپنے خیموں کے ارد گرد خندق کھود لی۔

۱۱۹۰ء میں صلیبی حملے ہوئے۔ اور صلیبی اپنے پہاڑی مورچے سے اُتر کر عکہ کے میدان میں پہنچ گئے۔ صلیبیوں نے لکڑی کے بڑے بڑے میناروں میں اپنے سپاہیوں کو بھر دیا۔ تاکہ وہ عکہ کی فصیل کی حفاظتی چوکیوں پر حملہ کر سکیں ایک دمشقی انجینئر نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا جس کے ذریعہ اس فصیل پر سے ان چوبی میناروں پر آگ بھی پھینکی جاتی تھی۔ اس شعلہ باری سے صلیبیوں کے مینار جل کر راکھ ہو گئے۔ اس اثناء میں مصری بیڑہ کمک لے کر عکہ کی طرف بڑھا۔ ایک سمندری لڑائی میں صلیبی کو شکست ہوئی۔ مصری بیڑہ عکہ کی بندرگاہ میں داخل ہوا۔ اس اثناء میں خبر ملی کہ فریڈرک بار بروسا ایک بہت بڑی فوج لے کر فلسطین کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب سلطان نے مسلم حکمرانوں سے امداد طلب کرنے کے لئے اپنے سفیر بھیجے۔ لیکن اُن میں سے کوئی بھی اس آڑے وقت میں اس کے کام نہ آیا۔ سلطان کو یورپ کی متحدہ فوج سے اکیلے لڑنا پڑا تھا۔ جرمنی کے شہنشاہ فریڈرک بار بروسا کی تقدیر میں منزل تک پہنچنا نہیں تھا۔ وہ ایک دریا پار کرتا ہوا ڈوب گیا۔ اس کی فوج میں ابتری پھیل گئی۔ بہت سے سپاہی گھروں کو لوٹ گئے۔ اس کی تھوڑی سی فوج اس کے بیٹے کے کمان میں انطاکیہ پہنچ سکی۔ یہ فوج انطاکیہ سے پھر فلسطین کی طرف بڑھی۔ اس فوج نے آخر کار گھر جانے کی ٹھان لی۔ جن جہازوں میں یہ فوج سوار تھی اُن میں کئی ایک راہ میں ڈوب گئے۔

۲۵ جولائی ۱۱۹۰ء کو صلیبیوں نے عکّہ پر پھر حملہ بول دیا۔ لیکن انہیں بہت زیادہ نقصان اُٹھانا پڑا۔ صلیبیوں نے دِل چھوڑ دیے تھے۔ دو دن بعد الکنڈ پیری کاؤنٹ ہنری آف شمپیں اپنی فوج سمیت عکّہ پہنچ گیا۔ اُس نے سلطان صلاح الدین کی فوج پر حملہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ صلاح الدین اپنے پہاڑی مورچوں کی طرف ہٹ گیا۔ اب صلیبیوں نے موقعہ پاکر عکّہ پر پھر حملہ کر دیا۔ لیکن عکّہ کے محصورین نے بڑی جرأت سے اس حملہ کا مقابلہ کیا۔ اب کاؤنٹ نے عکّہ کی ناکہ بندی کرلی۔ لیکن سلطان نے بیروت کی راہ سے عکّہ کے محصورین کو امداد پہنچادی۔

اب فرنگیوں نے پوپ سے درخواست کی۔ پوپ نے صلیبیوں کو کمک پہنچادی۔ کمک ملتے ہی کاؤنٹ ہنری نے صلاح الدین کے مورچوں پر حملہ کر دیا۔ سلطان کے بیمار ہونے کی وجہ سے اس معرکہ میں شریک نہ ہو سکا۔ وہ ایک ٹیلے پر سے لڑائی کا نظارہ کرتا رہا۔ صلاح الدین کے بیٹوں علی۔ خضر اور غازی نے کاؤنٹ ہنری کو شکست دی۔ صلیبی اپنی خندقوں کی طرف ہٹ گئے۔ جاڑا شروع ہو چکا تھا۔ صلیبیوں نے اپنے جہازوں کو آس پاس کے یونانی جزیروں میں بھیج دیا۔ بہار کے شروع میں ہی یہ جہاز کمک لے کر عکّہ پہنچ گئے۔ عکّہ اور سلطان کی افواج کے درمیان رسل و رسائل کاٹ دیئے گئے۔

۹ اپریل ۱۱۹۱ء کو فرانس کا بادشاہ آگسٹس بہت بڑی فوج سمیت پہنچ گیا۔ سلطان نے اپنے ماتحت حکمرانوں کو مدد بھیجنے کے لئے کہا۔ لیکن اِس کمک کے بھیجنے سے پہلے شاہِ انگلستان رچرڈ کی آمد سے صلیبیوں کی قوت بڑھ چکی تھی۔

فلپ اور رچرڈ دونوں بیمار پڑ گئے۔ جب صلاح الدین کو ان کی بیماری کی خبر ملی۔ تو اُس نے انہیں لبنان مفرح شربت اور تازہ پھل بھیجے۔ جب تک یہ دونوں بادشاہ بیمار رہے، صلاح الدین اس قسم کی چیزیں بھیجتا رہا۔ اب صلیبیوں نے بڑی سختی سے عکہ کا محاصرہ کر لیا۔ تھوڑی مدت تک تو حفاظتی دستہ ان حملوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ سلطان کے ماتحت حکمرانوں کی طرف سے عکہ کو کمک نہ پہنچی صلاح الدین کی کئی ایک کوششوں کے باوجود صلیبیوں کے عکہ کا محاصرہ نہ اُٹھایا۔ عکہ کے محاصرہ کو دو سال ہو چکے تھے۔ جنگ، وبا اور قحط نے محصورین کے حوصلے پست کر دیئے۔ آخر کار حفاظتی دستے کے کمانڈر نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیئے کہ کسی شہری کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ محصورین نے دو لاکھ اشرفیاں بھی دینے کا وعدہ کیا تھا رقم کے ادا کرنے میں جب تھوڑی سی دیر ہو گئی۔ تو انگلستان کے شیر دل بادشاہ نے حفاظتی دستے کے بہادر سپاہیوں کو قتل کرا دیا۔

رچرڈ کی زیرِ کمان اب صلیبیوں نے عسقلان کا رُخ کیا۔ ایک سو پچاس میل کی مسافت میں سلطان کو رچرڈ سے گیارہ لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ جب صلاح الدین کو اس بات کا پورا پورا یقین ہو گیا کہ وہ اپنی تھوڑی سی فوج کے ساتھ صلیبیوں کا مقابلہ کر سکتا ہے تو عسقلان کی شہری آبادی کو وہاں سے نکالنے کے بعد صلاح الدین عسقلان کی طرف بڑھا۔ اور عسقلان کو زمین کے ساتھ ہموار کر دیا۔ جب رچرڈ وہاں پہنچا تو اس نے نہ صرف شہر کو ویران پایا بلکہ اپنے مقابلہ پر ایک شجاع اور دلیر انسان کو پایا۔ صلاح الدین کی بہادری سے متاثر ہو کر

رچرڈ نے صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ سلطان کے بھائی سیف الدین۔ (الملک الملول) اور رچرڈ میں سمجھوتے کی بات چیت ہوئی۔ ہنری نے ترجمان کے فرائض ادا کیے۔

پہلی ملاقات کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ رچرڈ کے طرزِ عمل سے مایوس ہو کر ایک دوسرے صلیبی سردار نے سلطان صلاح الدین ایوبی سے الگ صلح کرنے کی بات چیت شروع کی۔ اس پر رچرڈ نے اپنے بھائی اور دوست ملک العادل اور سلطان سے پھر خط و کتابت شروع کر دی۔ اس مرتبہ رچرڈ نے یہ شرطیں پیش کیں کہ جن ساحلی شہروں پر صلیبیوں کا قبضہ ہے۔ وہ ان کے پاس ہی رہنے چاہئیں۔ ان کے علاوہ یروشلم اور مقدس صلیب کو عیسائیوں کے حوالے کر دیا جائے۔ سلطان نے یروشلم کا مطالبہ مسترد کر دیا۔ لیکن مقدس صلیب واپس کرنے کی شرط مان لی۔ اب رچرڈ اور ملک العادل میں پھر بات چیت شروع ہوئی۔ سلطان کی منظوری حاصل کرنے کے لئے دونوں میں جو کچھ سمجھوتہ طے پایا اُس کی اہم دفعات یہ تھیں:۔

(۱) شاہ رچرڈ کی بیوہ بہن کی شادی ملک العادل سے کی جائے گی۔

(۲) اپنی بہن کے جہیز میں وہ اُن ساحلی شہروں کو دے جن پر ان کا قبضہ ہے۔

(۳) سلطان اپنے بھائی ملک العادل کو وہ شہر دے جنہیں وہ فتح کر چکا۔

(۴) یروشلم پر ملک العادل اور اس کی بیوی کا مشترکہ قبضہ رہے۔

(۵) بیت المقدس ایک آزاد شہر قرار دیا جائے جس میں دونوں مذاہب کے ماننے والوں کو شہری آزادی حاصل ہوگی۔ قیدیوں کا ایک عام تبادلہ ہوگا۔ مقدس صلیب کو عیسائیوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔

عیسائیوں کے دو حلقوں ہاس پی ٹلروں اور ٹیلروں کو بدستور مراعات حاصل ہوں گی ۔"

سلطان نے ایسا معاہدے میں دونوں قوموں میں قیام امن کی جھلک دیکھتے ہوئے اسے تسلیم کر لیا ۔ اگر رچرڈ کے پادری اس معاہدے کو مان لیتے تو وہ خلیج جو آج تک عیسائیوں اور اسلام میں حائل ہے مدتوں پہلے ختم ہو چکی ہوتی ۔ رچرڈ نے پادریوں کی مخالفت سے ڈر کر اپنے بھائی اور دوست ملک عادل کو عیسائی ہو جانے کے لئے کہا ۔ ملک عادل نے انکار کر دیا ۔

رچرڈ نے یروشلم پر قبضہ کرنے کی کوشش کی ۔ لیکن اُسے ناکامی ہوئی ۔ اس ناکامی کے بعد وہ فلسطین کو چھوڑنے کے لئے تیار ہو گیا ۔ اب اُس نے سلطان صلاح الدین کو نئی شرطیں لکھ بھیجیں ۔ "مجھے آپ کی دوستی اور مروّت درکار ہے ۔ میں اس ملک پر قبضہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا ۔ میں جانتا ہوں کہ جس طرح میں اپنے سپاہیوں کو مروانا نہیں چاہتا اسی طرح آپ بھی اپنی فوج کی سلامتی چاہتے ہیں ۔ میں نے جن علاقوں پر قبضہ کیا ہے میں انہیں اپنے بھانجے ھنری کو دے کر اسے آپ کے سپرد کر رہا ہوں ۔ وہ آپ کی اطاعت کریگا اور آپ کی مشرقی مہموں میں آپ کا ساتھ دے گا ۔ میں آپ سے صرف یروشلم کے کلیسا کا مطالبہ کرتا ہوں ۔"

سلطان صلاح الدین نے اپنے مشیروں سے مشاورت کرنے کے بعد رچرڈ کے اس خط کا موافقانہ جواب دیا ۔ رچرڈ کا ایلچی دوبارہ آیا ۔ اس مرتبہ رچرڈ نے عسقلان ، داروم اور غازہ کا مطالبہ کیا ۔ سلطان

نے جواب میں لکھ دیا کہ وہ انطاکیہ کے حکمران سے علیحدہ صلح کرے گا۔ نیز وُہ صرف لیدہ کا شہر رچرڈ کے حوالے کر سکتا ہے۔

سلطان صلاح الدین کو معلوم ہوُا کہ صلیبی فوج بیروت کی طرف بڑھ رہی ہے۔ چنانچہ صلاح الدین میدان میں اُتر پڑا۔ جافہ پر قبضہ کر لیا گیا۔ لیکن بہت جلد رچرڈ جافہ کے قلعہ پر قابض ہو گیا۔ اب شاہِ انگلستان نے ملک عادل کے نمائندوں سے کانفرنس کرنی چاہی۔ رچرڈ نے ملک عادل کے نمائندوں کے سامنے سلطان صلاح الدین کی بہادری کی بہت تعریف کرتے ہوئے وفد کے امیر سے کہا کہ "وہ خدا کے لئے سلطان سے صلح کرنے کے لئے کہے۔" اس درخواست کے جواب میں سلطان طائر سے قیصریہ تک کا ساحلی علاقہ رچرڈ کو دینے کے لئے تیار ہو گیا۔ رچرڈ نے جافہ اور عسکلان بھی طلب کئے صلاح الدین جافہ دینے پر رضامند ہو گیا۔ رچرڈ نے بھی عسکلان کا مطالبہ ترک کر دیا۔ اس کے بعد ایک اور اعلان کیا گیا، جس میں بتایا گیا کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں صلح ہو چکی ہے۔ دونوں قوموں کے مقبوضہ ملکوں میں شہری آزادی جاری رہے گی۔ دونوں ملکوں کے لوگ ایک دُوسرے کے ملک میں آزادی سے آجا سکیں گے۔ اس اعلان کو دونوں قوموں کے لوگوں نے سُنا۔ اور خوشی کا اظہار کیا۔ دُور دراز ملکوں سے آنے والی کمک کو واپس بھیج دیا گیا۔

اس اعلان کے چند دن بعد رچرڈ انگلستان چلا گیا۔ تیسری صلیبی جنگ کا یوں خاتمہ ہوُا۔ اس جنگ میں دونوں اطراف کا بہت زیادہ جانی اور مالی نقصان ہوُا۔ مشرق اور مغرب کے کئی گھرانے تباہ اور

برباد ہو گئے۔ جرمنی کا ایک بہت بڑا شہنشاہ ہلاک ہوا۔ فرانس اور انگلستان کے ہزاروں بہادر سپاہی مارے گئے۔ تیسری صلیبی جنگ میں صلیبیوں کو نہ صرف کامیابی ہوئی بلکہ اُن کا عکہ پر قبضہ ہو گیا۔

رچرڈ کے چلے جانے کے بعد صلاح الدین ایوبی نے تھوڑی دیر بیت المقدس میں آرام کیا۔ اس کے بعد وہ ایک ہزار سواروں کے ایک دستہ کو لے کر تباہ شدہ ساحلی علاقوں کا معائنہ کرنے کے لئے نکلا۔ صلاح الدین نے دمشق کی راہ لی۔ دمشق میں ہی اسلام کا یہ بہادر سپاہی ۴ مارچ ۱۱۹۳ء کو اس دُنیا سے رخصت ہوا۔ ایک مسلمان مورّخ کے الفاظ ہیں:۔

"خلافتِ راشدہ کے بعد صلاح الدین کی وفات اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک رُوح فرسا سانحہ تھا۔ سلطنت کے طول و عرض پر غم اور رنج کے بادل چھا گئے۔ دمشق پر حُزن و ملال مسلط تھا۔ اُس کے جنازے میں شامل ہونے والے زار زار رو رہے تھے۔ وفات سے پہلے سُلطان صلاح الدین ایوبی نے بلا امتیاز مذہب و ملت غریبوں میں بہت زیادہ رقم بانٹی۔ جس ایلچی نے بغداد میں سلطان کی وفات کی خبر پہنچائی تھی اُس کے پاس ایک زرہ بکتر، ایک گھوڑا۔ ایک دینار اور چھتیس درہم تھے۔ یہی سُلطان صلاح الدین کا ترکہ تھا"۔

صلاح الدین ایوبی ایک بہادر سپاہی، ایک عادل حکمران اور ایک رحمدل انسان تھا۔ اس کے کردار کا اندازہ اس کے ہمعصر مورّخوں کی کتابوں

سے لگایا جا سکتا ہے۔ وہ پاکبازوں اور عالموں کا دوست تھا۔ وہ ان سے فیاضانہ سلوک کیا کرتا تھا۔ ہر ذہین انسان جس کی اُس کے دربار تک رسائی ہوئی، اس کی بہت زیادہ تعریف کرتا ہے۔ اس نے اپنی سلطنت کے طول وعرض میں کالجوں اور ہسپتالوں کا سلسلہ جاری کر دیا تھا۔ اس کا وزیر قاضی الفاضل بھی علوم و فنون کا سرپرست تھا۔

باب (۱۹)

عباسیوں کا زوال

صلاح الدین ایوبی نے اپنی موت سے پہلے اپنے جانشین کی نامزدگی نہیں کی تھی۔ اس کی سلطنت اس کے تین بڑے بیٹوں میں بٹ گئی۔ سلطان کے بھائی ملک عادل کا تسلط عراق کے کافی حصہ پر تھا۔ یمن پر بھی سلطان صلاح الدین کے بیٹے متحد رہتے تو وہ شاید اس قابل ہو جاتے کہ وہ اپنی اپنی مملکت کو اپنے وارثوں کے لئے چھوڑ جاتے۔ سلطان کے بھائی ملک عادل نے نا اتفاقی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی مملکت کو بڑھانا شروع کر دیا۔ فروری سنہ ۱۲۰۰ء میں ملک عادل نے قاہرہ کو اپنا صدر مقام بنایا۔ اور بہت جلد شام، مشرقی عراق اور یمن پر بھی اس کا تسلط قائم ہو گیا۔ ملک عادل اپنے بھائی کی طرح علوم و فنون کا سرپرست تھا۔ اس کی سلطنت میں اسی کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری تھا۔

صلاح الدین کی وفات کے دو سال بعد پوپ نے چوتھی صلیبی جنگ شروع کرادی۔ رچرڈ اور صلاح الدین کے بعد بڑی بڑی لڑائیاں ختم ہو چکی تھیں۔ اب صرف معمولی معمولی لڑائیاں باقی رہ گئی تھیں۔ صلیبیوں نے عہد شکنی کرتے ہوئے بیروت پر قبضہ کر لیا۔ ملک عادل نے انہیں شکست دی۔

تین سال بعد پوپ نے پانچویں صلیبی لڑائی کر دی۔ پوپ نے یورپ کے تمام حکمرانوں سے امداد کے لئے کہا۔ رچرڈ نے پوپ کی اپیل کو مسترد کر دیا۔ لیکن یورپ کے دوسرے حکمرانوں نے پوپ سے تعاون کیا۔ چنانچہ ایک فوج مشرق پر حملہ کرنے کے لئے بڑھی۔ شام کی طرف بڑھنے کی جگہ اس فوج نے قسطنطنیہ کا رُخ کیا۔ اس عیسائی فوج نے عیسائیوں کے شہر قسطنطنیہ کو آگ لگادی۔ صلیبیوں نے ہر اُس یونانی کو قتل کر دیا جو اُن کے سامنے آیا۔

۱۲۱۶ء میں چھٹی صلیبی جنگ شروع ہوئی۔ اس مرتبہ اس مقدس فوج میں عورتیں، بچے، بوڑھے اور اندھے شامل تھے۔ ہنگری، آسٹریا، بوہیمیا اور زیریں جرمنی کے حکمرانوں نے مل کر مشرق پر چڑھائی کر دی۔ اس صلیبی فوج نے مصر کا رُخ کیا۔ صلیبیوں نے دمیاط کا محاصرہ کر لیا۔ ملک عادل شمالی شام سے مصر کی طرف چلا آرہا تھا کہ راہ میں فوت ہو گیا۔ اُس کی موت کے بعد اُس کی سلطنت اس کے بیٹوں میں بٹ گئی۔ اٹھارہ مہینوں کے محاصرہ کے بعد صلیبیوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ شہر میں داخل ہو کر صلیبیوں نے اپنے روایتی مظالم کی یاد تازہ کر دی۔ سترہ ہزار کی آبادی میں سے صرف تین ہزار بچ نکلے۔ صلیبیوں نے

انہیں بھی پکڑ کر قتل کر دیا۔ اب صلیبی فوج نے قاھرہ کا رُخ کیا۔ لیکن شکست کھا کر واپس ہوئی۔

صلیبی فوج کے واپس ہوتے ہی ملک عادل کے بیٹوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ المستضئی باللہ کی وفات ۱۱۸۰ء کے بعد اس کا بیٹا ناصر اس کا جانشین ہوا۔ ناصر نے ۴۷ سال حکومت کی۔ اس نے ایک بہت بڑی فوج تیار کی تھی۔ اس کی سلطنت میں لوگ خوشحال تھے۔ ۱۲۲۵ء میں اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا ظاہر اس کا جانشین ہوا۔ ایک سال حکومت کرنے کے بعد وہ انتقال کر گیا۔ اس کا بیٹا مستنصر اُس کا جانشین ہوا۔ اس نے دجلہ کے مشرقی کنارے پر ایک بہت بڑا کالج قائم کیا۔ اس نے تاتاریوں کے حملوں سے بچنے کے لئے ایک فوج منظم کر لی۔ اس کی موت (۱۲۴۱ء) کے بعد اس کا بیٹا معتصم اس کا جانشین ہوا۔

معتصم آخری عباسی خلیفہ تھا۔ اس کے عہد میں تاتاریوں نے ھلاکو کے زیرِ کمان بغداد کو تباہ و برباد کر دیا۔ مستعصم کا عہد بیرونی شورش اور اندرونی بدامنی کا زمانہ تھا۔ حنبلی، حنفی آپس میں لڑتے۔ شیعہ سُنی ایک دوسرے سے جھگڑتے۔ بغداد میں ہر طرف لوٹ کا بازار گرم تھا۔ مستعصم نے اپنے باپ کی فوج منتشر کر کے اس میں بدامنی بڑھا دی۔ سُنیوں اور شیعوں کے ایک فساد میں خلیفہ نے شیعوں پر سختی کی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کے ایک شیعہ وزیر علقمی نے تاتاریوں کو بغداد پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔

اس زمانہ میں ہلاکو اپنے بھائی کی طرف سے ایران کا گورنر تھا۔ چنانچہ وہ بغداد کی طرف بڑھا۔ تاتاریوں نے بغداد کا محاصرہ کر لیا۔

خلیفہ کے پاس تاتاریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی فوج نہ تھی۔ تاتاری فوج نہایت آسانی سے بغداد میں داخل ہو گئی۔ بغداد میں کئی دن قتلِ عام جاری رہا۔ ابنِ خلدون کے الفاظ میں بغداد کی بیس لاکھ کی آبادی سے سولہ لاکھ کو قتل کر دیا گیا۔ ہلاکو نے ۲ر جنوری ۱۲۵۸ء کو خلیفہ کو مروا دیا۔ بغداد کی تباہی کے بعد مغربی ایشیا پر ادبار کے بادل چھا گئے۔

بغداد کو تباہ و برباد کرنے کے بعد تاتاری فوج نے فرات پار کر کے عراق کے شہروں کو ویران کر دیا۔ آخر کار مصر کے سلطان نے تاتاریوں کو ناصرہ، فلسطین کے قریب شکست دی۔ تین سال تک کوئی خلیفہ نہیں تھا۔ یہاں تک کہ سلطانِ مصر کی کوششوں سے ۱۲۶۱ء میں مصر میں دوسری عباسی خلافت قائم کی گئی۔ اس خلافت کے آخری فیصلہ سے عثمانی سلطان سلیم نے اپنے نام پر خلافت منتقل کرا لی!

باب (۲۰)

عباسیوں کا نظم و نسق

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ حجاج کے زمانے کے بعد عمر بن عبدالعزیز کے عہد کے ماسوا شام کے عربوں نے نظم و نسق پر پورا پورا قبضہ کر رکھا تھا۔ ریاست کے تمام بڑے بڑے عہدوں پر شامی عرب قابض تھے یہ پالیسی اس وقت تک کامیاب رہی جب تک کہ ماتحت قوموں نے

قوت اختیار نہیں کی تھی۔ اس تبدیلی نے جس نے اُمویوں سے حکومت چھین لی تھی۔ شامی عربوں کی اجارہ داری بھی ختم کر دی تھی۔ اب غیر عرب مسلم قومیتوں کو بھی اسلام کی عظیم الشان سلطنت کے بڑے بڑے عہدے ملنے شروع ہو گئے۔ جمہوریت کے حق میں ایک بہت بڑا انقلاب تھا۔ اس نسلی مساوات پر مبنی عباسی خلافت پانچ سو سال تک قائم رہی۔ اس خلافت کا خاتمہ صرف ایک بیرونی حملہ کر سکا۔!!

خلیفہ ایک دُنیاوی حکمران ہی نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ مسلمانوں کا رُوحانی پیشوا بھی ہوتا تھا۔ اموی عہد کی طرح عباسی دورِ خلافت میں بھی عام طور پر یہ ہوتا رہا ہے خلیفہ اپنی موت سے پہلے اپنا جانشین نامزد کر دیتا تھا۔ جب خلیفہ کی جانشینی کی نامزدگی کا اعلان ہو جاتا تھا تو پھر فوج اور سول کے تمام حکام اُس کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ حکمران خلیفہ کی موت کے بعد اِس جانشین کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کی جاتی۔

عباسی خلافت کی سیاسی تنظیم کی بنیاد منصُور نے رکھی تھی۔ اِس نظام میں خلیفہ کو مقتدرِ اعلیٰ کی حیثیت حاصل تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس سیاسی نظام کے مختلف شعبوں پر وزیر مقرر تھے۔ مامُون کے عہد میں عباسی حکومت نے دستوری نوعیت حاصل کر لی تھی۔ ایک باقاعدہ کونسل آف سٹیٹ (مجلسِ مشاورت) موجود تھی۔ مجلسِ مشاورت کے نمائندوں کو ہر مسئلہ پر آزادی کے ساتھ رائے دینے یا بحث کرنے کا حق حاصل تھا۔ جب سیاسی لحاظ سے عباسی خلافت کمزور ہو گئی تو پھر اس مجلسِ مشاورت نے مذہبی علماء کی ایک مجلس کی صورت اختیار کر لی تھی۔ صلاح الدین ایوبی کی مجلسِ مشاورت کے باقاعدہ اجلاس ہوتے تھے۔ صلیبی جنگوں کے زمانہ۔ عصری

سُلطان صلاح الدین اِس مشاورت کے فیصلوں پر عمل کرتا رہا۔ ائین کے کے علاوہ پہلے آٹھ عباسی خلیفوں نے اپنے صُوبائی گورنروں پر پورا پورا قابو رکھا لیکن اس کے بعد جب خلافت کمزور پڑ گئی تو اُن صُوبائی گورنروں نے آہستہ آہستہ آزادی حاصل کرلی۔ ابتدائی عباسی خلیفوں کی یہ پالیسی تھی کہ سلطنت کو زیادہ سے زیادہ مستحکم بنایا جائے۔ چنانچہ اُنہوں نے اِس مقصد کے لئے مزید فتوحات کا خیال چھوڑ دیا تھا۔ بالائی مصر۔ ریلم اور کابل میں اس لئے اقدام کیا گیا تھا کہ ان علاقوں میں قبائلی شورش پیدا ہوچکی تھی۔ بازنطین کے ساتھ محض اس وجہ سے لڑنا پڑتا تھا کہ وہ ہمیشہ عہد شکنی کرکے عباسی سلطنت پر حملہ کر دیتا تھا۔

نظم ونسق کے تمام بڑے بڑے عہدوں کے دروازے مسلمانوں، یہودیوں عیسائیوں اور ہندوؤں پر کُھلے ہوئے تھے۔ منصُور اپنے کسی گورنر کو ایک صُوبے میں زیادہ مدّت نہیں رکھتا تھا۔ ہر صُوبے میں ایک (قاضی) چیف جج ہوتا تھا۔ ایرانیوں میں وزارت کا ادارہ اگرچہ بہت پُرانا تھا۔ لیکن عربوں میں سب سے پہلے عبّاسیوں کے دَور میں اسی نام سے ایک اَور ادارہ قائم کیا گیا تھا۔ سلطنت کے مختلف شعبوں کے ہر صوبے میں دوسرے شعبوں کے علاوہ ایک پوسٹل شعبہ بھی ہوتا تھا۔ پولیس اور فوج کی دیکھ بھال کرنے کے لئے ایک علیٰحدہ محکمہ تھا۔ ہر شہر کی میونسپل پولیس ایک افسر کے ماتحت ہوتی تھی جسے مُحتَسِب کہا جاتا تھا۔ تجارتی کاروبار کے لئے سوداگروں کی ایک سنڈیکیٹ ہوتی تھی۔

زراعت کی ترقی کے لئے ایک الگ شعبہ تھا۔ صنعت وحرفت کی نگرانی کے لئے بھی ایک علیٰحدہ محکمہ قائم کیا گیا تھا۔ مالگذاری کا محکمہ بہت مضبُوط تھا۔ فوج کا محکمہ بہت بڑا ہوتا تھا۔ فوجی افسروں کی مدد کے لئے انجینئروں کی

ایک جماعت موجود رہتی تھی۔ جنگی ہسپتالوں کا بھی بہت اچھا انتظام تھا۔ ساحلی علاقوں کی دیکھ بھال اور ان کی حفاظت کے لئے ایک بہت بڑا بیڑہ موجود رہتا تھا۔ مجربات اور تجربہ کی بہت سی موجودہ یورپی اصطلاحات عربی سے ماخوذ ہیں۔ بیڑے کے کمانڈر کو امیر آئی کہا جاتا تھا۔ ایڈمیریل امیرائی سے ماخوذ ہے۔

باب (۲۱)

عباسی عہد میں علوم وفنون

ایک مورخ کے الفاظ میں بغداد عراق کی آنکھ اور علوم وفنون کا مرکز ہے۔ یاقوت اپنے جغرافیائی انسائیکلوپیڈیا میں لکھتا ہے کہ :۔

"منصور نے ایک جدید شہر کی بنیاد رکھی۔ جس کے اردگرد ایک مضبوط فصیل اور اس کے آگے ایک گہری خندق تھی۔ اس شہر کے چار بڑے بڑے دروازے تھے۔ شہر کے عین وسط میں قصرِ خُلد تھا۔ خلیفہ کے محل کے قریب ہی ایک جامع مسجد تھی۔ اس مسجد کے آس پاس امیروں، وزیروں کے محلات۔ اسلحہ خانہ۔ خزانہ اور دوسرے سرکاری دفتر تھے۔ شہر کا یہ حصّہ مدینۃ المنصور کہلاتا تھا۔ مھدیہ کے آباد ہوجانے کے بعد یہ شہر دو نصف

دائروں پر مشتمل ہو گیا۔ جن میں ایک دجلہ کے بائیں کنارے اور
دوسرا دجلہ کے دائیں کنارے پر تھا۔ اس شہر کا قطر بارہ میل
تھا۔ ایامِ عروج میں بغداد کی آبادی بیس لاکھ تھی۔ مشرقی کنارے
کا نصف قطر یعنی مہدیہ شان و شوکت میں مغربی نصف قطر
سے بہتر تھا۔ شہر کے اسی حصہ میں سلطنت کے بڑے
بڑے لیڈروں کے محلات تھے۔ حفظانِ صحت کے پیشِ
نظر شہر کے کئی حصوں کا انتظام ایک ناظم کے سپرد
تھا۔ شہر کے کئی ایک مشہور چوکوں میں سے ایک کا نام
مامونیہ تھا۔"

شہر میں آب رسانی کا انتظام نہایت اعلیٰ تھا۔ ہر مکان کو کافی پانی مہیا کیا جاتا تھا۔ شاہی محل کے سامنے کا وسیع میدان مربع کہلاتا تھا۔ اس میدان میں فوج کی پریڈ۔ ٹورنامنٹ اور گھوڑ دوڑ ہوتی تھی۔ روشنی کے لئے گلیوں اور بازاروں میں لیمپ نصب کئے ہوئے تھے۔ منصور ہمیشہ فوجی وردی میں اپنی فوج کا معائنہ کیا کرتا۔ ہارون اور مامون اور معتصم فوجی کھیلوں میں حصہ لیتے تھے۔ دمشق کی طرح بغداد میں بھی گھوڑ دوڑ کا بہت شوق تھا۔ اور مربع میں پولو کا بھی مقابلہ ہوا کرتا تھا۔ جس میں ہارون بھی حصہ لیتے تھے۔ مہدیہ میں بھی ایک بڑا میدان تھا۔ جہاں سپاہیوں کی بارکیں تھیں۔ شہر میں چونکہ مختلف قومیں آباد تھیں۔ اس لئے ہر قوم کے مفاد کی حفاظت ان اقوام کے سرداروں کے سپرد تھی۔ یہ سردار اپنی اپنی قوم کے طرزِ عمل کے ذمہ دار ہوتے تھے۔ بغداد میں محلات کی اتنی کثرت تھی کہ اُسے محلات کا شہر کہا جاتا تھا۔ بیشتر محل سنگِ مرمر

کے بنے ہوئے تھے۔ بغداد کی عمارتوں کا طرزِ تعمیر دمشق سے ملتا جلتا تھا۔ عام طور پر عمارتیں کئی کئی منزلہ اونچی ہوتی تھیں۔ ان عمارتوں کی آرائش و زیبائش میں ایرانی اثرات صاف دکھائی دیتے تھے۔ محلات اور حویلیوں کی آرائش کے لیے قیمتی سامان خریدا جاتا تھا۔ قصرِ خلافت اپنی شان و شوکت اور زیبائش میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا۔ جمعہ کی نماز سے پہلے فوج پریڈ کرتی۔ جس میں سلطنت کے بڑے بڑے عہدیدار شمولیت کرتے۔ عید الفطر کی تقریب پر خلیفۃ المسلمین عمائدِ سلطنت کو اپنے ہاں مدعو کرتے۔ اس زمانہ کے امیروں، کبیروں کا وہی لباس ہوتا جسے خلیفہ وقت اختیار کرتے۔ علماء اور فضلاء کی جماعت کا لباس مختلف ہوتا تھا۔ عباسی عہد میں شرفاء کا لباس ڈھیلے پاجامے، قمیض، خفتان، قبا، جُبّہ و کلاہ پر مشتمل تھا۔ اس عہد میں موزے کا عام رواج تھا۔ مختلف پیشوں کے لوگوں کے لباس بھی مختلف ہوتے تھے۔ جوتوں کے ساتھ ساتھ بوٹوں کا بھی عام استعمال ہوتا تھا۔ بنو عباس کے عہد میں عورتوں کے لباس میں بہت سی تبدیلیاں ہوئیں۔ امیر گھرانے کی عورتیں موتیوں میں جڑی ٹوپیاں پہنتی تھیں۔

عباسی دور کے ابتداء میں عورتوں کی پوزیشن ویسی ہی تھی جیسی بنو امیہ کے عہد میں۔ مردوں اور عورتوں کی مکمل علیحدگی قادر باللہ کے عہد میں ہوئی۔ خلیفہ منصور کے عہد میں دو شہزادیاں مردوں کا لباس پہن کر بازنطین کے خلاف لڑنے والی فوج میں شامل ہوئیں۔ ہارون کے عہد میں بھی کئی ایک عورتیں فوجی دستوں کی کماندار تھیں۔ خلیفہ مقتدر کی والدہ عدالتِ عالیہ میں اپیلوں کی سماعت کرتیں۔ اور غیر ملکی سفیروں سے تبادلۂ خیالات کرتی تھیں۔

ہارون اور مامون کے عہد میں علمی مجلس کے دوش بدوش عورتیں بھی شریک ہوتی تھیں۔ ملکہ زبیدہ ایک بلند مرتبہ شاعرہ تھیں۔ اُس نے ہارون اور مامُون کو جو خطوط لکھے تھے ان میں اس کی قابلیت کا بہتر ثبوت موجود ہے۔ بوران کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ زبیدہ نے طنبورہ بجانے میں اتنی مہارت پیدا کر لی تھی کہ وہ اس عہد کی تاریخ میں الطنبوریہؒ کے نام سے مشہور ہے۔ کتاب الاغانی کا مصنّف اس کے کمالات کا اعتراف کرتا ہے۔ اِسی عہد کی ایک اَور شاعرہ فضل شعر و شاعری میں بڑے بڑے شاعروں کی ہم پلّہ خیال کی جاتی ہے۔ چھٹی صدی ہجری میں شیخہ بغداد کے کالجوں میں تاریخ اور ادب پر لیکچر کرتی تھی۔ اسی صدی کی ایک مشہور خاتون زینب بہت قانون دان تھی جو بغداد کے کالجوں میں قانون کی تعلیم دیتی تھی۔ صلاح الدین ایّوبی کے عہد میں ایک ترکی خاتون حدیث کا درس دیتی تھی۔ ماں کے فرائض میں بچّوں کی دیکھ بھال بھی ہوتی تھی۔ لڑکیوں کو صالح خواتین بننے کی تعلیم دی جاتی تھی۔

بنو اُمیّہ ہی کے عہد میں کرسیوں اور اُٹھی نشستوں کا رواج ہو گیا تھا۔ لیکن عبّاسیوں کے عہد میں دیوان (صوفہ) کا رواج عام ہو گیا تھا۔ اِن صوفوں کے سامنے کھانے کے لئے میز بچھا دیئے جاتے تھے۔ واثق نے اپنے لئے سونے کی میز بنوائی تھی۔ تیر اندازی۔ پولو۔ ہاکی۔ جرید۔ گھوڑ دوڑ اور کُشتی کے لئے بغداد اور دُوسرے بڑے شہروں میں ٹورنامنٹ کرائے جاتے تھے۔ کرکٹ اور ٹینس بھی ابتدائی شکل میں موجود تھے۔ اُمراء شکار سے تفریح کا کام لیتے تھے۔ بیشتر عبّاسی خلفاء کو شکار کا شوق تھا۔ سلطان صلاح الدین کو شکار

کا اس حد تک شوق تھا کہ وہ ایک مرتبہ شکار کھیلتا ہوا اتنی دُور نکل گیا کہ وہ دو ۲ صلیبیوں کے زغہ میں آگیا تھا۔ عباسی دَور میں اُمراء کے مکان علمی مباحثہ اور مجلسی تعلقات کے مراکز ہوتے تھے۔ ان مکانوں میں مختلف علمی مسائل پر اظہارِ خیالات کرتے۔ خلیفہ مامون کے عہد سے بغداد اور دوسرے شہروں میں لٹریری کلب عام ہو گئے تھے۔ ان کلبوں میں سائنس اور فلسفہ کے مسائل پر مذاکرات اور مباحثات ہوتے۔ ان کلبوں کو دبانے کی بہت کوشش کی گئی۔ لیکن وہ بغداد کی تباہی تک جاری رہے۔ اس زمانہ کی سوسائیٹی میں کُتب فروشوں کو بہت بڑی پوزیشن حاصل تھی۔ ان کی دُکانیں طلباء اور فضلاء کے مراکز بنی رہتیں۔ ان دُکانوں پر معتزلین فلسفیانہ بحثوں میں مصروف دکھائی دیتے۔ کتابت کے فن میں اس حد تک ترقی ہو گئی کہ یہ کُتب فروش بہترین کتابوں کو ایک دینار (چودہ آنے) میں فروخت کر سکتے تھے۔ ان محدود اوراق میں ایک قوم کی پانچسو سال کی علمی سرگرمیوں کا تذکرہ ضروری ہے۔ جنہوں نے انسانی تہذیب کے ارتقاء میں نمایاں حصّہ لیا۔ چنانچہ عربوں نے قطب نما ایجاد کیا۔ انہوں نے تمام معلومہ دُنیا کا تجارت یا تلاشِ علم کی غرض سے چکر کاٹا۔ عربوں نے افریقہ۔ مجمع الجزائر ہند۔ ساحلِ ہند۔ جزیرہ نما ملایا میں اپنی نو آبادیاں قائم کیں۔ چین نے اپنے بند دروازوں کو مُسلم آبادکاروں اور تاجروں پر کھول دیا۔ بصرہ کی بندرگاہ سے ہندوستان اور چین کے ساتھ تجارت کی جاتی تھی۔ عربوں کی تجارتی سرگرمیاں صرف سمندروں تک ہی محدود نہیں تھیں۔ ایک برّی راستہ افریقہ کے ملکوں تک جاتا تھا۔ بحیرہ روم کی بہت سی بندرگاہوں کے ذریعہ ہسپانیہ۔ اٹلی۔ سسلی۔ اور فرانس کے ساتھ تجارت کی جاتی تھی۔ ترازوؤں کے ذریعہ بازنطین کے ساتھ تجارت

ہوتی تھی۔ دوسرے بری راستے وسطی ایشیا اور شمالی ہندوستان تک جاتے تھے۔ بغداد سے بحیرۂ خزر تک جو راستہ جاتا تھا اسے مزید شمالی ملکوں سے ملایا گیا تھا۔ اس امر کی تصدیق ان غربی سکوں سے ہوتی ہے جو روس اور سویڈن سے حال ہی میں ہاتھ لگے ہیں۔ عربوں نے ازوریز کو دریافت کیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ امریکہ تک پہنچ گئے تھے۔ عربوں نے پرانی دنیا کے ہر خطہ میں انسانی محنت و مشقت کو نئی راہوں پر لگایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کو ایک فریضہ بنایا تھا۔ آپ نے کھیتی باڑی اور تجارت کو اللہ کی نگاہوں میں محبوب بتایا تھا۔ چنانچہ اس تعلیم نے نہایت مفید اور کارآمد نتائج مرتب کر دیئے۔ تاجروں اور دستکاروں کو عزت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ بڑے سے بڑا شخص بھی اپنے پیشے کی نسبت سے پکارے جانے کو معیوب خیال نہیں کرتا تھا۔ اس عہد میں علماء اور فضلاء کی جو جماعت پیدا ہوئی اُس نے انسانی مطالعہ کے ہر پہلو پر غور کیا۔ اُنہوں نے گرامر۔ ادب۔ بلاغت۔ لسانیات۔ جغرافیہ۔ حدیث اور مساحت پر قلم اُٹھایا۔ اُنہوں نے ڈکشنریاں مرتب کیں۔ اور سوانح لکھے۔ اُنہوں نے دُنیا کے علمی خزانہ کو اپنی تاریخ نگاری اور شاعری سے آراستہ کیا۔ اُنہوں نے سائنسی دریافتوں کے ذریعہ انسانی علم میں نمایاں اضافہ کیا۔ انہوں نے اپنے فلسفیانہ مباحث سے انسانی فکر میں نئی تحریک پیدا کی۔ آٹھویں صدی سے تیرھویں صدی تک عربوں کی علمی سرگرمیوں کے پیشِ نظر اس مورخ کے یہ الفاظ مبالغہ آمیز معلوم نہیں ہوتے جس کا میں کئی مرتبہ حوالہ دے چکا ہوں۔ اس عہد میں جو وسیع لٹریچر پایا جاتا ہے وہ بلاشبہ ایک حیرت انگیز ذہنی

کارنامہ تھا جس نے اس خیال کی تصدیق کر دی کہ ہر معاملہ میں عرب ہمارے رہنما تھے۔ انہوں نے اپنی تاریخوں میں سفر ناموں و سوانحی کتابوں میں ہمارے لئے ازمنہ وسطیٰ کی معلومات کے ذخائر مہیا کئے۔ اس کے علاوہ اُنہوں نے آرٹ اور تعمیرات میں ہمارے لئے نئے نئے راستے پیدا کئے۔

زیر تبصرہ عہد میں علوم طبعی پر بڑی محنت سے کام کیا گیا۔ کیمیا۔ نباتات ارضیات۔ طب اور تاریخ کی طرف بہترین عرب فضلاء متوجہ تھے۔ کوفہ کا ابوموسیٰ جعفر (عیسائی مورخوں کا جیر) جدید کیمسٹری کا بانی ہے۔ اس کے بعد دوسرے علماء نے اس کے کام کو جاری رکھا۔ ان علماء کی کاوشوں نے موجودہ دور کے طلباء کو حیران کر رکھا ہے۔ علم طب اور فن جراحت اپنے اوج کمال تک پہنچ چکے تھے۔ عربوں نے کیمیاوی فارمیسی ایجاد کی۔ انہوں نے ان اداروں کی بنیاد رکھی جنہیں آج کل ڈسپنسریاں کہا جاتا ہے۔ اُنہوں نے ہر شہر میں پبلک ہسپتال جاری کئے جن کے اخراجات خزانہ عامرہ برداشت کرتا تھا۔

نباتات اور جڑی بوٹیوں کے مطالعہ کے لئے بغداد اور دُوسرے کئی ایک شہروں میں باغات تھے۔ ان باغات میں عرب فضلاء طلباء کے سامنے نباتات پر تقریریں کرتے تھے۔ جس سے ذہنی تحریک نے نویں صدی کے آغاز میں سائنس اور آرٹ کو ترقی دی تھی۔ اسی تحریک کی وجہ سے جغرافیہ اور سیاحت پر بھی کام کیا جانے لگا۔ مسلم بن حمیر۔ جعفر بن احمد الروزی۔ ابن فضلان۔ خوارزمی۔ مسعودی۔ اسلمزی۔ ابن موقل۔ البیرونی۔ یاقوت البکری۔ المقدسی۔ ادریسی کا شمار عربوں کے نامور جغرافیہ دانوں میں ہوتا ہے۔

البیرونی نے ہندوستان کا سفر کیا۔ اور ایک مدت تک ہندوؤں میں رہا۔ ان کی زبان سیکھی۔ ان کے علوم و فنون۔ فلسفہ۔ عادات و اطوار اور ہندوستان کے طبعی حالات کا مطالعہ کیا۔ ایک کافی مدت تک مطالعہ کرنے کے بعد البیرونی نے جو کتاب لکھی اس میں ہومر۔ افلاطون اور دوسرے یونانی محرروں اور فلسفیوں کے اقتباسات درج ہیں۔ ہندوستان کے متعلق کتاب الہند کے علاوہ البیرونی نے ماہیئت۔ ریاضیات۔ جغرافیہ۔ تاریخ طبعیات اور کیمیا پر کتابیں لکھیں۔ البیرونی کے بعد ہم ناصر خسرو کی کی شخصیت میں ایک ادیب اور سیاح پاتے ہیں۔ وہ مرو کا رہنے والا تھا۔ وہ ۱۰۴۶ء میں مرو سے روانہ ہوا۔ وہ نیشاپور۔ قم۔ تبریز۔ حلب ہوتا ہوا شام میں داخل ہوا۔ طائر۔ سیدون۔ بیروت۔ بیت المقدس کی سیاحت کے بعد وہ مصر میں داخل ہوا۔ مصر کی سیاحت کے بعد اس نے حرمین الشریفین کی زیارت کی۔ اس کے بعد وہ بصرہ ہوتا ہوا بلخ پہنچا۔ اس کا سفر نامہ بہت زیادہ دلچسپ ہے۔ عرب کے مورخوں نے اثریات اور انسانیات کی طرف بھی توجہ کی۔ بلاذری المتوفی ۸۹۲ء بغداد میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے بغداد میں زندگی بسر کی۔ اور وہیں اس نے اپنا کام شروع کیا۔ اس کی کتاب "فتوح البلدان" کا اندازِ تحریر بہترین ہے۔ یہ کتاب تاریخ نگاری کی طرف ترقی کا ایک بہت بڑا قدم ہے۔

ہمدانی نے جس کا زمانہ تیسری صدی ہجری کے اواخر اور چوتھی صدی ہجری کا آغاز ہے، دنیا کو جنوبی عرب کی ایک شاندار تاریخ مہیا کی۔ اس کتاب میں ہمدانی جنوبی عرب کے قبیلوں، اس کے آثارِ قدیمہ کے ساتھ ساتھ یمن کے جغرافیائی حالات بھی پیش کرتا ہے۔ اس عہد میں ہم مسعودی، طبری اور

ابن الاثیر کے کارناموں کو سب سے بلند مرتبہ پاتے ہیں۔ اپنے جانشینوں کی طرح یہ تینوں فضلاء موسیٰ، فلسفی، ریاضی داں، جغرافیہ داں اور مورّخ تھے۔ مسعودی بغداد کا رہنے والا تھا۔ جس نے اپنی جوانی میں اسلامی دنیا کے بہت سے حصّوں کی سیاحت کی تھی۔ وہ سب سے پہلے ہندوستان گیا۔ جہاں اُس نے منصُورہ اور ملتان دیکھے۔ یہاں سے ایران اور کرمان کی سیاحت کرنے کے بعد پھر ہندوستان میں داخل ہوا۔ وہ کافی مدّت تک کباجہ میں رہا۔ دکن اور سیلون کی سیاحت کے بعد اس نے مدغاسکر کا رُخ کیا۔ وہاں سے وہ عمان پہنچا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ہند چینی اور چین بھی گیا۔ اس نے وسطی ایشیاء میں بھی بہت سفر کیا تھا۔ اس سفر کے بعد وہ بحیرۂ خزر کے ساحل پر پہنچا۔ اپنی سیاحت کے آخری دِنوں میں وہ تھوڑی مدّت تک انطاکیہ میں رہا۔ بصرہ میں پہنچ کر اُس نے اپنی کتاب مروج الذہب کو مکمّل کیا۔ قاہرہ پہنچ کر مراۃ الزمان لکھی۔ مروج الذہب میں وہ ایک جہاں دیدہ انسان کی حیثیت میں اپنے تجربات کو دِلکش انداز میں پیش کرتا ہے۔ وہ اُن ملکوں کا حال بتاتا ہے جنہیں وہ دیکھ چُکا ہے۔ وہ پڑھنے والے کے لئے دِلچسپی کا بہت سامان مہیا کرتا ہے۔ وہ مختلف قوموں اور گروہوں کے عادات و اطوار کو اختصار کے ساتھ کہانیوں کی صورت میں پیش کرتا چلا جاتا ہے۔

طبری نے ۹۹۲ء میں وفات پائی۔ اس نے اپنی تاریخ میں ۹۱۴ء تک کے واقعات کو قلمبند کیا۔ المکین نے اسی تاریخ کو بارہویں صدی تک مکمل کیا۔ ابن الاثیر عراق کا رہنے والا تھا۔ اس نے اپنی زندگی موصل کے مضافات میں بسر کی تھی۔ اس کا خوبصورت مکان اس کے ہمعصر علماء اور فضلاء کے

مذاکرات کا ایک اہم مرکز تھا۔ اس نے الکامل کے نام سے تاریخ لکھی تھی عربوں نے علمِ ہیئت میں بھی بہت زیادہ کام کیا تھا۔ عربوں کا مشہور ہیئت دان محمد نہاوندی، منصور کے عہد میں تھا۔ خلیفہ مامون کے عہد میں یحییٰ بن منصور اور خالد بن عبدالملک مشہور ہیئت دان تھے۔ انہوں نے اعتدالین۔ گرہن۔ دم دار تارے اور سیاروں کی گردش کے متعلق جو مشاہدات کئے انہوں نے انسانی معلومات میں بہت نمایاں اضافہ کیا۔

مامون کے حکم سے موسیٰ الخوارزمی نے سنسکرت کی کتاب سدھارنتا کا عربی میں ترجمہ کیا۔ موسیٰ الخوارزمی نے اپنی طرف سے اس کتاب پر حواشی بھی لکھے تھے۔ الکندی نے ہندسہ، اقلیدس، فلسفہ، موسیمیات، مبصریات اور طب پر کم و بیش دو سو کتابیں لکھی تھیں۔ ابومعاشر نے سیاروں کی گردش کا بہت زیادہ مطالعہ کیا۔ ابومعاشر نے جو جدول مرتب کیا تھا وہ علمِ ہیئت کا بہت بڑا منبع ہے۔ موسیٰ بن شاکر، ہارون الرشید کے زمانہ کا بہت بڑا انجینئر تھا۔ لیکن اس کے بیٹوں نے مامون۔ معتصم اور واثق کے عہدِ حکومت میں علمِ ہیئت میں بہت نام پایا۔ انہوں نے سورج اور دوسرے سیاروں کی گردش کے متعلق بہت سی دریافتیں کیں۔ ابوالحسن نے دُوربین ایجاد کی۔ اسی عہد میں وفات پائی۔ اس دَور کے مشہور فارسی شاعروں میں دقیقی۔ فردوسی۔ عنصری۔ انوری۔ فریدالدین عطّار۔ جلال الدین رومی اور سنائی ہیں۔ ابوالفرج محمد بن اسحٰق المعروف الندیم نے ایک سوانح ڈکشنری مرتب کی تھی۔ اس کی کتاب "الفہرست" علم کی ہر شاخ سے متعلق ہے۔ اس کتاب میں بے شمار ایسے مصنّفوں کی کتابوں کا ذکر ملتا ہے جو اَب ناپید ہو چکی ہیں۔ اِس کتاب

کے مطالعہ سے عربوں کی ادبی تخلیق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ابن خلکان کا سوانحی انسائیکلو پیڈیا مفید معلومات سے لبریز ہے۔ سیف الدولہ کتاب الاغانی کے مصنف ابو الفرح علی بن حسین اصفہانی کا مربّی تھا۔ یہ کتاب جیسا کہ اُس کے نام سے ظاہر ہے محض گیتوں کی کتاب نہیں ہے۔ اِس کتاب میں ان لوگوں کے متعلق سوانحی ارشادات نقل کیے گئے ہیں۔ کتاب الاغانی میں تاریخ اور سائنس کے متعلق بھی کافی معلومات موجود ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ قریش میں ظہورِ اسلام سے تھوڑی مدّت پہلے عربی لکھنے کا دستور ہوا تھا۔ یمن سے بنو حمیر کا طرزِ تحریر قریش کے طرزِ تحریر سے مختلف تھا۔ بنو اُمیہ کے دَور کے اختتام پر نسخ طرزِ تحریر عام ہو چکا تھا۔ دسویں صدی کے اختتام اور گیارھویں صدی کے آغاز میں ابو حسن ابو طالب المبارک نے خطِ نسخ کو مزید ترقی دی۔ سلطان صلاح الدین کے عہد میں نسخ میں ایسی تبدیلیاں ہوئیں جو ایران کے خط نستعلیق سے ملتی جلتی تھیں۔ عباسیوں کے دَور میں بہت سے نئے فرقے پیدا ہو گئے تھے۔ اس دَور میں حنفی فقہ کو سرکاری حیثیت حاصل تھی۔ حنبلی فرقہ بغداد میں مقبول ہو رہا تھا۔ اور فضلاء میں شافعی فرقہ پھیل رہا تھا۔ شام اور ساحل کے شہروں میں شیعیت پھیل چکی تھی۔ اس عہد کے دینی فلسفہ کی تاریخ کا سب سے اہم باب اِعتزال کا تھا۔ مسعودی۔ الکندی۔ اور فارابی ایسے مفکّروں کے خیالات نے اِس تحریک میں نئی جان ڈال دی تھی۔ معتزلیوں نے دین اور دلیل میں تطابق پیدا کرنے کی کوشش کی۔ دسویں صدی کے اواخر میں اشاعتِ علوم کے لئے ایک سوسائٹی کے ارکان اخوان الصفا کہلاتے تھے۔ اس سوسائٹی کا قیام سب سے پہلے بصرہ میں ہوا۔ لیکن آہستہ آہستہ

اس کی شاخیں مملکتِ عباسیہ کے طول و عرض میں پھیل گئیں۔ صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ اور روشن خیال افراد ہی اخوان الصفا میں شامل ہو سکتے تھے۔ بصرہ میں ایک سوسائیٹی کے ارکان اپنے صدر کے مکان پر جمع ہو کر فلسفہ اور اخلاقیات کے دقیق مسائل پر اس آزاد خیالی سے بحث کرتے کہ اس کی مثال موجودہ دَور میں ملنی مشکل ہے۔ اس سوسائیٹی کی شاخیں مملکتِ عباسیہ کے تقریباً ہر بڑے شہر میں تھیں۔ اخوان الصفا نے مختلف علوم و فنون پر اعلیٰ پایہ کے رسائل لکھ کر علوم و فنون کی بہت بڑی خدمت سرانجام دی۔ یہ رسائل مجموعی طور پر ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جب ابن سینا کا ستارہ چمک رہا تھا تو دُنیا اُس کے خیالات تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو چکی تھی۔ گیارھویں صدی کے آغاز میں عربوں کی دُنیا میں احیائے علوم کی تحریک بڑے زوروں پر تھی۔ لیکن جب صلیبیوں نے حملہ کر دیا تو پھر مسلمانوں کا کام اپنے آپ کو بچانا رہ گیا۔ زنگی نورالدین اور صلاح الدین نے مسلمانوں کو یورپ کے جارحانہ حملوں سے بچایا ہی تھا کہ تاتاریوں کی یورش نے مشرق کی تہذیب و تمدّن کو برباد کر ڈالا۔

حصّہ سوم

ہسپانیہ و شمالی افریقہ کی عرب حکومتوں کا تذکرہ

باب (۱)

عبدالرحمٰن الداخل

زاب کی لڑائی کے چھ سال بعد مغرب میں ایک نئی اموی سلطنت قائم ہو گئی۔ بنو اُمیہ کے ان لوگوں میں سے جو سفاح کے انتقام سے بچ نکلے ہشام کا ایک پوتا بھی تھا۔ اس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ چونکہ اس کے باپ کا نام معاویہ تھا اس لئے اسے ابنِ معاویہ بھی کہا جاتا تھا۔ اس کا فرار۔ موت کے ہاتھ سے بچنا۔ اور بربروں کے ہاں ٹھہرنا ایک رومانی افسانہ ہے۔ جس میں کئی ایک دردناک مناظر دکھائی دیتے ہیں۔ جس زمانہ میں وہ بربروں کے ہاں رہتا تھا، اُس وقت اُس نے آبنائے کے اُس پار کی سلطنت پر قبضہ کرنے کا خیال۔ یہ سلطنت اس کے آباد و اجداد کی تھی۔ چنانچہ اُس نے اپنے قبیلہ کے بڑے بڑے سرداروں کے پاس اپنے ایلچی بھیجے تاکہ

وہ مقصد کے حاصل کرنے میں عبدالرحمٰن کی مدد کریں۔ اس کے ایلچیوں کا بڑے جوش کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔ نیز ان سے یہ کہا گیا کہ عبدالرحمٰن ہسپانیہ میں داخل ہوجائے۔ اس پر ستمبر ۷۵۵ء (۱۳۸ ہجری) میں وہ ساحل پر اترا۔ یمنی قبیلوں نے عبدالرحمٰن کا پوری طرح سے ساتھ دیا۔ عبدالرحمٰن نے ان کی مدد سے جزیرہ نمائے ہسپانیہ کے حکمران یوسف کو شکست دی۔ یوسف برائے نام عباسی خلافت کا مطیع تھا۔ سادہ کی زندگی میں عبدالرحمٰن کے ہاتھ ہسپانیہ کا تاج و تخت آ گیا۔ یوسف کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ آخر کار اس نے ہتھیار ڈال دیئے۔ تین سال بعد وہ ایک ناکام بغاوت میں مارا گیا۔

ایک بے سروساماں پناہ گزین کی انتہائی خواہش پوری ہو چکی تھی۔ اب وہ ایک وسیع مملکت پر حکمران تھا۔ عبدالرحمٰن نے اپنی دانائی اور بہادری سے جو کچھ حاصل کیا تھا اس سے وہ اچھی طرح لطف اندوز نہ ہو سکا۔ بڑے بڑے عرب سردار شخصی حکومت کے خلاف تھے۔ اس مخالفانہ جذبہ میں بربری قبائل بھی برابر سے شریک تھے۔ عرب اور بربر جمہوریت کی طرف مائل تھے۔ ان دونوں کی یہ خواہش تھی کہ ہسپانیہ میں ایسی چھوٹی چھوٹی چند دوسری ریاستیں قائم کر دی جائیں۔ جو اپنی اپنی ضرورت کے مطابق ایک دوسرے سے لڑتی رہیں۔ اور وقت آنے پر عیسائی حملہ آوروں کے مقابلہ پر ایک ہوجائیں۔ اس قسم کے احساسات کی موجودگی میں عبدالرحمٰن نے اتحاد اور قیام امن کے لئے جو کوشش بھی کی وہ بے سود ثابت ہوئی۔ عرب سردار ایک ایک کرکے بغاوت کر رہے تھے۔ پیپین اور اس کا بیٹا شارلمین ان باغی سرداروں کی مدد کرتے رہے۔ ان دونوں حکمرانوں کی یہ پالیسی تھی کہ وہ عرب سرداروں کو قرطبہ کی مرکزیت سے الگ ہونے میں ان کی مدد

کریں۔ عام طور پر ان سرداروں کی بغاوتیں شاہانِ فرنگ کے اشاروں سے ہوتی تھیں۔ لیکن عبدالرحمٰن نے ان باغی سرداروں کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ بغاوتوں میں گھرے ہوئے عبدالرحمٰن نے شدید ترین پالیسی اختیار کر لی۔ حالات سے مجبور ہو کر عبدالرحمٰن نے یہ پالیسی اختیار کی تھی۔ یہ لڑائی جاگیرداری اور بادشاہت میں تھی۔ یہ عبدالرحمٰن کی خوش قسمتی تھی کہ عرب سردار متحد نہیں تھے۔ وہ اس بات کو جانتے تھے کہ عبدالرحمٰن کو شکست دینے کے لیے تمام عرب سرداروں کا متحد ہو جانا ضروری ہے۔ لیکن وہ عملی طور پر اس اتحاد کو پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ چند سال کے اندر اندر عبدالرحمٰن نے ایک ایک کر کے اپنے دشمنوں پر غلبہ پا لیا۔ بغاوتوں پر قابو پا لیا گیا۔ عرب سرداروں کا اقتدار ختم کر دیا گیا۔ سارا ہسپانیہ عبدالرحمٰن کے مطیع ہو گیا۔ لیکن اس کی طاقت کا انحصار بھاڑے کے سپاہیوں پر تھا۔ وہ قرطبہ کے بازاروں میں حفاظتی سپاہیوں کے بغیر چل پھر بھی نہیں سکتا تھا۔

اِدھر عبدالرحمٰن عرب سرداروں سے لڑ رہا تھا۔ ادھر ہسپانیہ کے عیسائی پڑوسیوں نے مسلمانوں کے شہروں کو لوٹنا شروع کر دیا تھا۔ ان کے شہر جلا دیئے گئے۔ ان کے کھیت ویران ہو گئے۔ انہیں یا تو قتل کر دیا گیا یا پھر غلام بنا لیا گیا۔ اس افراتفری کے زمانہ میں شمالی ہسپانیہ کا بہت سا حصہ عربوں کے قبضہ میں سے نکل گیا۔ الفانسو کے بیٹے فریدنے لگو اور پورتو۔ سالمناکا۔ کیتائی۔ زمورا اور سگوویا پر قبضہ کر لیا۔

۷۷۷ء میں عربوں کا ایک باغی سردار یائی رینز کو پار کر کے شارلمین کے پاس چلا گیا۔ اس سردار نے شارلمین سے امداد طلب کی۔ شارلمین پہلے ہی سے کسی ایسے موقع کی تلاش میں تھا۔ جس سے وہ ہسپانیہ کی بادشاہت

حاصل کر سکتا۔ شارلمین ایک بہت بڑی فوج لے کر ہسپانیہ پر حملہ آور ہوا۔ اپنے پیچھے تباہی و بربادی کے نشانات چھوڑتا ہوا شارلمین سارا گوسا کی دیواروں تک پہنچ گیا۔ سارا گوسا کی حفاظت پر حسین ابن یحییٰ انصاری مامور تھا۔ اس نے شارلمین کو شکست دی۔ شارلمین نے اپنی اس شکست کو کسی سازش پر محمول کرتے ہوئے باغی سردار کو گرفتار کر لیا۔ واپسی پر عربوں نے اس فوج کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے تباہ کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد شارلمین اور عبدالرحمٰن میں سمجھوتہ ہو گیا۔

اب عبدالرحمٰن کا اقتدار ہسپانیہ پر چھا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ اس کے عہدِ حکومت میں بغاوتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن اس کا عہدِ حکومت کامیاب تھا۔ عبدالرحمٰن نے ۷۸۸ء(۱۷۳ھ) میں تیس سال حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔ اس نے بغاوتوں کے فرو کرنے میں بہت زیادہ سختی کا رویہ اختیار کیا تھا۔ لیکن وہ عام حالات میں نرم دل تھا۔ اُسے علوم و فنون سے بہت زیادہ دلچسپی تھی۔ ابن الاثیر اسے دراز قد، دُبلا اور اچھے خدوخال کا انسان بتاتا تھا۔ وہ ایک اَن تھک انسان تھا۔ نظم و نسق کی صلاحیت اور محنت کے پیشِ نظر وہ منصور کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس نے قرطبہ میں بہت سی عالیشان عمارتیں بنوائیں۔ اس نے جامع مسجد کی بنیاد رکھی۔ لیکن یہ مسجد اس کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکی۔ اُس نے ۱۵۶ ہجری میں عباسی خلیفہ کے نام کا خطبہ بند کر دیا تھا۔ لیکن اس پر بھی اُس نے اپنے لئے امیر المؤمنین کا لقب اختیار نہ کیا۔ اُس نے اپنے آپ کو امیر کہلوانے پر ہی اکتفاء کی ؛

باب (۲)

ہشام

عبدالرحمٰن کا بیٹا هشام اس کا جانشین ہوا ۔ وہ ایک نرم دل ، عادل اور فراخدل حکمران تھا ۔ وہ مذہب کا پابند اور نیکی کا نمونہ تھا ۔ ابن الاثیر کے الفاظ میں وہ عمر بن عبدالعزیزؒ سے ملتا جلتا تھا ۔ معمولی کپڑے پہن کر وہ قرطبہ کے بازاروں میں گھومتا پھرتا ۔ اور عوام کے ساتھ مل بیٹھتا ۔ وہ عوام کی شکایات سنتا ۔ بیماروں کی تیمارداری کرتا ۔ غریبوں کے گھروں پر جاتا اور اُن کی دُکھ بھری کہانیاں سُنتا ۔ رات کے وقت برف و باد کے طوفان میں وہ اپنے سر پر ایک بقچہ اُٹھائے کسی غریب کے گھر کی راہ لیتا ۔ تاکہ اُس غریب تک کھانا پہنچا سکے ۔ اُس کی سخاوت کی کوئی حد نہ تھی ۔ وہ اُن نمازیوں میں روپیہ بانٹتا جو موسم کی شدّت کے باوجود اپنے اللہ کو سجدہ کرنے کے لئے مسجدوں میں آتے ۔ ہشام ہر مُفلس کا مددگار اور ہر مظلوم کا حامی تھا ۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود اُس کا نظم ونسق بہت سخت تھا ۔ بغاوتوں کو بڑی سختی سے دبا دیا جاتا تھا ۔ معمولی سے معمولی جُرم بھی نظرانداز نہیں کیا جاتا تھا ۔ اس نیک دل حکمران کے عہد میں لوگوں کو فراغت حاصل ہوئی ۔ اس نے ہجہ کے پُل کی مرمّت کرائی ۔ اس نے قرطبہ کی ایک جامع مسجد کو مکمل کرا دیا جسے اُس کے باپ نے شروع کیا تھا ۔ اس نے اپنی مملکت کے شہروں میں بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں ۔

اس کی ذاتی نرم دلی اور اس کے نظم ونسق کی سختی کے باوجود عرب سردار بغاوت سے باز نہیں آئے تھے۔ جونہی وہ تخت پر بیٹھا اُسے اپنے بھائیوں کی بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان پر قابو پانے کے بعد وہ ایبرو کی طرف بڑھا۔ تاکہ ایک باغی سردار مطروح بن سلیمان کو سزا دے جس نے شارلمین کو ہسپانیہ پر حملہ کرنے کے لئے کہا تھا۔ باغی سردار مارا گیا سارا گوسا اور بارسیلونا ایک بار پھر اُموی حکمران کے زیر اثر آگئے۔

اپنی مملکت میں امن قائم کرنے کے بعد ہشام اس قابل ہوگیا تھا کہ شمالی ہسپانیہ کی طرف توجہ کر سکے۔ سرحد کے عیسائی قبیلوں نے حملے شروع کر رکھے تھے۔ ان قبیلوں کی سرکوبی ضروری تھی۔ یہ قبیلے جس علاقے پر حملہ کرکے اُسے تباہ و برباد کر دیتے اُن کے حملوں سے کھیت ویران ہو جاتے۔ اور آبادی کا نام ونشان باقی نہ رہتا۔ اس زمانہ میں یہ لڑائی تہذیب اور بربریت کے درمیان تھی۔ بدقسمتی سے تہذیب باہمی اُلجھنوں میں پھنسی ہوئی تھی۔ اور بربریت کو باہر سے متواتر مدد ملتی رہی۔ چنانچہ ہشام نے ان فرنگی قبائل کو سبق سکھانے کا عہد کر لیا۔ جن کے بادشاہ اُس وقت تک عربوں کے ساتھ لڑتے آرہے تھے۔ اور جنہوں نے ایک مرتبہ عربوں کے ہسپانیہ میں بغاوت پھیلا دی تھی۔ چنانچہ اس نے اس مقصد کے لئے دو فوجیں روانہ کیں۔ پہلی فوج کیٹالونیہ سے فرانس میں داخل ہوئی۔ اس فوج نے کاؤنٹ آف طولوس کو دریائے ارمنہ کے کنارے پر شکست دی۔ دوسری فوج نے گلیشیا کے قبائلی لوگوں کو شکست دی۔ ان قبیلوں کے سردار برمودہ نے مجبور ہو کر عربوں سے صلح کر لی۔ ہشام کے دل میں امام مالک کا بہت زیادہ احترام تھا۔ چنانچہ ہشام نے جزیرہ نمائے ہسپانیہ میں مالکی فقہ کو رائج کرنے

کی کوشش کی۔ اُس زمانے سے ہسپانیہ میں مالکی فقہ رائج ہوگیا۔ یہاں تک کہ اس نے عمومی حیثیت اختیار کرلی۔ اس زمانہ میں فقیہوں کی بڑی قدر و قیمت تھی ؂

باب (۳)

حکم

ہشام کی وفات ۷۹۶ء (۱۸۰ ہجری) کے بعد اس کا بیٹا حکم المنتقر کا لقب اختیار کر کے تخت پر بیٹھا۔ ابن الاثیر کے الفاظ میں وہ دانا، بہادر اور وضعدار انسان تھا۔ وہ ہسپانیہ کا پہلا عرب حکمران ہے جس نے اپنے گرد شان و شوکت کے مظاہرے کئے۔ اس کا سارا عہدِ حکومت اندرونی بغاوتوں کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ اُسے فقیہوں اور قانون دانوں سے زیادہ لگاؤ نہیں تھا۔ اُس نے اپنے اردگرد شاعر، راگی اور دنیاوی علوم کے فاضل جمع کئے تھے۔ اس وجہ سے وہ فقہاء کی جماعت میں مقبول نہ رہا۔ لیکن فقیہوں کی بے چینی کے اور بھی کئی اسباب تھے۔ ہشام کی فراخدلانہ پالیسی کے سبب اس جماعت کا اقتدار بہت بڑھ گیا تھا۔ حکم اگرچہ اس جماعت کا بہت احترام کرتا تھا اور ان کے فیصلوں میں کبھی دخل نہیں دیتا تھا۔ لیکن اس پر بھی اُس نے حکم کو بے دین کہنا شروع کر دیا۔ فقہاء اس کی رُوحانی نجات کے لئے دُعائیں مانگتے تھے۔ انہوں نے ہسپانوی

مسلمانوں کو حکم کے خلاف اکسانا شروع کر دیا۔ ان نو مسلموں پر اس جماعت کا بہت زیادہ اثر تھا۔ یہ نو مسلم ہسپانیہ کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تھے قرطبہ۔ میوائل۔ طلیطلہ اور میڈرڈ کے نو مسلمانوں کا تعلق ہسپانیہ کے بڑے بڑے خاندانوں سے تھا۔ عربوں، بربریوں اور ہسپانوی لوگوں، مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں میں باہمی شادی کا عام رواج ہو چکا تھا۔ اس قسم کی شادیوں سے جو اولاد پیدا ہوتی تھی وہ مولد کہلاتی تھی۔ خالص عرب قبائل ہسپانوی نو مسلموں اور مولدین کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان کی انتہائی خواہش تھی کہ انہیں مملکت کے بڑے بڑے عہدے نہ ملنے پائیں۔ اس نفرت کا یہ نتیجہ نکلا کہ ہسپانوی مسلمان اور مولد دونوں کو خاندانی تفاخر کرنے والے عربوں سے نفرت ہو گئی۔ ہسپانوی مسلمانوں نے عرب غلبہ کے خلاف کئی بغاوتیں کیں۔ فقہاء کی جماعت نے اس نسلی امتیاز کو روکنے کی جگہ ہسپانوی (بلادیون) اور مولدین کا ساتھ دینا شروع کیا۔ وہ ان جماعتوں کو بادشاہ کی مخالفت پر اکساتے رہے!

جب اندلس میں یہ صورتِ حالات تھی تو اس وقت حکم کے دو چچوں سلیمان اور عبد اللہ نے بغاوت کر دی۔ ہشام کے عہد میں بھی انہوں نے بغاوت کر دی تھی۔ لیکن ہشام نے انہیں معاف کر دیا تھا۔ عبد اللہ نے ایے لاشیپل (موجودہ آخن) میں شارلمین سے ملاقات کی۔ تاکہ اس فرنگی حکمران کی مدد حاصل کر سکے۔ فرنگی مدد سے عبد اللہ نے طلیطلہ پر قبضہ کر لیا۔ ویلنشیا کے ایک حصے پر سلیمان نے ہاتھ صاف کیا۔ اس کے ساتھ ہی شارلمین کے دو بیٹوں لوئی اور چارلس نے ہسپانیہ کے شمالی

صوبوں میں مار دھاڑ شروع کر دی۔ گلیشا کے سردار الفانسو اماگون پر حملہ بول دیا۔ ان نازک حالات میں حکم نے بہت زیادہ تدبّر اور بہادری کا ثبوت دیا۔ اس نے طلیطلہ میں تھوڑی فوج چھوڑ دی۔ اور خود گلیشیا کے سردار سے لڑنے کے لئے آگے بڑھا۔ اس نے گلیشیا کی فوج کو شدید شکست دینے کے بعد وہ فرانسیسیوں کی طرف متوجہ ہوُا۔ اس نے انہیں دریائے ایرو اور پائی ری نیز کے پار بھگا دیا۔ ان فتوحات کے بعد وہ صبور پہنچا۔ سُلیمان ایک لڑائی میں مارا جا چکا تھا۔ عبداللہ نے چونکہ ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ اس لئے اُسے معاف کر دیا گیا۔ جب حکم اس کی طرف مصروف تھا تو فرانسیسیوں کے بارسیلونہ کے حاکم کو یہ توقع تھی کہ شارلمین اُسے ایک آزاد حکمران بنا دے گا۔ چنانچہ اُس نے شارلمین کو حملہ کرنے کی دعوت دی۔ اس طرح شارلمین کے قبضہ میں ہسپانیہ کا ایک اہم مقام چلا گیا۔ شارلمین نے اپنے ہسپانوی مقبوضات کو دو صوبوں سپتی نبیا اور گسکنی میں تقسیم کیا۔ ۸۰۹ء میں حکم نے گسکنی پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ ۸۰۵ء میں قرطبہ میں جو فسادات ہوئے ان پر آسانی سے قابو پا لیا گیا۔ اگلے سال جبکہ حکم ایک بغاوت فرو کرنے میں مصروف تھا قرطبہ کے لوگوں نے پھر بغاوت کر دی حکم اپنی راجدھانی کی طرف پلٹا۔ اس مرتبہ اس نے بڑی سختی کے ساتھ قرطبہ کی بغاوت کو دبا دیا ـــــ!

۸۰۷ء میں شارلمین کے بیٹے لڈوگ نے طرطوسہ کا محاصرہ کیا۔ لیکن حکم کے بیٹے عبدالرحمٰن نے اُسے شکست دی۔ چار سال بعد اس نے فرانسیسیوں کے خلاف ایک مہم کی کمان سنبھالی۔ اس مہم میں اُسے بہت زیادہ کامیابی ہوئی اہل طلیطلہ اس بات کو کبھی نہیں بھولے تھے کہ اُن کا شہر ایک زمانہ میں

ہسپانیہ کی راجدھانی رہ چکا ہے۔ اس یاد نے انہیں عربوں کا شدید ترین مخالف بنا دیا تھا۔ اپنی دولت اور اپنی تعداد پر نازاں اہلِ طلیطلہ نے حکم کے احکام ماننے سے انکار کر دیا۔ وہ اپنی مرضی کے بغیر کسی کو گورنر مقرر نہیں ہونے دیتے تھے۔ انہوں نے پہلی بار جو بغاوت کی اسے آسانی کے ساتھ دبا دیا گیا حکم نے ایک مولد گورنر کو اس بغاوت کے فرو کرنے کے لئے بھیجا۔ جسے بہت زیادہ کامیابی ہوئی۔

دس سال بعد اہلِ طلیطلہ نے پھر بغاوت کر دی۔ اسی مولد نے پھر اس بغاوت کو فرو کر کے باغی سرداروں کو قلعہ میں بلا کر قتل کروا دیا۔ اس طرح سات سال کے لئے طلیطلہ میں کوئی بغاوت نہ ہو سکی۔

۸۱۴ء میں قرطبہ کے فسادات نے انتہائی شدّت اختیار کر لی۔ ایک دن ایک عام آدمی نے مسجد میں بادشاہ کی توہین کی۔ جب اسے اس کی سزا دی گئی تو قرطبہ اور مضافات میں بغاوت ہو گئی۔ باغیوں نے بادشاہ کے محل کو گھیر لیا۔ لیکن باغیوں کو پسپا کر دیا گیا۔ ان کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کر دیا گیا۔ اور کئی ایک جلاوطن کر دیئے گئے۔ بعض آبنائے پار کر کے قبرص میں آباد ہو گئے۔ اور کئی ایک اسکندریہ سے ہوتے ہوئے کریٹ کو فتح کر کے وہاں آباد ہو گئے۔

۸۱۶ء میں حکم اور شارلمین کے جانشین میں ایک معاہدہ ہوا۔ جو زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ حکم نے ۸۲۲ء (۲۰۶ ہجری) میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا عبدالرحمٰن دوم تخت پر بیٹھا ⁂

باب (۴)

عبدالرحمٰن دوم

ایک عرب مورخ کے الفاظ میں عبدالرحمٰن دوم کا عہدِ حکومت (۸۲۲ء - ۸۵۲ء) پُرامن اور شاندار تھا۔ رعایا خوشحال تھی۔ اور حکومت کا خزانہ بھرا ہُوا تھا۔ عبدالرحمٰن دوم علوم و فنون کا سرپرست تھا۔ اسے عالموں اور فاضلوں سے بہت زیادہ اُنس تھا۔ اس کی فرمائش پر مشہور و معروف راگی زریاب بغداد سے قرطبہ آیا جہاں اُسے شاہی محل اور شہر کے بازاروں میں یکساں مقبولیت حاصل ہوئی۔ ہسپانیہ کے عربوں میں موسیقی کا شوق اس وقت سے بڑھنا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ موسیقی ہسپانوی عربوں کی قومی خصوصیت بن گئی۔ درباری شان و شوکت میں عبدالرحمٰن دوم اپنے تمام پیشرووں سے بڑھ گیا۔ عبدالرحمٰن ہی کے عہد سے ہسپانیہ میں ایک تمدن کی بنیاد پڑی جسے صدیوں بعد یورپ نے اپنے ہاں رائج کیا۔

عبدالرحمٰن کے تخت نشین ہوتے ہی لیون کے سردار الفانسو نے مدینہ سلیم کے ضلع پر ہلّہ بول دیا۔ دُوسرے عیسائی قبائل نے بھی دیکھا دیکھی عربوں کی مملکت پر حملہ کر دیا۔ حملہ آوروں کو سزا دینے کے لئے عبدالرحمٰن نے فوج بھیجی۔ حملہ آوروں کو شکست ہوئی۔ ان کے قلعوں اور میناروں کو زمین کے ساتھ ملا دیا گیا۔ لیون بھی تباہ و برباد کر دیا گیا۔ جب انہوں نے اطاعت قبول کر لی تو ان سے تاوانِ جنگ ادا کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ نیز اُن سے یہ بھی کہا گیا کہ وہ جنگی قیدیوں کو رہا

کردیں۔ ہسپانوی قبائل کی شورش کو دیکھتے ہوئے فرانسیسیوں نے بھی فوجی نقل و حرکت شروع کر دی۔ انہوں نے کیتالونیہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن عربوں نے انہیں شکست دی۔ اور اُنہیں سرحد کے پار بھگا دیا۔

عبدالرحمٰن دوم ہی کے عہد میں نارمنوں نے ہسپانیہ کے ساحلی شہروں پر حملے کئے۔ انہوں نے کئی ایک شہروں کو لوٹا۔ لیکن جب قرطبہ کا بحری بیڑہ ان کے مقابلہ پر آیا تو وہ بھاگ گئے۔ مردیہ کے عیسائیوں نے بھی کئی مرتبہ بغاوتیں کیں۔ لیکن اُنہیں ہر مرتبہ شکست ہوئی۔ ۸۲۷ء میں عیسائی اور یہودی قوم نے مل کر ایک بغاوت کی جسے عبدالرحمٰن نے دبا دیا۔ عبدالرحمٰن کی حکومت کے آخری دَور میں قرطبہ کے عیسائیوں کی ایک پُرجوش جماعت نے بغاوت کر دی۔ اس بغاوت نے آہستہ آہستہ خطرناک صورت اختیار کر لی۔ عربوں کی حکومت کے طول وعرض اور قرطبہ میں عیسائیوں کو کسی قسم کی شکایت کا موقعہ نہیں دیا جاتا تھا۔ ہر لحاظ سے ان کی تسلی کر دی جاتی تھی۔ انہیں مذہب کی پُوری پُوری آزادی حاصل تھی۔

اِن کے مقدمات کو ان کے قانون ہی کی روشنی میں سُنا جاتا تھا۔ عیسائیوں کو فوج اور سول کے بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کیا ہوُا تھا۔ کئی ایک عرب جاگیرداروں نے اپنے نظم ونسق کے لئے عیسائیوں کی خدمات حاصل کی تھیں۔ عربی ادبیات کی چاشنی سے مسحُور ہو کر عیسائیوں کے بڑے بڑے طبقوں نے عربی بولنا اور لکھنا سیکھ لیا تھا۔ عربی زبان اختیار کرنے کے ساتھ ہی انہوں نے عربوں کے رسم ورواج بھی اختیار کر لئے تھے۔ اس قسم کے معرّب عیسائیوں کو متعصب عیسائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ انہیں "بے دین" کہا جاتا تھا وہ اس نفرت کو اور زیادہ تیز کرتے رہتے تھے۔ اُن کے راہبوں نے مسلمانوں

کے خلاف شدید قسم کے الزامات لگائے۔ انہوں نے جاہل اور متعصب عیسائیوں کے سامنے اسلام کی تعلیمات کو غلط انداز میں پیش کرنا شروع کر دیا۔ ان راہبوں نے مسلمانوں کے قریب سے اتنا فائدہ بھی اُٹھانے کی کوشش نہ کی کہ وہ اُن سے مِل کر اسلام کے متعلق صحیح معلومات حاصل کر سکتے۔ اِن راہبوں کو صرف عربوں کے مذہب سے ہی نفرت نہیں تھی بلکہ وہ عربوں کی شائستگی اور اُن کی تہذیب کے بھی دُشمن تھے۔

عبدالرحمٰن دوم کے عہدِ حکومت میں عیسائیوں کا مذہبی جوش بہت زیادہ بڑھ چکا تھا۔ اُنہوں نے جتھہ بندی کر کے لُوٹ مار شروع کر دی تھی۔ اُنہوں نے اعلانیہ اسلام کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ وہ نماز کے اوقات میں مسجدوں میں داخل ہو کر مسجدوں کی بے حُرمتی کرتے اور آنحضرت صلعم کی شان میں گستاخی کرتے۔ اسلامی قانون میں اس قسم کے مُجرموں کی سزا موت ہے۔ جب اُنہیں قاضی کے سامنے پیش کیا جاتا تو وہ پھر انہی باتوں کو دُہراتے۔ اِس پر اُنہیں عدالت کی طرف سے سزا دی جاتی۔ سزائے موت کی تائید کے لئے جب یہ فیصلہ کونسل آف سٹیٹ میں پہنچا تو کونسل کے ارکان عیسائیوں سے اپنے الفاظ واپس لینے کی سفارش کرتے۔ لیکن اس درخواست کو بھی ٹھکرا دیا جاتا۔ اس کے بعد قانون انہیں قرار واقعی سزا دیتا۔

عبدالرحمٰن دوم نے اس صورتِ حالات کو ختم کرنے کے لئے عیسائی پادریوں کی ایک کانفرنس بُلائی۔ اِس کانفرنس میں چونکہ وہ شامل نہ ہو سکا اِس لئے اس نے کونسل آف سٹیٹ کے عیسائی ممبر کو اس کانفرنس میں اپنا ذاتی نمائندہ بنا کر بھیج دیا۔ اس کانفرنس میں پادریوں نے ایک حکم نامہ جاری کیا جس کی رُو سے عیسائیوں کو اسلامی تعلیمات کی بے حُرمتی کرنے سے روکا گیا۔ لیکن اِس پر بھی

متعصب گروہ کے جوش و خروش میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوئی۔ اس گروہ نے اپنے دینی پیشواؤں کے احکام کی بھی پرواہ نہ کی۔ ایک متعصب اور تنگ نظر جامع مسجد میں داخل ہو کر مسلمانوں کی دِلآزاری کرتے۔ مسلمانوں نے اس قسم کے لوگوں کو قتل کر دینا چاہا۔ لیکن قاضی نے مداخلت کر کے انہیں قانون کے سامنے پیش کرنے کا مشورہ دیا۔ قاضی کی مداخلت سے مسلمان خاموش ہو گئے۔

عبدالرحمٰن کی موت تک عیسائیوں کی شورش پسندی اور امن شکنی کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ عبدالرحمٰن نے ۸۵۲ء میں وفات پائی۔

باب (۵)

بغاوتوں کا سلسلہ

عبدالرحمٰن دوم کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد تخت نشین ہوا۔ ابن الاثیر کے الفاظ میں "اُس نے عدل و انصاف میں اپنے باپ کی پیروی کی۔ اُس نے سب سے پہلے ہسپانیہ کی حکومت کے لئے آئین مرتب کئے۔ اس نے اپنی فراخدلی سے عوام کی حالت کو بہتر بنایا۔ نظم و نسق میں وہ ولید بن عبدالملک سے ملتا جلتا ہے۔ عبدالرحمٰن دوم کی وفات کے فوراً بعد طلیطلہ میں پھر بغاوت ہو گئی۔ لیون کے سردار نے باغیوں کی امداد کے لئے ایک فوج بھیجی۔ محمد لیون اور طلیطلہ کی متحدہ فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے نکل پڑا۔ وادی طلیطلہ میں مقابلہ ہوا۔

باغیوں کو اپنی تعداد پر بہت ناز تھا۔ اس لئے اُنہوں نے شاہی فوج پر حملہ کر دیا۔ لیکن شدید شکست کھائی۔ باغی فوج تباہ و برباد کر دی گئی۔ اس بغاوت کے بعد حکومت اور باغیوں میں سمجھوتہ ہُوا۔ اس میں طلیطلہ کو بہت حد تک حکومت اختیار مل گئی۔

اب قرطبہ کے باغیوں کی باری آئی۔ ناراض حکمران نے قرطبہ کے باغیوں کی سرکوبی کی۔ جن لوگوں نے اس بغاوت کا ساتھ دیا تھا، جنہوں نے سرحد پار کے قبیلوں سے ساز باز کی تھی اُنہیں موت کی سزا دی گئی۔ امیر کے اس اقدام سے قُرطبہ سے بغاوت کے عناصر ایسے مٹے کہ تھوڑی مدت میں اس کی دھندلی سی یاد باقی رہ گئی۔

۸۵۹ء میں نارمن ہسپانیہ کے ساحل پر آدھمکے۔ اُنہوں نے کئی ایک ساحلی شہروں میں لُوٹ مار مچائی۔ ہسپانوی بیڑے نے اُن کا تعاقب کیا۔ نارمنوں کو ایک شدید بحری شکست دی گئی۔ اس شکست میں نارمنوں کے بہت سے جہاز تباہ ہوئے۔ اسی اثناء میں گلیشیا، لیون اور ناروے کے باغی شہزادوں کی سرکوبی کی جاتی رہی۔ ۸۶۱ء میں ناروے کی راجدھانی پر قبضہ کر لیا گیا۔ چار سال بعد لیون کے حکمران نے غیر مشروط اطاعت قبُول کر کے محمد سے سمجھوتہ کر لیا۔ لیکن محمد کے عہدِ حکومت کے آخر میں ہسپانیہ کے کئی مقامات پر بغاوتیں پھُوٹ نکلیں۔ اواگون میں ایک ہسپانوی مسلمان نے بغاوت کر دی۔ اور شاہی لقب اختیار کر لیا۔ مغرب میں مریدہ کے ایک باشندے ابن مروان نے لیون کے سردار کی امداد سے بغاوت کر دی۔ بہت جلد لوبا متروین بھی ایک باغی پیدا ہو گیا۔ روندا اور ملاگا کا درمیانی کوہستان گوریلا لڑائیوں کے لئے ایک موزوں مقام چلا آتا تھا۔ مدتوں سے یہ علاقہ ڈاکوؤں

اور رہزنوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ صدیوں بعد اس مقام پر نپولین کی فوجوں کا شدید مقابلہ کیا۔ اور اسی مقام پر فوج کے ایک سردار بن جعفرن نے اپنے ارد گرد بہت سے ڈاکو جمع کر کے ایک آزاد ریاست قائم کر لی۔ ان بغاوتوں کی دیکھا دیکھی ملک کے طول و عرض میں بغاوتوں کا سلسلہ پھوٹ نکلا۔ ان بغاوتوں میں عیسائی شہزادوں اور فرانس کے بادشاہ کا ہاتھ تھا۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ اتنے زبردست دباؤ کے باوجود ہسپانیہ میں عربوں کی حکومت ختم نہ ہو سکی۔ ان مشکلات اور آزمائش کی گھڑیوں میں عربوں کا کامیاب ہو جانا ان کی برتری کا بہترین ثبوت ہے۔ چونکہ بادشاہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا اس لئے اُس نے اپنے بیٹے منذر کو باغیوں کی سرکوبی پر مامور کیا۔

سب سے پہلے منذر شمالی جانب بڑھا۔ اس نے سارا گوسا، روطہ، قرطاجینہ اور عریدہ پر قبضہ کر لیا۔ عبدالرحمٰن روطی جو " اپنے زمانہ کا بہادر انسان تھا قید کر لیا۔ موسےٰ کے بیٹے اسمٰعیل نے بھی اطاعت کر لی۔ ۲۷۱ء میں منذر نے ابن مردان کے خلاف یلغار کی۔ اسے گرفتار کر لیا۔ اس کے قلعہ کو زمین کے ساتھ ہموار کر دیا گیا۔ عمر بن حفصون پہاڑوں کی طرف بھاگا۔ جونہی شاہی فوج واپس ہوئی۔ باغی پھر آدھمکے۔ ۸۸۶ء میں منذر کے خلاف پھر چڑھائی کی۔ اسے ایک مرتبہ پھر شکست ہوئی۔ اسی اثناء میں شہزادے کو بوڑھے بادشاہ کی وفات کی خبر ملی۔ منذر نے قرطبہ کا رُخ کیا۔ عمر نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کئی ایک قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ ابن الاثیر کے الفاظ میں امیر محمدؒ علوم و فنون کا سرپرست اور عادل حکمران تھا۔

اس کا جانشین مُنذر دانائی اور بہادری کی صفات رکھتا تھا۔ اگر

زندگی اُسے مہلت دیتی تو وہ اپنی سلطنت کے گوشے گوشے میں امن قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔ اس نے باغیوں کی سرکوبی کے لئے فوجوں کی کمان خود سنبھال لی۔ عُمر کے قلعہ بوباسترو پر قبضہ کر لیا گیا۔ عُمر نے اطاعت قبول کر لی۔ منذر نے اُسے معاف کر دیا۔ لیکن تھوڑی مدت کے بعد اُس نے پھر بغاوت کر دی۔

منذر نے صرف دو سال (۸۸۶ ، ۸۸۸) حکومت کی۔ لیکن اُس کا عہد خوشحالی اور امن لئے ہوئے تھا ؂

باب (۶)

عبداللہ

منذر کی وفات پر اس کا بھائی عبداللہ تخت پر بیٹھا۔ ابن الاثیر کے الفاظ میں اُس کے عہدِ حکومت میں اندلسیہ میں چاروں طرف بغاوت ہی بغاوت دِکھائی دیتی تھی۔ عبداللہ نے نہایت ہی نازک دَور میں عنانِ حکومت کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ امیر عبداللہ کو نہ صرف ہسپانیہ کے کوہستانی قبیلوں کا مقابلہ تھا بلکہ اُسے عرب اشرافیہ کا بھی سامنا تھا۔ عرب جاگیر دار شامیت کو کمزور ہوتا دیکھ کر اپنی اپنی جگہ آزاد ہونا

چاہتے تھے۔ ملک کے ہر کونے میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ سوائل اور اعریرا کے اضلاع میں عربوں اور ہسپانیوں میں عام فسادات شروع ہو گئے۔ کئی ایک بربری سرداروں نے شاہی احکام ماننے سے انکار کر دیا۔ اِس اثناء میں عمر نے ہر طرف اپنا اقتدار بڑھانا شروع کر دیا۔ اس نے قرطبہ پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ عبداللہ نے اپنے باپ دادا کا تخت بچانے کا تہیہ کر لیا۔ ۸۹۱ء میں امیر عبداللہ کے جرنیل عبیداللہ نے عمر کو شکست دی۔ عبیداللہ کی اِس کامیابی سے ہسپانیہ کی تاریخ بدل گئی۔ اس نے قرطبہ کے تخت کو بچالیا۔ اس ایک فتح سے کئی شہروں نے عبداللہ کی اطاعت قبول کر لی۔ اب وزیر کے مشورے سے عبداللہ نے ایک باغی سردار ابن حجاج کے دِل کو موہ لیا۔ ابن حجاج کا بیٹا عبداللہ کے پاس بطور یرغمال پہنچا۔ اس کے وزیر بدر نے یہ مشورہ دیا کہ اسے اس کے باپ کے پاس بھیج دینا چاہیئے۔ چنانچہ عبداللہ نے ابنِ حجاج کے بیٹے کو عزّت و احترام کے ساتھ واپس کر دیا۔ ابن حجاج اور امیر عبداللہ کے سمجھوتے نے حالات کو بدل دیا۔ دُور دراز کے علاقوں میں امیر کا اقتدار تسلیم کیا جانے لگا۔ اسی اثناء میں امیر عبداللہ نے (۸۸۸-۹۱۲ء) میں وفات پائی۔

صاحبِ نظر مسافر لیگوریا کے ساحِل ایلپس۔ پدمونت اور وانتے میں عرب خدوخال نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ محض اتفاقی امر ہے یا کسی حادثہ کا نتیجہ؟ میں جس زمانہ (۸۸۹ء) کا ذکر کر رہا ہوں تب عرب ایک مرتبہ پھر جنوبی فرانس میں داخل ہو کر پرودنس اور وانتے میں پھیل گئے۔

یہ اقدام آزادانہ تھا۔ افریقہ اور ہسپانیہ کی بندرگاہوں سے چند تقدیر آزما مل کر ان علاقوں پر چھا گئے۔ ۹۰۶ء میں انہوں نے پدمونت۔ گلوریا اور سوئٹزرلینڈ میں جھیل کاف ستانس تک پہنچے تھے۔ اُنہوں نے یہاں ایک نوآبادی قائم کر دی۔

فرانس میں انہوں نے قری جس۔ مارسلز۔ گرینوبل۔ اور وینس پر کافی مدت تک قبضہ رکھا۔ عربوں کی ہی نسبت سے وینس کے شہر کا ایک حصہ "عربوں کا محلہ" (کائتن واسارا دنز) کہلاتا ہے۔

باب (۷)

عبدالرحمٰن الناصر

عبداللہ کی موت کے بعد اس کا پوتا عبدالرحمٰن الناصر تخت پر بیٹھا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر بائیس سال کی تھی۔ لیکن اس پر بھی اس کے رشتہ داروں نے جو عمر اور تجربہ میں اس سے بڑے تھے۔ اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سلطنت کے لئے یہ ایک نیک فال تھی۔ ایک مورخ کے الفاظ میں ان سب کو عبدالرحمٰن میں اس عظمت کے نشان دکھائی دیتے تھے جو سلطنت کے بچاؤ کے لئے ضروری تھے۔ عبدالرحمٰن نے ایک عام اعلان کے ذریعہ ہسپانوی، بربر اور عرب باغیوں کو معاف کرنے کا وعدہ کیا

بشرطیکہ وہ اپنے اپنے قلعوں اور شہروں کو اس کے حوالے کر دیں۔ چنانچہ کئی ایک شہروں نے اپنے آپ کو عبدالرحمٰن کے حوالے کر دیا۔

اپریل ۹۱۳ء میں عبدالرحمٰن نے اپنی فوجوں کا معائنہ کیا۔ جوان بادشاہ کو اپنی صفوں میں دیکھ کر فوجیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ عبدالرحمٰن نے تین مہینوں میں الویرا اور ثرین کو مطیع کیا۔ باغیوں کے بڑے بڑے قلعوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ تمام علاقے کو چوروں اور ڈاکوؤں سے بچا لیا گیا۔ اسے میرانیورا کی بلندیوں پر بھی اتنی ہی کامیابی ہوئی جتنی کہ اسے میدان میں ہوئی تھی۔ جن باغی سرداروں نے اطاعت قبول نہ کی انہیں قتل کر دیا گیا۔ سوائل کے حکمران محمد بن ابراہیم نے عبدالرحمٰن کی اطاعت قبول کر لی۔ اس پر اہلِ سوائل نے پہلے تو احتجاج کیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد انہوں نے عبدالرحمٰن کے لئے شہر کے دروازے کھول دیئے۔

آہستہ آہستہ باغی عیسائی سرداروں نے بھی اطاعت قبول کر لی۔ ایک عیسائی مورّخ کے الفاظ میں جو عیسائی سردار اطاعت قبول کر لیتے تھے اُن کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا جاتا تھا۔

عمر نے ۹۱۷ء میں وفات پائی۔ لیکن اس کی موت کے بعد بھی میرانیہ میں لڑائی جاری رہی۔ دس سال تک عبدالرحمٰن کو اس کوہستانی علاقے میں سرگرمیاں جاری رکھنی پڑیں۔ ۹۲۸ء میں عبدالرحمٰن کی فوجوں نے بوبامترو پر قبضہ کیا۔ کئی ایک دوسرے قلعوں پر بھی قبضہ ہو گیا۔ ان قلعوں کو زمین کے ساتھ ہموار کر دیا گیا۔ اس طرح عبدالرحمٰن کا میرانیہ پر مکمل قبضہ ہو گیا۔

جنوب میں بغاوت کے عناصر مٹائے جا چکے تھے۔ اب عبدالرحمٰن نے

شمال اور مشرق کی طرف توجہ کی۔ عبدالرحمٰن نے طلیطلہ کے باغیوں سے ایک وفد کے ذریعہ ہتھیار ڈالنے کو کہا۔ لیکن باغیوں نے لیون کے عیسائی سردار کی امداد پر بھروسہ رکھتے ہوئے ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا۔ اب عبدالرحمٰن نے باغیوں کے خلاف فوجی کارروائی شروع کی۔ دو سال کے بعد اہلِ طلیطلہ نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے۔ ۹۳۲ء میں بغاوت کا ہر عنصر مٹایا جا چکا تھا۔ اب عبدالرحمٰن ہسپانیہ کا واحد حکمران تھا۔

عبدالرحمٰن کو اپنی سلطنت میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے اپنے دو دشمنوں کے ساتھ شدید مقابلہ کرنا پڑا۔ شمالی ہسپانیہ کے عیسائی سردار اور افریقہ کے فاطمی ہسپانیہ پر آنکھ لگائے بیٹھے تھے۔ آٹھویں صدی کے وسط میں ہسپانیہ میں ایک شدید قحط پڑا۔ جس کی وجہ سے بہت سے عرب ہسپانیہ چھوڑ کر افریقہ میں آباد ہو گئے تھے۔ اس نقلِ مکانی سے فائدہ اٹھانے کے لئے گلیشیا کے باغیوں نے الفانسو کو اپنا بادشاہ بنا لیا تھا۔ بربر کئی ایک شہروں سے نکل کر افریقہ چلے گئے تھے۔ الفانسو ان شہروں پر قبضہ تو نہ کر سکا لیکن اس نے ان مسلمانوں کو قتل کر دیا جو اِن شہروں میں باقی رہ گئے تھے الفانسو کے جانشینوں نے لیون کو اپنی راجدھانی بنا کر عربوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ نویں صدی کے وسط میں انہوں نے اپنی سرحدوں کو دور دور تک بڑھا لیا تھا۔ انہوں نے یہاں چار بڑے قلعے بنائے۔ ان قلعوں سے نکل کر وہ مسلمانوں کے شہروں کو لوٹتے۔ اور وہاں کی مسلم آبادی کو قتل کرتے۔ لیون کے حکمرانوں

نے ہسپانیہ پر اپنا تسلط جمانا چاہا۔ وہ جس شہر میں داخل ہوتے اسے ویران کر دیتے۔ اگر ان لوگوں کو اپنے ارادوں میں کامیابی ہو جاتی تو وہ مسلمانوں سے جو سلوک کرتے وہ ظاہر ہے۔ عبدالرحمٰن کے سامنے نہ صرف اپنی سلطنت بچانے کا سوال تھا بلکہ تہذیب کے بچاؤ کے لئے بھی اسے ان وحشیوں کا مقابلہ کرنا تھا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن ان سرداروں کی سرکوبی پر اُتر آیا۔

عبدالرحمٰن کو مجبور کر دیا گیا تھا کہ وہ ان کے خلاف قدم اُٹھائے۔ ۹۱۴ء میں لیونی فوجوں نے اس علاقے کو تباہ و برباد کر دیا۔ اُنہوں نے لانجے کے مردوں کو قتل کر کے عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا۔ مالِ غنیمت سے لدے ہوئے اِن ہسپانیوں نے دریائے دودر کو عبور کر لیا۔ اس زمانے میں عبدالرحمٰن افریقہ میں فاطمیوں کے خلاف لڑ رہا تھا۔ اس لئے اپنے وزیر احمد کو ایک فوج دے کر اُن کی سرکوبی کے لئے بھیج دیا۔ احمد نے دُشمن کو شکست دی۔ لیکن دوسرے معرکے میں عربوں کو بہت زیادہ نقصان اُٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ عربوں کی اس پسپائی سے آردونو اور اس کے ساتھی سانچو کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور طلیطلہ کے مقامات کی طرف بڑھ رہے تھے کہ عبدالرحمٰن نے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے حاجب بدر کو بھیجا۔ جولائی ۹۱۸ء میں بدر نے حملہ آوروں کو شکست دی۔ لیونیوں کو پوری طرح سے کچلنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔

جون ۹۱۸ء میں عبدالرحمٰن کی کمان میں عرب فوج نے آردونو کو شکست دے کر کئی ایک شہروں پر قبضہ کر لیا۔ لیونیوں کی نقل و حرکت کی دیکھ بھال کیلئے ایک دستہ کو مقرر کرنے کے بعد عبدالرحمٰن نوارے کی طرف متوجہ ہُوا۔ نوارے کے سردار سانچو کو شکست دی۔ اب سانچو نے اپنے

بھائی کی مدد طلب کی۔ جو لیون کا سردار تھا۔ دونوں فوجوں نے مل کر پائی ری نیز کی بلندیوں پر مورچے بنا لئے جہاں سے انہوں نے عرب فوجوں پر بڑے بڑے پتھر پھینکنے شروع کر دیئے۔ عبدالرحمٰن نے ایک کھلے میدان میں ڈیرے ڈال دیئے۔ ڈوزی کے بیان کے مطابق ہسپانویوں نے سب سے بڑی غلطی یہ کی کہ پہاڑی مورچوں سے اتر آئے۔ انہیں اس غلطی کی بہت زیادہ سزا بھگتنی پڑی۔ انہیں شدید شکست ہوئی۔ اب نوارے کا سارا علاقہ عبدالرحمٰن کی فوجوں نے روند ڈالا۔ ایک سال بعد آردونو اور سانچو نے پھر عربوں کے شہر دل پر حملہ کر کے ان کی بیشتر آبادی کو قتل کر دیا۔ اب پھر عبدالرحمٰن کو ان کے ظالمانہ افعال کی روک تھام کے لئے لڑائی کرنی پڑی۔ عبدالرحمٰن نے ایک مرتبہ پھر انہیں شکست دی۔ ان کے قلعوں کو زمین کے ساتھ ہموار کر دیا۔ شاہی فوج بغیر کسی مزاحمت کے سانچو کی راجدھانی پالسی لونا میں داخل ہو گئی۔ سانچو کے قلعہ اور اس کے محل اور کئی دوسرے مکانوں کو گرا دیا گیا۔ اسی اثنا میں آردونو کے بیٹوں میں خانہ جنگی چھڑ گئی۔ اس خانہ جنگی نے انہیں بہت کمزور کر دیا۔ ۹۲۹ء تک عبدالرحمٰن نے اپنی سلطنت میں امن و امان قائم کر دیا تھا۔

اس وقت تک ہسپانیہ کے عرب حکمران اپنے آپ کو امیر یا سلطان کہنے پر اکتفاء کرتے تھے۔ انہوں نے امیر المومنین کا لقب اختیار نہیں کیا تھا۔ جب تک مکہ اور مدینہ پر عباسی خلیفوں کا اقتدار رہا۔ ہسپانیہ کے اموی حکمرانوں نے انہیں حرمین الشریفین کا امین تسلیم کر لیا۔ اس زمانہ میں عباسی خلافت بہت کمزور ہو چکی تھی۔ خلیفہ راضی آلِ بویہ کے سرداروں کا وظیفہ خوار بن چکا تھا۔ حرمین پر فاطمیوں کا قبضہ تھا۔ ان حالات کے پیشِ نظر

عبدالرحمٰن نے ہسپانیہ میں اپنی علیحدہ خلافت قائم کر لی تھی۔

چونکہ خلیفہ عبدالرحمٰن عرب جاگیرداروں کو ان کے باہمی اختلافات کی وجہ سے پسند نہیں کرتا تھا اس لئے اس نے اقتدار کو آہستہ آہستہ غیر ملکیوں کے سپرد کرنا شروع کر دیا۔ یہ لوگ یورپ کی مختلف قوموں کے غلام تھے۔ ان میں جرمن۔ فرانسیسی۔ اطالوی۔ اس کانڈے ناروی۔ روسی وغیرہم شامل تھے۔ وینس کے سوداگر ان غلاموں کو اُن کے وطن سے خرید کر انہیں عربوں کے ہاتھوں بیچ دیتے تھے۔ وہ اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی عربی زبان اور عرب تہذیب اختیار کر لیتے۔ عرب گھرانوں میں اُن کے ساتھ اپنوں ایسا سلوک کیا جاتا۔ بارہا ان کے سپرد بہت زیادہ اہم کام کئے جاتے۔ عبدالرحمٰن الناصر نے اپنے اردگرد اس قسم کے ہزاروں غیر ملکی جمع کر لئے تھے۔ ان یورپی ملکوں کا فوجی دستہ الناصر کا منظورِ نظر تھا۔ الناصر کے اس طرزِ عمل سے عرب سردار اس سے دُور دُور ہٹتے چلے گئے۔

۹۳۹ء میں گلیشیا اور باسک میں بغاوت ہو گئی۔ اس موقعہ پر عبدالرحمٰن الناصر نے اپنے ایک سلاف (یورپی مملوک) نجد کو کمانڈر بنا کر بھیجا تاکہ وہ باغیوں کی سرکوبی کرے۔ اس موقعہ پر عرب سرداروں نے عہد کیا کہ وہ اس غلام کا ساتھ عین موقعہ پر چھوڑ دیں گے۔ الناصر کی اس پالیسی اور عرب سرداروں کی عداوت سے الناصر کی فوج کو جو نقصان پہنچا اُسے مختلف مورخوں نے اپنے اپنے طور پر بیان کیا ہے۔

مسعودی اور مقری کہتے ہیں کہ عرب فوج بغیر کسی مزاحمت کے زمورا تک پہنچ گئی۔ عرب فوج نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس شہر کے اردگرد کئی ایک دیواریں تھیں۔ شہر کی درمیانی فصیل کے باہر ایک خندق تھی جو ہمیشہ پانی سے

بھری رہتی تھی۔ عرب سپاہی بیرونی فصیلوں کو پار کر کے جب آگے بڑھے تو سامنے خندق تھی۔ فصیل پر سے تیروں اور نیزوں کی بارش شروع ہو گئی۔ عرب سپاہیوں کے اس دستہ کو واپس ہونا پڑا۔ اس دوران میں عرب فوج کا بہت سا حصّہ ضائع ہو گیا۔

کوندی نے بھی اس لڑائی کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے:-

"اس مزاحمت کے باوجود عربوں نے حملہ جاری رکھا۔ وہ فصیل کے دراڑ میں سے شہر کے اندر داخل ہوتے چلے گئے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کی نعشوں پر خندق کو پار کیا عربوں کے خندق پار کرتے ہی زمورا کی فوج بھاگ نکلی۔ ہسپانیہ کی تاریخ میں یہ لڑائی خندق کی لڑائی کہلاتی ہے۔"

دوزی اس لڑائی کو مختلف رنگ میں پیش کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:-

"عرب فوج پر خندق نامی گاؤں کے قریب حملہ کیا گیا تھا۔ جب عرب فوج بھاگ نکلی تو لیون اور نوارے کی فوج خلیفہ کی فوج کے عقب تک پہنچ گئی۔ سلاف بڑی بہادری سے لڑے۔ لیکن وہ سب کے سب مارے گئے۔"

زمورا کی دیواروں تلے جو فوجی نقصان ہوا تھا اس سے خلیفہ کی ہمّت پر کوئی اثر نہ پڑا۔ اس نے ایک اَور فوج بھیج دی۔ جس نے باغیوں کی سرکوبی کی۔ نومبر ۹۴۰ء میں رامیری کی فوج کو شدید شکست دی گئی۔ باغی قبیلوں کے خلاف مہموں کا سلسلہ اُس وقت تک جاری رہا جب تک کہ انہوں نے ہتھیار نہ ڈال دیئے۔

۹۵۵ء میں رامیری کے بیٹے آردونو سوئم نے صلح کی درخواست کی۔ فریقین نے باعزت شرطوں پر سمجھوتہ کر لیا۔ گلیشیا کے سردار نے وعدہ کیا کہ وہ خلیفہ کے اقتدارِ اعلیٰ کو تسلیم کرے گا۔ اور یہ کہ وہ قرطبہ کے سرحدوں پر اپنے تمام قلعوں کو گرا دے گا۔ نیز وہ آئندہ مسلمانوں کے ممالک پر کبھی حملہ نہیں کرے گا۔ خلیفہ عبدالرحمٰن نے اس معاہدے میں اس بات کا یقین دلایا تھا کہ وہ نوارے اور لیون کی آزادی کا احترام کرے گا۔ اور صرف ان کے خراج پر اکتفا کرے گا۔

اس معاہدے کی رُو سے مسلمانوں کی سلطنت کی حدود ابرو تک ہو گئیں۔ اس طرح ابرو سے بحر اوقیانوس کے ساحلوں تک الناصر کی سلطنت پھیل گئی۔ جب عبدالرحمٰن الناصر سرحدی قبیلوں سے لڑ رہا تھا تو اسی اثناء میں اُسے افریقہ میں بھی لڑنا پڑا۔ مارتیانہ میں مہدی کے اثر و رسوخ کو کم کرنے کے لئے عبدالرحمٰن ۹۱۷ء سے کوشاں تھا۔ اس نے مغربی افریقہ پر قبضہ کرنا چاہا۔ ابتداء میں خلیفہ کو کامیابی ہوئی۔ لیکن جب اُس کی فوج کو ہسپانیہ کے عیسائی قبیلوں سے لڑنا پڑا تو اس محاذ پر خلیفہ زیادہ توجہ نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ فاطمی خلیفہ کا قبضہ ہو گیا۔ اور آردونو سوم سے صلح کرنے کے بعد انتھک خلیفہ نے اپنی ساری کوشش افریقہ کی طرف مبذول کر دی۔ آردونو کی موت کے سبب ہسپانوی خلیفہ فاطمی سلطنت پر حملہ نہ کر سکا۔ کیونکہ آردونو کے جانشین سانچو نے معاہدے کی شرطیں ماننے سے انکار کر دیا۔ اب خلیفہ نے اپنی فوجوں کو افریقہ جانے سے روک دیا۔ اِن فوجوں کو سانچو کے خلاف لڑنے کے لئے بھیج دیا گیا۔ جولائی ۹۵۷ء میں خلیفہ عبدالرحمٰن کے جرنیل اور طلیطلہ کے حکمران احمد نے گلیشیا اور لیون کی

فوجوں کو شکست دی۔

تھوڑی مدت بعد سانچو کو قبائلی سرداروں نے حکومت سے علیٰحدہ کر دیا سانچو بھاگ کر اپنی دادی (تھیوڈا) کے پاس پاجیلونا پہنچ گیا۔ اہلِ لیون نے اس کے بھائی آردونو کو اپنا سردار یا بادشاہ بنا لیا۔ چونکہ تھیوڈا اپنے پوتے کی کوئی مدد نہیں کر سکتی تھی اس لئے اس نے خلیفہ سے امداد چاہی قرطبہ میں تھیوڈا اور سانچو کا شاہی استقبال کیا گیا۔ خلیفہ نے سانچو کے ہمراہ ایک عرب فوج بھیج دی۔ اس فوج نے غاصب کو شکست دی۔ سانچو کے اقتدار کو پھر بحال کر دیا گیا۔ لیون۔ کیتابل۔ گلیشیا اور نوارے اب خلیفہ کی اطاعت میں آ گئے تھے۔

اِس شاندار کامیابی کے بعد خلیفہ عبدالرحمٰن ۲ دو سال تک زندہ رہا۔ اس نے ۱۶ اکتوبر ۹۶۱ء میں ۷۳ سال کی عُمر میں پچاس سال حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔ عبدالرحمٰن الناصر بلاشک وشبہ ہسپانیہ کے تمام اُموی حکمرانوں میں سب سے بڑا تھا۔ اُس نے اپنی سلطنت کو خانہ جنگی اور بغاوتوں میں گِھرا ہوُا پایا۔ چاروں طرف مشکلات کے باوجُود اس نے اندلسیہ کو بچا لیا۔ اس نے نہ صرف اسے بچایا بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط اور بڑا بنا دیا۔ اس کی سلطنت کے طول وعرض میں امن وامان قائم تھا۔ پولیس کا انتظام اتنا اچھا تھا کہ ایک پردیسی اور تاجر بغیر کسی ڈر کے دشوار گذار راستوں میں جا سکتا تھا۔ اس کے عہدِ حکومت میں اجناس بہت سستی تھیں۔ کسان تک کپڑے پہنتے تھے۔ غریب لوگوں کو بھی گھوڑے کی سواری کا شوق تھا۔ کھیت سرسبز و شاداب تھے۔ اس کے عہد میں کھیتی باڑی نے بہت زیادہ ترقی کی۔ آبپاشی کے لئے اس نے نہریں جاری کیں۔ تجارت، صنعت اور علوم وفنون

نے بہت ترقی کی۔ قرطبہ۔ المیریا اور سوائیل اپنی مصنوعات کے لئے بہت مشہور تھے۔ ان کی وجہ سے ہسپانیہ ایک دولت مند ملک بن گیا۔ ملک میں تجارت کا اتنا زور ہو گیا تھا کہ کسٹم کی آمدنی ایک کروڑ بیس لاکھ دینار تھی۔ الناصر کی فوج بہت مضبوط تھی۔ ڈوزی کے الفاظ میں اس کی فوج اپنے زمانہ میں سب سے اچھی تھی۔ اس کا بیڑہ بھی بہت مضبوط تھا۔ اسی بیڑے کی مدد سے اس نے بحیرۂ روم میں برتری حاصل کرنے کے لئے فاطمی حکمرانوں سے لڑائی کی۔ یورپ کے بڑے بڑے بادشاہ اس کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنا چاہتے تھے۔ قسطنطنیہ کے شہنشاہوں اور جرمنی، فرانس اور اٹلی کے بادشاہوں کے سفیر اس کے دربار میں موجود تھے۔ اس کامیاب عہد کا سہرا عبدالرحمٰن الناصر کے سر ہے۔ ایک مورّخ کے الفاظ میں

"اس کے عہد کے نظم و نسق کو دیکھنے اور اس عہد کی مذہبی رواداری کے پیشِ نظر عبدالرحمٰن الناصر جدید زمانے کا حکمران دکھائی دیتا ہے۔"

باب (۸)

حکم دوم

عبدالرحمٰن سوم کی وفات کے بعد اس کا بیٹا حکم تخت نشین ہوا۔ حکم دوم نے اپنے باپ کی وفات سے تھوڑی مدت پہلے حکومت کے نظم و نسق میں بہت زیادہ حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ اس کے عدل و انصاف اور اس کی قابلیت کا چرچا دور دور تک پھیل گیا تھا۔

عبدالرحمٰن سوم کی وفات پر لیون اور نادرے کے سرداروں نے پچھلے تمام معاہدوں کو فراموش کرتے ہوئے عرب اقتدار کو ختم کرنے کے لئے مضبوط منصوبے باندھ لئے۔ ان کا خیال تھا کہ حکم چونکہ بہت زیادہ علمی انسان ہے اس لئے وہ لڑائی میں کامیابی حاصل نہیں کر سکے گا۔ سانچو اور گارشیا نے بھی مخالفانہ رویہّ اختیار کر لیا۔ اس اثناء میں کیتائل کے کاؤنٹ فرڈیننڈ گونزاے نے بھی حملے شروع کر دیئے۔ ان سرداروں کو بہت جلد یہ معلوم ہو گیا کہ نئے حکمران میں کتنی قوت ہے۔ کیونکہ ابتدائی معرکوں میں ہی یہ بات ثابت ہو گئی کہ ایک عالم ایک بہادر سپاہی بھی ہو سکتا ہے۔ اور یہ کہ کتاب پڑھنے والا تلوار بھی اُٹھا سکتا ہے۔ گونزائے کے خلاف جو مہم بھیجی گئی تھی اس کی کمان حکم نے خود کی۔ باغی سردار شکست کھا کر سرحد پار بھاگ گیا۔ اس مہم

سے واپس آنے کے بعد حکم نے آردونو سے ملاقات کی۔ حکم نے اِس سردار کا خیر مقدم کیا۔ حکم اور آردونو نے عہد کیا جس کی رُو سے آردونو مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ پُرامن رہے گا۔ اس نے اپنے بیٹے گارشیا کو یرغمال کے طور پر حکم کے پاس چھوڑ دیا۔ آردونو نے یہ وعدہ کیا کہ وہ آئندہ کبھی گونزا لے کا ساتھ نہیں دے گا۔

اس معاہدے کے بعد حکم نے اپنے ایک جرنیل غالب کو ایک فوج دے کر بھیجا۔ تاکہ وہ سانچو کو لیون اور گلیشیا سے نکال کر آردونو کو وہاں کا سردار مقرر کرے۔ حکم کی ان فوجی تیاریوں سے سانچو ڈر گیا۔ اُس نے قرطبہ میں خلیفہ کے پاس اپنا ایلچی بھیج کر صلح کی درخواست کی۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ معاہدے کی دفعات پر پُورا پُورا عمل کریگا۔ چند ماہ بعد آردونو کے مرجانے کے بعد سانچو نے پھر وہی پُرانا طرزِ عمل اختیار کر لیا۔ غالب نے سانچو کو شکست دی۔ اور لیون کے کئی شہروں پر قبضہ کر لیا۔ حکم اگرچہ جنگ وجدل کو زیادہ پسند نہیں کرتا تھا۔ لیکن اس پر بھی اس نے اپنے تمام دشمنوں کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ خلیفہ سے سمجھوتہ کریں۔

۹۶۴ء میں لیون کے سردار سانچو نے اطاعت قبول کی۔ تھوڑی مدّت بعد کیتالونیہ۔ یاریل۔ اور موبزہ کے سرداروں نے بھی وعدہ کیا کہ وہ اُن تمام قلعوں کو مسمار کر دیں گے جہاں سے نِکل کر مسلمانوں کی مملکت پر حملے کئے جاتے ہیں۔ باسک کے سردار گارشیا نے بھی اپنے ایلچی بھیج کر خلیفہ سے صلح کی درخواست کی۔ اس اثناء میں ایک طاقتور سردار موزک کی ماں نے خلیفہ سے ملاقات کی تاکہ خلیفہ اس کے بیٹے کو معاف کر دے۔

خلیفہ نے اس فوجی سردار کی ماں کا بہت زیادہ احترام کیا۔ اور اس کی درخواست منظور کر کے اُسے بہت سے تحائف دیکر قرطبہ سے رُخصت کیا۔ ۹۷۰ء میں کیتائل کے سردار کی موت کے بعد اِس علاقہ میں امن قائم ہوگیا۔

دو سال بعد حکم نے فاطمی فتوحات کی روک تھام کے لئے مارتیانہ میں ایک فوج بھیجی۔ حکم کے جرنیل غالب کو مغربی افریقہ میں کامیابی ہوئی۔ کئی ایک بربر قبیلوں نے قاہرہ کے خلیفہ کی اطاعت سے ہاتھ اُٹھا کر حکم کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کر دیا۔ بہت سے سرحدی شہزادے جو ایک مدت سے تبرص میں آباد تھے ہسپانیہ چلے گئے۔ جہاں خلیفہ نے اُن کی آؤ بھگت کی۔ لیونیوں کو پہلے رلیف میں لایا گیا۔ اور پھر انہیں قرطبہ پہنچا دیا گیا۔ تھوڑی مدت بعد ان میں سے کئی ایک کو اسکندریہ میں جلاوطن کر دیا گیا۔

ابن خلدون کے الفاظ میں "حکم کو علوم و فنون سے بہت زیادہ اُنس تھا" اس نے اپنے زمانے کے عالموں اور فاضلوں کی سرپرستی کی۔ اُسے کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے آباء و اجداد بھی علوم و فنون کے سرپرست تھے۔ اور انہوں نے بھی بڑے بڑے کتب خانے قائم کئے تھے۔ لیکن کتابیں جمع کرنے میں حکم ان سب سے آگے تھا۔ شاہی کتب خانے کی دیکھ بھال کیلئے ایک خاص افسر مامور تھا۔ اس نے اس کتب خانہ کو کتابوں کی بہت بڑی منڈی بنا دیا تھا جہاں ہر ملک کی کتابیں فروخت ہوتی تھیں۔ حکم نے کتابیں جمع کرنے کے لئے اپنے ایجنٹوں کو دُور دُور تک بھیجا۔ ابوالفرج

اصفہانی نے اپنی کتابوں کو عراق میں شائع کرانے سے پہلے حکم کے پاس بھیج دیا تھا۔ قرطبہ کے خلیفہ نے اُسے ایک ہزار دینار بھیج دیئے۔

حکم کے شاہی محل میں کتابت کا ایک بہت بڑا ادارہ تھا۔ جہاں ماہرین کی ایک جماعت کتابت اور تجلید میں مصروف رہتی تھی۔ حکم کو صرف کتابیں جمع کرنے کا شوق ہی نہیں تھا بلکہ وہ کثرت سے مطالعہ کرتا اور کتابوں پر حواشی لکھتا۔ اس نے ہسپانوی اور غیر ملکی فاضلوں کی بہت زیادہ سرپرستی کی۔ اس نے اُن فلسفیوں کی حفاظت کی جنہیں تنگ نظر لوگ ستاتے رہتے تھے اس کے عہدِ حکومت میں علوم وفنون کی تمام شاخوں نے خوب ترقی کی۔ اس کے پیشواؤں نے ہسپانیہ میں ابتدائی اسکولوں کا ایک سلسلہ جاری کر دیا تھا۔ ہسپانیہ میں قریباً ہر شخص لکھ پڑھ سکتا تھا۔ لیکن نصرانی یورپ میں سوائے پادریوں کے بڑے بڑے عہدے دار تک لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ اس نے تعلیم عام کرنے کے لئے قرطبہ میں ستائیس سکول ایسے جاری کئے جہاں غریب بچوں کو مفت تعلیم دی جاتی تھی۔ ان طالب علموں کو کتابیں بھی مہیا کی جاتی تھیں۔ قرطبہ کی یونیورسٹی قاہرہ کی ازھر اور بغداد کی نظامیہ کے ہم پلہ تھی۔

اس نیک حکمران نے پہلی اکتوبر ۹۷۶ء کو وفات پائی۔ اس کی وفات کے ساتھ ہی ہسپانیہ میں اُمویوں کی شان وشوکت ختم ہو گئی۔

قرطبہ وادی الکبیر کے دائیں کنارے پر ایک پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ عرب حکمرانوں نے باری باری سے اس شہر کی رونق بڑھائی۔ عبدالرحمٰن نے اس شہر میں آب رسانی کے لئے ایک بند بنوایا۔ اس کے جانشینوں نے کئی ایک بند بنائے۔ یہاں تک کہ قرطبہ کی آب رسانی تمام

شہروں سے بہتر ہوگئی۔ پانی کو نلوں کے ذریعہ شہر میں لایا جاتا تھا۔ شہر میں ہر طرف سبزہ ہی سبزہ دکھائی دیتا تھا۔

شہر میں فواروں کی کثرت تھی۔ ۹۴۰ء میں عبدالرحمٰن سوم نے ایک بہت بڑا بند بنوایا۔ اس نے قرطبہ میں جس مسجد کی بنیاد رکھی تھی اُسے اس کے بیٹے نے مکمل کیا تھا۔ قرطبہ کے حکمرانوں نے ہسپانیہ کے طول و عرض میں مسجدوں مکتبوں سکولوں۔ عمارتوں۔ پلوں اور قلعوں کا ایک وسیع شان و شوکت کا اندازہ ایک مورخ کے الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے۔ "ایک رات کے وقت لیمپوں کی روشنی میں دس میل تک جا سکتا تھا۔"

ایک دُوسرا مورخ لکھتا ہے کہ یہ شہر چوبیس میل لمبا اور چھ میل چوڑا تھا۔ وادی الکبیر کے دونوں کناروں پر عالیشان محل کھڑے تھے۔ شہر کے مضافات میں ستائیس بارونق چھوٹی چھوٹی بستیاں تھیں۔ شہر کے ہر حصّہ کے لئے الگ الگ سیر گاہیں تھیں۔ قرطبہ کی جامع مسجد کی خوبصورتی میں عبد الرحمٰن سوم نے مزید اضافہ کیا تھا۔ قرطبہ میں ہر کھاتے پیتے شخص کو کتابیں جمع کرنے کا شوق تھا۔

قرطبہؔ سے چار میل دُور عبدالرحمٰن سوم نے الزّہراؔ کے نام سے ایک بہت ہی خوبصورت محل بنوایا تھا۔ یہ سارا محل سنگِ مرمر کا بنا ہوا تھا۔ اس محل کے مشرقی ہال کو تصویروں سے سجایا گیا تھا۔ اس کے فواروں پر مختلف قسم کے جانوروں کے مجسمے بنے ہوئے تھے۔ جن کے مُنہ سے پانی نکلتا رہتا تھا۔ شاہی محل کے باغات میں دُنیا بھر کے چرند پرند جمع تھے۔ دیوانِ عام خوبصورتی اور سجاوٹ میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا۔ دریائی دروازے کے اوپر اُس ملکہ کا مجسمہ نصب تھا جس کے نام یہ شہر اور محل منسوب کئے

گئے تھے۔ شاہی محل کے اطراف میں امیروں کبیروں کے بہت سے محل تھے۔

قرطبہ کے زمانہ عروج میں وہاں تین ہزار آٹھ سو مسجدیں۔ ساٹھ ہزار محل۔ دو لاکھ مکان۔ سات سو حمام اور اسی ہزار دکانیں تھیں۔ قرطبہ شان و شوکت میں بغداد سے کسی طرح کم نہ تھا۔ اس شہر کی شہرت جرمنی کے اندرونی علاقے تک جا پہنچی تھی۔ ایک سکسین راہبہ نے اسے "آسائش عالم" کا نام دیا تھا۔ قرطبہ کے زمانہ عروج میں اس کی آبادی دس لاکھ تھی۔

قرطبہ نہ صرف علوم و فنون اور صنعت و حرفت کا مرکز تھا بلکہ یہ پہلا مقام ہے جہاں شورٰی پیدا ہوئی۔ شورٰی، عرب کردار کا ایک جزو ہے۔ لیکن شورٰی کے قواعد و ضوابط اور آداب جو آگے چل کر غرناطہ میں عروج تک پہنچے ان کی بنیاد قرطبہ میں ہی الناصر اور اس کے جانشین حکم کے عہد میں ہی رکھی گئی تھی۔ اسی عہد کی شورٰی میں عورتوں کے احترام کا دستور مرتب ہوا۔

ایک مورخ لکھتا ہے کہ زمانہ مابعد میں یورپ کے ملکوں میں جس شورٰی کا چرچا ہوا وہ الناصر۔ حکم اور المنصور کے عہد میں ترقی کر چکی تھی۔ قرطبہ ہی میں غیر ملکی بہادر عربوں شاہسواروں سے دو ہاتھ کرنے کے لئے پوری حفاظت کے ساتھ پہنچائے جاتے، اپنی محبوبہ کا نام چلا چلا کر لینے کے دن بیت گئے تھے۔ اب شورٰی کا مظاہرہ کرنے والے بہادر اپنی اپنی محبوبہ کی محبت کا نشان بازو یا خود پر لٹکا کر لڑتے۔ اس قسم کے ٹورنامنٹ اور مقابلے قرطبہ میں عام تھے۔ ان مقابلوں کو دیکھنے کے لئے عرب خواتین بھی موجود ہوتی تھیں۔

باب (۹)

ہشام دوم

حکم کی موت کے بعد اُس کا بیٹا ہشام جس کی عُمر گیارہ سال تھی تخت پر بیٹھا۔ حکم نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے ہشام کو اپنا ولی عہد مقرر کرنے اور اس کی تخت نشینی کے لئے آسانیاں پیدا کرنے کے لئے اپنی مملکت کے بڑے بڑے سرداروں کو جمع کر کے ان سے ہشام کے حق میں حلفِ وفاداری لیا تھا۔ حکم نے بسترِ مرگ پر اپنے بیٹے کی نگرانی اپنے حاجب اور اپنے وزیر محمد بن ابی عامر کے سپرد کی تھی۔ وہ اس یقین کے ساتھ اِس دُنیا سے رخصت ہوا کہ ان دو امیروں اور ملکہ صبح کی نگرانی میں اس کا بیٹا پُرامن حالات میں تخت نشین ہو جائے گا۔ حکم کی موت کے بعد ہشام کی خلافت کا اعلان کر دیا گیا۔ مرحوم خلیفہ نے اپنے وزیر محمد بن ابی عامر کی اُمنگوں کا غلط اندازہ لگایا گیا تھا۔ اُس نے بہت جلد پُرانے حاجب کو الگ کر دیا۔ اس نے تمام سرداروں کو بھی راہ سے ہٹا دیا۔ جو اس کے عروج میں حائل تھے۔ اُس نے کئی صوبوں کے گورنروں کو قتل کروا دیا۔ اِس طرح جب سلطنت کے بڑے بڑے عہدے دار مٹ گئے۔ تو محمد بن ابی عامر نے سلطنت کے تمام کاروبار پر قبضہ کر لیا۔ وہ خلیفہ سے ملاقات کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ وزارت پر پوری طرح سے قبضہ کرنے کے بعد محمد بن ابی عامر نے

حاجب المنصور کا لقب اختیار کیا۔ اُس نے اپنے لئے ایک عالیشان محل بنوایا۔ سکوں پر اس کا نام کندہ ہونے لگا۔ ہر فرمان پر اُس کے دستخط ہونے لگے۔ خطبہ میں اُس کا نام بھی لیا جانے لگا۔ سلطنت کے بڑے بڑے آدمیوں سے رہائی پانے کے بعد اُس نے فوج کی طرف توجہ کی۔ اس نے عربوں کو فوج سے نکال کر اُن کی جگہ بربریوں کو بھرتی کیا۔ کیونکہ اسے ان پر زیادہ اعتماد تھا۔ ابنِ خلدون کے الفاظ میں :-

"اُس نے باون مہموں میں حصّہ لیا۔ کسی ایک مہم میں بھی اس کی فوج کو شکست نہیں ہوئی۔ ان تمام مہموں میں اس کا پھریرا سر بلند ہی رہا۔ حکم کی موت کے بعد اہلِ گلیشیا نے پھر بغاوت کی۔ المنصور نے بڑی ہمّت اور بہادری سے لیون اور نوارے کو اپنا باجگزار بنایا۔ اس نے ان علاقوں میں اپنے فوجی دستے مقرر کئے۔ اب اس نے کیٹالونیہ کی طرف توجہ کی۔ اس نے بارسیلونا کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور وہاں سے فرانسیسی سرداروں کو نکال دیا۔ ایک دفعہ پھر سلطنت کی حدود پائی رینز سے آگے نکل گئیں۔

مغربی افریقہ میں بھی اس کی فوجوں کو بہت زیادہ کامیابی ہوئی۔ ۹۹۱ء میں ابی عامر نے چاہا کہ حاجب کے عہدے کو موروثی بنا دے۔ اگر اس کا بس چلتا تو وہ اپنے مُربّی اور محسن کے بیٹے کو تخت سے اُتار کر آئینی حکمران بن سکتا تھا۔ لیکن وہ قوم سے بہت زیادہ خائف تھا۔ ہو سکتا ہے کہ عرب اُمراء حکمران خاندان کی تبدیلی کو اپنے لئے بہتر سمجھتے لیکن ہسپانوی آبادی کے خیالات برعکس تھے۔

"مذہبی خیالات کی طرح شاہی خاندان سے وفاداری ان کی زندگی کا ایک

حصّہ بن چکی تھی۔ المنصور نے اگرچہ ملک کو خوشحال اور پُرامن بنا دیا تھا۔ لیکن ہسپانوی اس پر بھی اسے خلیفہ کو قید کرنے والا سمجھ کر اس سے نفرت کرتے تھے۔"

ان باتوں کو اچھی طرح جانتے ہوئے اس نے اپنے بیٹے عبدالملک کو وزارت میں اپنا جانشین مقرر کیا۔ اس مقصد سے اس نے خلیفہ سے بھی ایک برائے نام فرمان حاصل کر لیا تھا۔ ۹۹۲ء میں اس نے سید اور ملک کریم کے القاب اختیار کر لئے تھے۔

یہ مشہور و معروف انسان ۱۰۰۲ء میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔ شمالی ہسپانیہ کے عیسائی حاجب المنصور کے نام سے کانپتے تھے۔ اس کی فوجی صلاحیتوں نے اُسے اپنی فوج کا محبوب بنا دیا تھا۔ اس نے ہسپانیہ کی فوج کو بہت زیادہ طاقتور بنا دیا تھا۔ وہ علوم و فنون کا دلدادہ تھا۔ اس کے عہد میں زراعت اور صنعت نے بہت زیادہ ترقی کر لی تھی۔ ڈوزی کے الفاظ میں "مسلم ہسپانیہ کی ترقی اپنے کمال تک پہنچ چکی تھی"۔ المنصور نے عالموں اور فاضلوں کی بہت قدر کی۔ اس بات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے اقتدار حاصل کرنے کے لئے ناجائز وسائل اختیار کئے تھے۔ لیکن اقتدار حاصل کرنے کے بعد اس نے اپنے اختیارات کو نرمی سے برتا۔ اس کا عدل و انصاف ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر تھا۔ المنصور کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک المظفر کے لقب سے حاجب بنا۔ اس نے امورِ سلطنت میں اپنے باپ کی پیروی کی۔ اُس نے کئی ایک عیسائی قبیلوں کو شکست دی۔ اس کے عہد میں فارغ البالی میں مزید اضافہ ہوا۔ ایک پُرانے مصنف

کے الفاظ میں "وہ بڑے مزے کے دن تھے"۔

ان تمام باتوں کے باوجود بنو عامر لوگوں کے دل میں جگہ نہ پا سکے۔ اگر وہ حکمرانوں کے نام پر حکومت کرنے پر ہی اکتفاء کرتے۔ تو اس صورت میں ان حاجبوں کا اقتدار کافی مدت تک قائم رہتا۔ لیکن ان کی حد سے بڑھی ہوئی خواہشات نے انہیں ملک میں مقبول نہ ہونے دیا۔ اُنہوں نے بہت جلد تخت پر قابض ہونا چاہا۔ اِس طرح انہوں نے شہزادوں اور اُموی قبیلے کو اپنا دشمن بنا لیا۔ اُنہوں نے اپنے آپ کو فقیہوں اور عوام سے الگ کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی الناصر کے عہد کے بعد واقعات نے جزیرہ نمائے ہسپانیہ میں الگ باب کی راہ پیدا کر دی تھی۔ قدیم عرب سوسائیٹی ختم ہو چکی تھی۔ مختلف اقوام کے اتحاد کے لئے جو سرگرمیاں کی گئی تھیں اُن کی وجہ سے قدیم عرب شرافیہ ختم ہو گیا۔ اور آہستہ آہستہ پُرانے تاریخی نام بھی باقی نہ رہے۔ درباریوں پر اس تبدیلی کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ ان کے اثر و رسوخ اور ان کی دولت میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ لیکن اِس دَور میں سب سے زیادہ اقتدار بربری اور سلافی جرنیلوں کو حاصل تھا۔ حاجب المنصور کے عہد میں اُنہوں نے بہت ترقی کی تھی۔ ہسپانیہ کی مادی ترقی نے وہاں کی سوسائیٹی میں ایک نئے مجلسی عنصر کو پیدا کر دیا تھا یعنی درمیانہ طبقہ۔ ملک کے عمومی حالات میں اب تاجروں۔ سوداگروں اور صنعتی جماعتوں نے نمایاں حصّہ لینا شروع کر دیا تھا۔ لیکن ان نئے حالات نے نئی مشکلات پیدا کر دی تھیں۔

دولت کی فراوانی اور نئے طبقوں کے پیدا ہو جانے کے سبب صفاتی کش مکش شروع ہو گئی۔ اِس زمانہ کی ہسپانوی تاریخ میں ان مشکلات کو دیکھا جا سکتا ہے جو موجودہ زمانے کے مدبّروں کو درپیش ہیں۔ سِول اور فوجی حکام کی باہمی رقابت۔ آقاؤں کے خلاف مزدوروں کی نفرت، سماج کے بڑے طبقوں کے خلاف عوام کے جذبات !!

راجدھانی کے مجلسی حالات ایسی صورت اختیار کر چکے تھے کہ وہاں معمولی گڑبڑ سے امیروں اور غریبوں میں تصادم پیدا ہو جاتا :—

"قرطبہ میں بہت سے کارخانے تھے جن میں ہزاروں مزدور کام کرتے تھے۔ یہ مزدور ہر لمحہ کسی ایسے فساد کے منتظر رہتے تھے جس کی بدولت اُنہیں امیروں کو لُوٹنے کا موقعہ مل سکے۔ لیکن دولت مند طبقہ بنو عامر کی مخالفت میں اِن خطرات کو بھول چکا تھا۔"

حاجب المظفر کی موت (۱۰۰۸ء) کے بعد ہسپانیہ پر مُصیبت نازل ہو گئی۔ بنو عامر خود تو تباہ ہوئے۔ لیکن ان کی تباہی کے ساتھ ہی ہسپانیہ کی سلطنت بھی تباہ و برباد ہو گئی۔

حاجب المظفر کی موت کے بعد اُس کا بھائی عبدالرحمٰن سنجول اس کا جانشین ہوا۔ عوام اس کی بد اخلاقی کی وجہ سے اس سے

عزت کرتے تھے۔ لیکن اس پر بھی اس نے خلافت پر قبضہ کرنا چاہا۔ اس نے ہشام دوم کو مجبور کر دیا کہ وہ اسے اپنا جانشین نامزد کرے۔ اس کے اس طرزِ عمل کے سبب قُرطبہ کے لوگوں میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ جب سنجول ایک بغاوت فرو کرنے کے لئے شمال کی طرف گیا تو قرطبہ میں بغاوت ہو گئی۔ اِس بغاوت کا رہنما اُموی شہزادہ محمّد تھا۔ بنو عامر کے محل کو لُوٹ کر اُسے آگ لگا دی گئی۔ ہشام نے محمّد کے حق میں تخت سے دست برداری کا اعلان کر دیا۔ محمّد نے المہدی کا لقب اختیار کیا۔

محمد المہدی نے عبد الرحمٰن سنجول کو شہری حقوق سے محفوظ کر کے اس کے لئے سزائے موت کا اِعلان کر دیا۔ قرطبہ کا یہ جوش و خروش دوسرے شہروں تک بھی جا پہنچا۔ بہت تھوڑی مدت میں مہدی کے جھنڈے تلے بہت بڑی فوج جمع ہو گئی۔ انقلاب فرانس کی فوجوں کی طرح اِس بڑی فوج کے افسر درمیانہ طبقہ کے لوگ تھے۔ مہدی کی اس عوامی تحریک نے آگے چل کر ہسپانیہ میں اُموی اقتدار کو ختم کر دیا۔ سنجول گرفتار ہو کر مارا گیا۔

نیا خلیفہ زیادہ دیر تک حکومت نہ کر سکا۔ اس نے اپنے طرزِ عمل سے بہت سی جماعتوں کی ہمدردی کھو دی۔ بربریوں نے تخت کے لئے اپنا اُمیدوار کھڑا کر دیا۔ یہ نیا اُمیدوار سُلیمان ایک اُموی شہزادہ تھا۔ اب قرطبہ میں فسادات

کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اِن فسادات میں دونوں جماعتوں کی طرف سے بڑے بڑے ظلم کئے جاتے۔ مہدی نے ہشام دوم کو پھر تخت پر بٹھا دیا۔

اب سُلیمان نے کیتائل اور لیون کے عیسائیوں سے اِمداد طلب کی۔ مہدی نے اہلِ کیتائل کو مدد دینے کے لئے پُکارا۔ اِس طرح چند مہینوں کے اندر اندر عرب عیسائی قبائل کو اپنی شرطیں لکھوانے کی جگہ اَب اِن سے مدد مانگ رہے تھے۔ عیسائیوں نے اس شرط پر اِمداد دینی قبول کی کہ الناصر اور اُس کے حاجب نے جو نئے علاقے فتح کئے تھے ان سے ہاتھ اُٹھایا جائے۔ اِس شرط کی رُو سے عربوں کو دوسو کے قریب شہر اور قلعے چھوڑنے پڑے۔ لڑائی کے دَوران میں کبھی مہدی کی فوجیں قرطبہ پر قبضہ کر لیتیں۔ اور کبھی وہ سُلیمان کی فوجوں کے ہاتھ میں چلا جاتا۔ ہر فاتح اسے مفتوحہ شہر سمجھ کر شہر میں لُوٹ مچاتا۔

عبدالرحمٰن سوم کی بنوائی ہوئی خوبصورت عمارت الزہراء کو بھی نقصان پہنچا۔ اس خانہ جنگی میں مہدی مارا گیا۔ سلیمان نے ہشام کو تخت سے علیحدہ کرکے اپنے بادشاہ ہونے کا اِعلان کر دیا۔ اس نے اپنے لئے مُستعین باللہ کا لقب اختیار کیا۔ وہ زیادہ دیر تک حکمران نہ رہ سکا۔ ایک دُوسری بغاوت نے اسے ختم

کر دیا — !!

اب ادریسی خاندان کا ایک فرد علی تخت پر بیٹھا۔ لیکن اس کے بہت جلد قتل ہو جانے کے بعد اس کا بھائی قاسم تخت پر بیٹھا۔ لیکن بہت جلد بربریوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اُسے قرطبہ چھوڑنا پڑا۔ اب اہلِ قرطبہ نے ایک اُموی شہزادے عبد الرحمٰن کو تخت پر بٹھایا لیکن وہ زیادہ دیر تک حکومت نہ کر سکا۔ اس کے بعد دو اموی شہزادوں کو ایک دوسرے کے بعد تخت پر بٹھایا گیا۔ اِن برائے نام حکمرانوں کے بعد ہسپانیہ میں اُموی خاندان کی حکومت ختم ہو گئی۔ اہلِ قرطبہ نے تھوڑی مدت کے لئے یحییٰ بن علی کی اطاعت قبول کر لی۔ لیکن ۱۰۳۵ء میں اس کی موت کے بعد قرطبہ میں جمہوریت قائم کر لی گئی۔ قرطبہ کی یہ جمہوریت چالیس سال تک قائم رہی۔ یہاں تک کہ سیوائل کے بادشاہ نے اِس شہر کو فتح کر لیا ۔

باب (۱۰)

چھوٹے چھوٹے بادشاہ

قرطبہ کی سیاسی شورش نے صوبائی گورنروں اور اور دوسرے بڑے بڑے سرداروں کو موقعہ دے دیا کہ وہ اپنی اپنی آزادی کا اعلان کر دیں۔ ملاغہ۔ الجزائر اور آس پاس کے اضلاع پر بنو جمود نے قبضہ کر لیا۔ انہوں نے امیر المؤمنین کا لقب اختیار کر لیا تھا۔ ان علاقوں پر ان کی حکومت سنہ ۱۰۵۷ء تک قائم رہی۔ جبکہ غرناطہ کے بادشاہ نے ان علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ غرناطہ شہر پر سنہ ۱۰۹۰ء تک اس کے خاندان بنو عباد کا قبضہ تھا۔ اس خاندان کا بانی سیوائل (الغرب سیت) کا بڑا قاضی ابوالقاسم محمد المعروف ابن عباد تھا۔ بنو عباد کا سب سے آخری

معتمد تھا جسے یوسف نے افریقہ میں جلا وطن کر دیا تھا۔ طلیطلہ پر بنو ذوالنّون کا قبضہ تھا۔ یہ حکمران اپنی شان و شوکت کے لئے بہت مشہور ہیں۔ اس خاندان کے آخری حکمران قادر نے اس شہر کو ۱۰۸۵ء میں الفانسو کے حوالے کیا تھا۔ بنو ہود نے سارگوسا پر ۱۱۱۸ء تک قبضہ کر لیا۔ ان شہروں کی طرح ولنیشیا اور مرشیا پر بھی آزاد سرداروں کی حکومت رہی۔ بحیرۂ روم کے بہت سے جزیروں پر مجاہد بن عبداللّٰہ کا قبضہ تھا۔

وہ ایک بہادر سپاہی اور تجربہ کار ملّاح تھا۔ اس کے پاس بہت بڑا سمندری بیڑہ تھا۔ جس کی مدد سے وہ اٹلی اور فرانس کے ساحلی شہروں پر حملہ کرتا رہتا تھا۔ وہ جب تک زندہ رہا، عیسائیوں کا کوئی جہاز بحیرۂ روم میں سے نہیں گزر سکا۔

یہ چھوٹے چھوٹے بادشاہ سب کے سب علوم و فنون کے سرپرست تھے۔ ان میں سے ہر بادشاہ علوم و فنون کی سرپرستی میں ایک دوسرے سے آگے نکلنا چاہتا تھا۔ ان میں سے کئی صاحب قلم تھے۔ سیوائل کا آخری بادشاہ معتمد بہت بڑا شاعر تھا۔ یاراجوز کے بادشاہ مظفّر نے پچاس جلدوں میں کتاب "المظفری" لکھی۔ ایک عرب نے ٹھیک لکھا ہے کہ :-

"مالا ٹوٹ گئی اور موتی بکھر گئے۔ چھوٹے چھوٹے

بادشاہوں نے اپنی اپنی آزاد حکومتیں قائم
کر لیں۔"

لیکن اس پر بھی علم و حکمت کا دیا جلتا رہا ہے۔ علوم و فنون پر زوال آنے کی بجائے انہیں فروغ حاصل ہوا۔ اگر ان چھوٹے چھوٹے بادشاہوں میں اتحاد ہوتا تو وہ بڑی آسانی کے ساتھ عیسائی ہسپانویوں کی روک تھام کر سکتے تھے۔ ان کی باہمی رقابت سے عیسائیوں کی سرگرمیاں مزید تیز ہو گئیں۔ ان چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کی نااتفاقی نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ ان میں سے کئی ایک نے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے عیسائیوں سے معاہدے کئے۔ ۱۰۵۵ء میں کیتائل اور لیون کے بادشاہ فرڈیننڈ اوّل کو خراج دینا منظور کیا۔ اس بادشاہ نے ۱۰۶۹ء میں وفات پائی۔ اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا معتمد سیوائل کا بادشاہ بنا۔ ۱۰۷۵ء میں معتمد نے قرطبہ پر قبضہ کر لیا۔ اس نے بہت جلد طلیطلہ کے بہت سے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ فرڈیننڈ اوّل کی موت کے بعد ۱۰۶۵ء میں اس کا بیٹا الفانسو ششم تخت پر بیٹھا۔ اس نے بھائیوں کو ان کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں سے نکال کر لیون، کیتائل اور نوارے پر قبضہ کر کے شہنشاہ کا لقب اختیار کر لیا۔ باجگذار عرب کے حکمرانوں کو ختم کر کے وہ سارے جزیرہ نما پر قابض ہونا چاہتا تھا۔ اس نے مسلمانوں سے لڑائی کرنے کے لئے ایک بہت بڑی فوج تیار کی۔ ۱۰۸۵ء میں

ذوالنون خاندان کے آخری حکمران خاور نے طلیطلہ کو اس کے حوالے کر دیا۔ فرڈینینڈ کے غرور و نخوت کی اب کوئی انتہا نہ رہی تھی۔ غرناطہ، بداجو، سیوائل اور چند ایک دوسرے شہروں پر مسلمانوں کا قبضہ رہ گیا۔ ان شہروں کو بھی اپنا انجام دکھائی دے رہا تھا۔ انہوں نے امداد کے لئے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ جزیرہ نما ہسپانیہ میں عربوں کے باہمی اختلافات کے باعث مشترکہ دشمن کا متحد ہو کر مقابلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ انہوں نے امداد کے لئے سمندر پار کے مسلم ملکوں کو پکارا۔

جب ہسپانیہ میں اسلامی سلطنت اس طرح پارہ پارہ ہو رہی تھی تو اس وقت مغربی افریقہ میں ایک طاقت ظاہر ہو چکی تھی۔ صحرائی بربریوں نے اسلام قبول کر کے سینی گیسیا سے الجیریا تک ایک وسیع سلطنت قائم کر لی تھی۔ ان کے بادشاہ مرابط کہلاتے تھے۔ مشہور و معروف یوسف بن تشقین ان کا حکمران تھا۔ یوسف بن تشقین کو بغداد کے خلیفہ نے امیر المومنین کا خطاب دیا۔

ہسپانیہ کے چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کی مدد کیلئے یوسف بن تشقین اکتوبر ۱۰۸۶ء میں ہسپانیہ کے ساحل پر اتر پڑا۔ سیوائل کے قریب معتمد اور دوسرے حکمرانوں کی فوج اس کے ساتھ مل گئی۔ اتحادی فوج نے بداجور (ماذی ادس) کی طرف کوچ کیا۔ الفانسو نے سکرالیہ کے مقام پر اس فوج کا مقابلہ کیا۔

عیسائی فوج کے سپاہیوں کی تعداد بیس ہزار تھی۔ الفانسو کی فوج میں ساٹھ ہزار سپاہی تھے۔ ۲۳ اکتوبر ۱۰۸۶ء میں خونریز لڑائی ہوئی۔ ابن الاثیر کے بیان کے مطابق الفانسو صرف تین سو شاہسواروں کے ہمراہ جان بچا کر بھاگ نکلا۔ الفانسو کی کی اس شکست نے لیون کی عیسائی سلطنت کو تھوڑی مدت کے لئے شل کر دیا۔

اس موقعہ پر یوسف بن تشفین زیادہ دیر ہسپانیہ میں نہ رہا۔ اگلے سال اس نے ہسپانوی بادشاہوں کو ان کی مملکت سے نکال کر انہیں مراسلین کی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اب تقریباً سارے ہسپانیہ پر مراکو کے شہنشاہ کی حکومت تھی۔ دوزی کے بیان کے مطابق :-

"مذہبی پیشواؤں کو رسی گاتھوں کے عہد میں جو اقتدار حاصل تھا، اسی قسم کا اقتدار مرالطین کے عہدِ حکومت میں مسلمان فقیہوں کو حاصل ہو گیا"

ان فقیہوں کا اس قدر اثر تھا کہ انہوں نے سلطنت میں امام غزالیؒ کی مشہور و معروف کتاب "احیاء العلوم و الدین" کو ضبط کر لیا۔

جب تک یوسف زندہ رہا۔ ہسپانیہ کے عیسائیوں پر خوف و ہراس طاری رہا۔ ۱۱۰۶ء میں یوسف نے وفات پائی۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ابوالحسن تخت پر بیٹھا۔

اس نے اپنے باپ کی پیروی کی۔ ایک مورّخ کے الفاظ میں :-

"وہ بہت باتوں میں اپنے باپ سے پیچھے تھا۔"

اُس نے کئی ایک لڑائیوں میں عیسائی قبیلوں کو شکست دی۔ اس نے میڈررڈ اور لزبن کے علاوہ کئی ایک دُوسرے شہروں کو فتح کر لیا۔ لیکن بہت جلد عیسائیوں نے تاگوس پار کے تین شہروں پر قبضہ کر لیا۔ جب المرابطین ہسپانیہ میں مصروفِ پیکار تھے تو اس وقت افریقہ میں حالات نئی صورت اختیار کر رہے تھے۔

۱۱۲۰ء میں محمد بن تومارت نامی ایک شخص بربریوں میں پہنچا۔ وہ نسل کے لحاظ سے عرب تھا۔ لیکن اس کی پرورش ایک بربری قبیلے میں ہوئی تھی۔ اُس نے اپنی جوانی میں مشرق کا سفر کر کے فلسفہ اور قانون پڑھا تھا۔ واپسی پر اس نے اطلس کے کوہستان میں رہنے والے قبائل میں اصلاحی کام شرُوع کرنے کے لئے "مہدی" ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ بہت جلد اس کے ارد گرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ ابن تومارت نے ایک امیر سوداگر کے بیٹے عبدالمومن کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اس کے پیرو مواحدین کہلاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ مواحدین کی طاقت زور پکڑنے لگی۔ اُنھوں نے مرابطین کی سلطنت کے کھنڈروں پر اپنی سلطنت بنا لی۔ جب تک علی بن تشفین (ابوالحسن) زندہ رہا۔ (۱۱۴۳ء میں) اس نے مواحدین کو روکے رکھا اس کے

بیٹے تشفین کے لئے ان کا مقابلہ کرنا دشوار ہوگیا ۔ ۱۱۴۵ء میں اس کے مارے جانے کے بعد مراکو کی سلطنت پر ابن تومارت کا نائب عبدالمومن قابض ہوگیا

مرابطین اور مواحدین کی باہمی کشمکش نے ہسپانیہ کے عیسائیوں کو موقعہ دیا کہ وہ ہسپانیہ کے مسلم علاقوں پر حملے کریں ۔ الفانسو ہفتم نے اپنے دادا الفانسو ششم کی طرح شہنشاہ کا لقب اختیار کیا ۔ وہ تباہی مچاتا ہوا قرطبہ اور دوسرے کئی ایک شہروں کی دیواروں تک پہنچ گیا ۔ اس یلغار کے پانچ سال بعد اس نے پھر مسلم ہسپانیہ کے کئی شہروں کو تباہ کر دیا ۔ اس موقعہ پر ہسپانوی مسلمانوں نے آبنائے پار کے مسلمانوں سے امداد کی اپیل کی ۔ چنانچہ ۱۱۴۷ء میں عبدالمومن نے ان کی مدد کے لئے جنگی بیڑہ اور فوج بھیجی ۔ اس کے جرنیلوں نے عیسائیوں کو شکست دے کر ان گورنروں کو مطیع کیا جو خود مختار ہو چکے تھے ۔ اس طرح ہسپانیہ پر عبدالمومن کا قبضہ ہو گیا ۔ چار سال بعد اس نے اپنی سلطنت کو صوبوں میں تقسیم کر کے اپنے بیٹوں کو ان کا گورنر مقرر کیا ۔

۱۱۶۰ء میں اس نے فرانسیسیوں سے مہدیہ چھین کر امیر المومنین کا لقب اختیار کیا ۔ اس اہم شہر پر قابض ہونے کے بعد وہ سارے شمالی افریقہ پر قابض ہو گیا ۔ اس کی سلطنت برقہ سے اوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھی ۔

تینتیس سال کامیابی سے حکومت کرنے کے بعد عبدالمومن نے ۱۱۶۳ء میں وفات پائی۔ وہ ایک بہادر انسان، اچھا حکمران اور علم دوست انسان تھا۔

اِس کے عہد میں اس کی سلطنت میں عام طور پر اور ہسپانیہ میں خاص طور پر علوم و فنون نے زیادہ ترقی کی۔ اس نے مراکو میں بہت سے کالج اور سکول قائم کئے۔

اِس کی موت کے بعد اس کا بیٹا محمّد تخت نشین ہوُا چونکہ وہ سلطنت کے کاروبار کا اہل نہیں تھا۔ اس لئے عمائد نے اسے تخت سے اُتار کر اس کے بھائی ابُو یعقوُب یُوسف کو تخت پر بٹھایا۔ وہ ایک انسان دوست اور فراخ دِل شہزادہ تھا۔ اس کی تخت نشینی کے ساتھ ہی عمومی خوشحالی کا اندازہ کیا جانے لگا۔ وہ کئی مرتبہ ہسپانیہ گیا۔ اس نے کئی شہروں کو دوبارہ فتح کیا۔

یوسف نے ۱۱۸۴ء میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یعقوب تخت نشین ہوُا۔ یعقوب کے عہد حکومت میں المواحدین کی سلطنت اپنے عروج پر تھی۔ وہ ایک نہایت عقلمند اور صالح حکمران تھا۔ الفانسو ہشتم کے ساتھ جو لڑائی ہو رہی تھی، اس میں فریقین نے پانچ سال کے لئے سمجھوتہ کر لیا تھا۔ یہ مدّت مشکل سے ختم ہی ہوئی تھی کہ کیتائل کے حکمران کی فوج اندلسیہ کے شہروں پر ٹوٹ پڑی۔

اس کی اِطلاع پانے پر یعقوب ہسپانیہ میں داخل ہُوا۔

فرانسیسیوں کی فوج کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ قُرطبہ کے شمال میں ایک شدید لڑائی ہوئی۔ جس میں فرانسیسیوں کو شکست ہوئی۔ فرانسیسی فوج بھاگ نکلی۔ الفانسو نے طلیطلہ پہنچ کر پھر ایک فوج تیار کی۔ لیکن یعقوب نے اسے پھر شکست دی۔ یعقوب نے ہسپانیہ اور پُرتگال کے ان تمام شہروں کو دوبارہ فتح کیا جن پر الفانسو ہفتم نے قبضہ کر رکھا تھا۔

سنہ ۱۱۹۶ء میں یعقوب نے طلیطلہ کا محاصرہ کر رکھا تھا کہ الفانسو کی ماں۔ بیوی اور بہنیں شہر سے باہر آئیں۔ الفانسو کی ماں نے آنسو بہاتے ہوئے یعقوب سے درخواست کی کہ وہ شہر کو نقصان نہ پہنچائے۔ یعقوب نے الفانسو کی ماں کی اِس درخواست کو قبول کرتے ہوئے اُسے زر و جواہر دے کر رُخصت کیا۔

یعقوب نے ایک سال تک سیوائل میں قیام کیا جہاں اس عیسائی شہزادوں کے ایلچیوں کے ساتھ معاہدے کئے۔ سنہ ۱۱۹۷ء میں وہ افریقہ واپس چلا گیا۔ دو سال بعد اس نے وفات پائی۔ یعقوب صلاح الدین کا ہمعصر تھا۔

صلاح الدین ایوبی نے یعقوب ہی کے پاس اِمداد کے لئے ایلچی بھیجا۔ یعقوب علوم و فنون کا بہت بڑا سرپرست تھا۔ ایک مورخ کے الفاظ میں :-

" وہ چونکہ خود فاضل تھا۔ اس لئے وہ فاضلوں کی عزت

کرتا تھا۔ وہ چونکہ خود نیک انسان تھا، اس لئے وہ نیکوں کا احترام کرتا تھا۔ اس کی فوج بہت مضبوط تھی اس کا نظم و نسق بہت اچھا تھا۔ اس نے اپنی سلطنت کے ہر شہر میں ہسپتال اور محتاج خانے کھولے۔ مشہور و معروف طبیب ابن زہر اور مشہور فلسفی ابن ماجہ اسی کے عہد میں ہو گزرے ہیں۔ ابن رشد بھی اس کا ہمعصر تھا۔ عباسی خلفاء ہارون الرشید اور مامون الرشید اور ہسپانیہ کے اموی حکمرانوں کی طرح اس نے ملک کی آبپاشی کی طرف توجہ زیادہ کی۔ اس نے سوداگروں اور سیاحوں کی آسائش کا بہت خیال رکھا۔ اس نے ایک بڑی رصدگاہ بنوائی تھی"۔

یعقوب المنصور کے بعد اس کا بیٹا محمد النّاصر تخت نشین ہوا۔ وہ کردار اور قابلیت میں اپنے باپ سے مختلف تھا۔ اس کی آرام طلبی اور عشرت پسندی نے نہ صرف الموحدین کے اقتدار کو ختم کر دیا۔ بلکہ اس کے ساتھ ہسپانیہ میں مسلم غلبہ کو بھی شدید دھکا لگا۔

یعقوب المنصور کے بعد عیسائی حکمرانوں نے اندلسیہ (مسلم ہسپانیہ) پر پھر حملے شروع کر دیئے۔ الفانسو نے سیوائل اور قرطبہ کے آس پاس کے علاقوں میں پھر لوٹ مار شروع کر دی۔ النّاصر ان کے مظالم کا انتقام لینے کے لئے ہسپانیہ میں اتر پڑا۔ الناصر نے اپنے ایک گورنر کو اس بات پر موت کی سزا دی کہ اس نے اپنے شہر الفانسو کے حوالے

کر دیا تھا۔ اس واقعہ سے ہسپانوی مسلمانوں میں ہیجان پیدا ہوگیا۔ کیونکہ مقتول گورنر ہسپانوی مسلمانوں میں بہت زیادہ مقبول تھا۔

النّاصر کی جنگی تیاریوں نے عیسائی اقوام میں جوش و خروش پیدا کر دیا۔ جن صلیبیوں کو صلاح الدینؒ ایشیا میں شکست دے چکا تھا۔ انہوں نے اب ہسپانیہ میں جمع ہونا شروع کر دیا۔ پوپ نے ہسپانیہ میں مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ کا اعلان کر دیا۔ فرانس۔ اٹلی اور جرمنی کے صلیبیوں اور کئی ایک عیسائی حکمرانوں نے مل کر الموحدین کے خلاف لڑنا چاہا۔ دونوں فوجوں میں العقاب کے مقام پر لڑائی ہوئی (۱۲۱۲ء) پہلے حملے میں اندلسیوں کے سپاہی یا تو بھاگ گئے۔ یا حملہ آوروں کے ساتھ مل گئے۔ افریقی فوج نے جم کر مقابلہ کیا۔ وہ ایک ایک کر کے سب کے سب مارے گئے۔ النّاصر کو واپس جانا پڑا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ شکست کے غم سے ۱۲۱۴ء میں اس دنیا سے چل بسا!

النّاصر کی موت کے بعد اس کا بیٹا یوسف تخت نشین ہوا۔ چونکہ اس کی عمر سولہ سال کی تھی۔ اس لئے اس نے نظم و نسق کے تمام اختیارات پر موحدین کے شیوخ کا قبضہ ہوگیا۔

۱۲۲۳ء میں یوسف کی موت کے بعد عبدالواحد تخت پر بیٹھا۔ اس کے عہد میں ہسپانیہ کے حکمران اور گورنر آزاد ہوگئے۔ اگلے سال عبدالواحد کے قتل کے بعد المنصور کا ایک بیٹا ابو محمد

تخت پر بیٹھا۔

سنہ ۱۲۲۷ء میں اسے باغیوں نے قتل کر دیا۔ اب اس کے بھائی ادریس حاکمِ سیوائل نے اپنی خلافت کا دعویٰ کیا۔ سنہ ۱۲۲۸ء میں ادریس عیسائی فوج لے کر افریقہ پر حملہ آور ہوُا۔ اس کے جاتے ہی سیوائل میں الموحدین کے خلاف بغاوت ہو گئی۔ اسی دوران میں احمس نے قرطبہ کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ عیسائی شہزادوں نے موحدین کے زوال سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کئی ایک شہروں پر قبضہ کر لیا۔ اسی افراتفری میں ابن احمر نے فراست اور بہادری سے غرناطہ میں ایک چھوٹی سی آزاد ریاست قائم کر لی۔ یہ ریاست آئندہ دو سال تک عیسائیوں اور صلیبیوں کا مقابلہ کرتی رہی ؛

باب (۱۱)

غرناطہ

غرناطہ کو فتح کرنے کے بعد ابنِ احمر نے اسے اپنی راجدھانی

بن لیا تھا۔ اس نے اپنے لئے الحمراء تعمیر کروایا۔ اس شاندار محل کو خوبصورتی میں ابنِ احمر کے جانشین اضافہ کرتے رہے۔

سنہ ۱۲۶۱ء میں کیتائل کے عیسائی حکمران نے غرناطہ پر حملہ کیا۔ لیکن ابنِ احمر نے شکست دی۔ ابنِ احمر نے سنہ ۱۲۷۳ء میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابوعبداللہ محمدؐ تخت نشین ہوا۔ وہ علوم و فنون کا بہت بڑا سرپرست تھا۔

سنہ ۱۲۷۴ء میں کیتائل کے عیسائی حکمران نے غرناطہ پر پھر حملہ کیا۔ ابوعبداللہ محمدؐ نے اسے شکست دی۔ لڑائی میں کیتائل کا جرنیل ڈون نونوہ مارا گیا۔ گیارہ سال بعد کیتائل نے پھر غرناطہ پر حملہ کیا۔ یہ لڑائی ایک طویل مدت تک جاری رہی۔ آخر کار کیتائل کو شکست ہوئی۔ ابوعبداللہ محمدؐ نے ۱۳۰۲ء میں وفات پائی۔

اس کے بعد اس کا بیٹا ابوعبداللہ محمدؐ دوم تخت پر بیٹھا۔ ۱۳۳۰ء تک وہ بڑی قابلیت سے حکمرانی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ نصرؔ کی بغاوت نے اسے تخت سے علیحدہ ہونے پر مجبور کر دیا۔ نصر ایک بدقسمت بادشاہ ثابت ہوا۔ جونہی وہ تخت نشین ہوا کیتائل اور اراگون کے بادشاہوں نے اس پر حملہ کیا۔ نصر نے ان کو خراج دینا منظور کر لیا۔ ۱۴۰۲ء (۷۱۳ ہجری) میں اسے مجبور کر دیا گیا تھا کہ وہ ابنِ احمر کے بھائی اسمٰعیل کے پوتے کے حق میں تخت سے

دستبردار ہو جائے۔

۱۳۱۵ء میں کیتائل والوں نے اس کے کئی شہروں پر قبضہ کر لیا۔ تین سال بعد اس نے البیرائے میں کیتائل کی فوجوں کو شکست ہوئی۔ ۱۳۱۹ء میں کیتائل کے بادشاہ نے اپنے بیٹے پیڈرو کے زیرِ کمان غرناطہ پر حملہ کرنے اور اسے فتح کرنے کے لئے فوج بھیجی۔ پیڈرو کی فوج پچیس شہزادوں کے فوجی دستے شامل تھے۔ انگلستان کا ایک شہزادہ بھی اپنے دستے سمیت موجود تھا۔ لڑائی میں پیڈرو سمیت یہ سارے شہزادے مارے گئے۔

۷۲۵ھ (۱۳۲۵ء) میں اسمٰعیل کے قتل کے بعد اس کا بیٹا ابوعبداللہ محمد تخت نشین ہوا۔ وہ ایک کامیاب حکمران ثابت ہوا۔ اس نے ۱۳۳۳ء میں جبل الطارق پر قبضہ کر لیا۔ وہ اپنی قلعہ بندیوں کا معائنہ کر کے واپس آ رہا تھا کہ قاتلوں کی ایک جماعت نے اُسے قتل کر دیا۔

اس کے بعد اس کا بھائی ابوحجاج یوسف تخت پر بیٹھا۔ ابوحجاج کا شمار بنو نصر کے بہترین حکمرانوں میں ہوتا ہے۔ اس کے عہدِ حکومت میں اس کی مملکت کی فارغ البالی بہت بڑھ گئی۔ لوگوں کی حالت بہت اچھی تھی۔ اپنے آباؤ اجداد کی جگہ وہ علوم و فنون کا پُرجوش مدّاح اور سرپرست تھا۔ ہسپانیہ کے مسلمانوں کی بدبختی سے وہ زیادہ دیر تک حکومت

نہ کر سکا۔ ۱۳۵۴ء میں جبکہ وہ نماز ادا کر رہا تھا ایک پاگل نے قتل کر دیا۔

اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا محمد الغنی باللہ کے لقب سے تخت پر بیٹھا۔ وہ ایک عالم بادشاہ تھا۔ اس کا علمی ذوق بہت بلند تھا۔ اس نے اپنی مملکت میں علوم و فنون کی جو سرپرستی کی اس سے انہیں خوب فروغ حاصل ہوا۔ مشہور و معروف مورخ ابن الخطیب اس کا وزیر تھا۔ وہ تھوڑی مدت کے لئے غرناطہ سے باہر گیا ہوا تھا کہ اس کے سوتیلے بھائی اسمٰعیل نے تخت پر قبضہ کر لیا۔ اسمٰعیل زیادہ دیر تک حکومت نہیں کرنے پایا تھا کہ ایک بغاوت کے دوران میں مارا گیا۔ اس بغاوت کا رہنما ابوسعید المعروف ابوعبداللہ محمد تھا۔ دو سال بعد ابوسعید کو مجبور کر دیا گیا تھا کہ وہ کیسٹائل کے بادشاہ کے ہاں پناہ لے۔ کیسٹائل کے بادشاہ نے پناہ گزین کی دولت حاصل کرنے کے لئے اُسے قتل کر دیا۔

ابوسعید کی موت کے بعد الغنی باللہ افریقہ سے واپس آ گیا۔ لوگوں نے اس کا خیر مقدم کیا۔ اس کا باقی ماندہ عہدِ حکومت پُرامن گزرا۔ اس نے کیسٹائل کے ساتھ جو معاہدہ کر رکھا تھا اس کی بدولت جو امن نصیب ہوا۔ اس نے غرناطہ کی دولت میں نمایاں اضافہ کیا۔ غرناطہ میں پھر سے صنعت و حرفت کا چرچا ہونے لگا۔ آب پاشی کے لئے کئی ایک

نہریں کھودی گئیں۔ الغنی باللہ نے ۱۳۹۱ء (۷۹۳ھ) میں وفات پائی۔

اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا ابو عبداللہ یوسف تخت پر بیٹھا۔ اس بادشاہ کا عہدِ حکومت پُر آشوب تھا۔ اس کی انتہائی خواہش تھی کہ وہ کستائل کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھے۔ لیکن اہلِ غرناطہ کے جوش و خروش کے پیشِ نظر اسے کستائل کے ساتھ کئی مرتبہ ناکام لڑائیاں کرنی پڑیں۔ ان لڑائیوں کے دوران میں اہلِ غرناطہ کا جوش کم ہو گیا۔ چنانچہ ابو عبداللہ یوسف کو کستائل کے نوجوان بادشاہ ھنری سوم کے ساتھ سمجھوتہ کرنا پڑا۔

یوسف دوم نے اپنے بڑے بیٹے یوسف کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ لیکن اس کی موت (۱۳۹۰ء) کو ہوئی۔ اس کے بعد اس کے چھوٹے بیٹے محمد نے تخت پر قبضہ کر لیا۔ اس نے اپنے بڑے بھائی یوسف کو قید کر لیا۔

۱۴۰۵ء میں کستائل کی سرحدی فوج نے اس کی مملکت پر چھاپہ مارا۔ غرناطہ کے حکمران نے کستائل کے بادشاہ سے شکایت کرنے کی بجگہ کستائل پر چڑھائی کر دی۔ اس لڑائی میں فریقین کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔ اس کی موت کے بعد یوسف کو قید خانے سے نکال کر تخت پر بٹھا دیا گیا۔

۱۴۱۰ء میں غرناطہ اور کستائل میں پھر لڑائی شروع

ہوگئی۔ چونکہ اس لڑائی کا نتیجہ کچھ نہ نکلا تھا۔ اس لیے دونوں بادشاہوں میں پھر سمجھوتہ ہوگیا۔ یوسف کے باقی ماندہ عہدِ حکومت میں دونوں بادشاہوں میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ اس زمانہ میں کستائل پر ھنری سوم کا ایک دودھ پیتا بچہ حکمران تھا۔ تمام اُمورِ سلطنت پر شہزادے کی ماں کا اختیار تھا۔ اس ملکہ اور یوسف کے سیاسی تعلقات بہت اچھے تھے۔ دونوں حکمران معاہدے کی پائیداری کرتے تھے۔ ہر سال دونوں ایک دوسرے کو تحفے بھیجتے تھے۔ دونوں میں جذباتی خط وکتابت ہوتی تھی۔ کستائل اور اراگون کے کئی ایک سپاہی یوسف کے ہاں پناہ گزین ہوگئے۔ کئی ایک اپنے باہمی جھگڑے چکانے کے لئے غرناطہ پہنچ جاتے۔ یوسف ثالث بن کر ان میں سمجھوتہ کرا دیتا۔ اس کی رحمدلی اور اس کا حُسنِ سلوک ملکی اور غیر ملکی میں تمیز نہیں کرتا تھا۔ اس کے عہدِ حکومت میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ ان تعلقات کی وجہ سے عربوں کو موقعہ مل گیا کہ وہ اپنے نقصانات کی تلافی کرلیں۔

پندرہ سال حکومت کرنے کے بعد یہ بادشاہ دُنیا سے چل بسا۔ اس کی موت کے ساتھ ہی غرناطہ کی شان وشوکت کے دن بھی ختم ہوگئے۔ اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا محمد ہفتم تخت پر بیٹھا۔

وہ بہت زیادہ متکبر تھا۔ اس نے اہلِ غرناطہ میں مقبولیت کھو دی۔ اس نے ٹورنامنٹوں اور دوسرے میلوں کو جو غرناطیوں کو بہت زیادہ عزیز تھے بند کروا دیئے۔ چنانچہ اہلِ غرناطہ نے اس کے خلاف بغاوت کی۔ اور اسے راجدھانی سے نکال دیا۔ تھوڑی مدت بعد اسے واپس بلا کر پھر شہر سے نکال دیا گیا۔ اب غرناطہ کے تخت پر ایک سردار یوسف نے قبضہ کر لیا۔ کستائل کے بادشاہ جون دوم نے یوسف کی مدد کی۔ چونکہ چند ماہ بعد یوسف اس دنیا سے چل بسا۔ اس لئے محمدؐ ہفتم پھر تخت پر بٹھا دیا گیا۔

۱۴۳۲ء (۸۳۶ھ) میں کستائل نے غرناطہ پر حملہ کیا۔ کستائل کی فوج کو ارشیڈو کی دیواروں تلے شکست دی گئی۔ لیکن اس پر بھی اس نے غرناطہ کے مضافات کے بہت سے حصّے کو ویران کر دیا تھا۔

۱۴۴۴ء میں محمد ہفتم کے بھتیجے ابن احناف نے اسے تخت سے علیٰحدہ کر دیا۔ غرناطہ کے لوگوں نے اسے اپنا بادشاہ مان لیا۔ لیکن بہت سے عرب سرداروں نے جوَن دوم کے ہاں پناہ لی۔ یہ سردار ابنِ احناف کے ایک بھتیجے ابنِ اسمٰعیل کو تخت پر بٹھانا چاہتے تھے۔ جوَن دوم اور ان سرداروں کی مدد سے ابنِ اسمٰعیل نے غرناطہ پر حملہ کر دیا۔ یہ خانہ جنگی پانچ سال تک جاری رہی۔

۱۴۵۴ء میں ابن اسمٰعیل نے غرناطہ پر قبضہ کر لیا۔ اس نے سب سے پہلے کیسٹائل کے بادشاہ ھنری چہارم کو تحائف بھیج کر غیر جارحانہ معاہدے کو جاری رکھا۔ ہنری چہارم نے نہ صرف تحائف لینے سے انکار کر دیا بلکہ اس نے غرناطہ پر بھی حملہ کر دیا۔

یہ تباہ کن لڑائی کئی سال تک جاری رہی۔ جس میں عربوں کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ ان کے گھروں کو کھنڈروں میں تبدیل کر دیا گیا۔ ان کے کھیت ویران ہو گئے۔ اور آبپاشی کے ذرائع کو تباہ کر دیا گیا۔ کیسٹائل کی فوجوں نے ارشدونہ اور جبل الطارق پر قبضہ کر لیا۔ ابن اسمٰعیل نے اپنی مملکت کو بچانے کے لئے ہنری چہارم کو اپنا حاکم اعلیٰ مان لیا۔ دونوں حکمرانوں میں غرناطہ کے قریب ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات میں جو معاہدہ طے پایا وہ اسمٰعیل کی موت تک (۱۴۶۶ء) جاری رہا۔

باب (۱۲)

آخری کشمکش

ابن اسمٰعیل کے بعد اُس کا بڑا بیٹا ابوالحسن تخت نشین ہؤا۔ وہ بہت بہادر اور ذہین انسان تھا۔ اگر اسے لوگوں کی متحدہ امداد حاصل ہوتی تو وہ شان و شوکت میں اپنے سے پہلے حکمرانوں سے کسی طرح کم نہ ہوتا۔ اس کی قوم میں پھوٹ پیدا ہو چکی تھی۔ اِن حالات میں اس کی مشکلات بہت بڑھ گئی تھیں۔ اس کے بیٹے کی بغاوت نے تباہی کی گھڑی کو قریب سے قریب تر کر دیا۔

سنہ ۱۴۶۹ء میں فرڈیننڈ اور ازبیلہ کی شادی نے کیسٹائل۔ اراگون اور لیون کی فوجوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کر دیا تھا۔ دونوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ ہسپانیہ سے اسلامی تہذیب کے آخری نشانات تک مِٹا دیں گے۔

ابوالحسن نے اپنے باپ کا تسلیم کردہ خراج دینے سے انکار کر دیا۔ فرڈنینڈ اور ازبیلہ کو غرناطہ پر حملہ کرنے کا موقعہ مل گیا۔ ان دونوں کی فوجوں نے زھرا شہر پر قبضہ کرکے اس کی عمارتوں کو گرانا شروع کر دیا۔ اسی موقعہ پر ایک عالمِ دین نے غرناطہ کے بادشاہ سے کہا تھا:-

"زھرا کے کھنڈر ہمارے سروں پر گرنے والے ہیں۔ ہسپانیہ میں مسلمانوں کی حکومت کے دن پورے ہو چکے ہیں"

کیسٹائل کی فوج نے غرناطہ کے ایک قریبی مقام اطما پر قبضہ کر لیا۔ یہ مقام غرناطہ کا دروازہ تھا۔ حفاظتی دستوں نے اگرچہ بڑی بہادری کا ثبوت دیا تھا۔ پھر بھی اس شہر پر کسٹائل کی فوج نے قبضہ کر لیا۔ اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ جن بچوں اور عورتوں نے جامع مسجد میں پناہ لی تھی، ان سب کو قتل کر دیا گیا۔ اطما پر یوں کسٹائل کا قبضہ ہوا:-

"کل کا ایک بارونق شہر آج گورستان میں بدل گیا۔ کل تک جس شہر کے بازاروں میں لوگ خوشی خوشی چلتے پھرتے تھے، آج وہاں انسانی نعشوں کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں"

اطما کے سقوط نے غرناطہ کے سقوط کی راہ پیدا کر دی۔ غرناطہ کی مسلم آبادی پر حزن و ملال چھا گیا۔ ابوالحسن

نے الحما پر قبضہ کرنے کی دو مرتبہ کوشش کی۔ پہلی کوشش میں وہ ناکام رہا۔ دوسری کوشش میں وہ کامیابی سے ہمکنار ہوا چاہتا تھا کہ اُس سے اُس کے بیٹے ابو عبداللہ محمدؐ نے غرناطہ میں بغاوت کر دی۔

ابوالحسن کی دو بیویاں تھیں۔ ایک مسلمان اور دوسری عیسائی۔ ابوالحسن اپنی عیسائی بیوی اور اس کے بچوں کی طرف زیادہ مائل تھا۔ اس پر ابوالحسن کی دوسری بیوی نے ابو عبداللہ کو اپنے باپ کے خلاف بغاوت پر اُکسایا۔ غرناطہ کے فوجی دستے اور شہری آبادی کے ایک حصّہ نے ابو عبداللہ کو اپنا بادشاہ مان لیا۔ ابوالحسن کو غرناطہ آنا پڑا۔ غرناطہ میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ باپ بیٹے میں جب عارضی صلح ہو گئی تو ابوالحسن نے لوشینہ اور کانیتی پر قبضہ کر لیا۔ لیکن ان کامیابیوں سے اسے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا۔ کیونکہ اسے بتایا گیا کہ اس کے بیٹے ابو عبداللہ نے الحمراء پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور یہ کہ اُسے بادشاہت کے اختیارات مل چکے ہیں۔

۱۴۸۳ء میں فرڈیننڈ اور ازبیلہ نے لوشینہ کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے اپنی فوجوں کو ملاغہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیج دیا۔ اگر ہم :-

"فصلوں کی تباہی۔ درختوں کے کاٹے جانے
دیہات کو برباد کئے جانے، چوپاؤں کی چوری اور

بے دست و پا انسانوں کے قتل کو کامیابی کہہ سکتے ہیں تو بلا شبہ یہ کامیابی تھی۔ بہت جلد ابوالحسن کے جرنیل رضوان نے ان فوجوں کو شکست دی عربوں کے لئے کامیابی کے امکان ختم نہیں ہوئے تھے لیکن ابوعبداللہ کی غداری نے تمام حالات کو بدل دیا۔ اس نے لوسینہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن شکست کھائی۔ کیسٹائل کی فوجوں نے اسے قید کر لیا۔"

اب ابوالحسن بلاغہ کے گورنر زغل کے حق میں دستبردار ہوگیا۔ ابوعبداللہ کی گرفتاری کو فرڈیننڈ اور ازبیلہ نے اپنے لئے نیک فال سمجھا۔ کیونکہ ابوعبداللہ کے ذریعہ غرناطہ میں مزید نااتفاقی اور پھوٹ پیدا کر سکتے تھے ابوعبداللہ فرڈیننڈ کا آلۂ کار تھا۔ فرڈیننڈ اور ازبیلہ نے اسے غرناطہ واپس بھیج دیا۔

ابوعبداللہ نے فرڈیننڈ اور ازبیلہ کی اطاعت کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ اسی وعدہ کے پیشِ نظر انہوں نے ابوعبداللہ کو غرناطہ پر قبضہ کرنے کے لئے ایک فوج دی تھی غرناطہ میں پھر خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ اس موقعہ پر زغل نے ابوعبداللہ سے کہا کہ وہ دونوں مل کر غرناطہ پر حکومت کریں گے۔ بشرطیکہ وہ اس موقعہ پر مشترکہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے اس کے ساتھ مل جائے۔ لیکن نالائق اور کمزور

عبداللہ نے زغل کی باتوں کو نہ مانا۔ زغل اور عبداللہ کی نااتفاقی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے فرڈیننڈ اور ازبیلہ نے الورا۔ رونڈا اور کئی ایک دُوسرے اہم شہروں پر قبضہ کر لیا۔

۱۴۸۶ء میں انھوں نے لوشینہ پر قبضہ کر لیا۔ ایک سال بعد ملاغہ بھی ان کے قبضہ میں تھا۔ زغل نے اِس شہر کو واپس لینے کی کوشش کی۔ لیکن ابوعبداللہ نے رکاوٹ ڈال دی۔ جب فرڈیننڈ نے اس شہر پر قبضہ کیا تھا اس وقت ابوعبداللہ نے اسے مبارکباد بھیجی تھی۔

ان شہروں کو اس شرط پر فرڈیننڈ کے حوالے کیا گیا تھا کہ وہ ان کی پُر امن زندگی کو درہم برہم نہیں کرے گا۔ لیکن جب اِن شہروں پر فرڈیننڈ نے قبضہ کر لیا تو اس نے ان شہروں میں لُوٹ مار مچا دی تھی۔ لوگوں کو گھروں سے نکال دیا گیا۔ اب زغل کے قبضے میں چند ایک شہر رہ گئے تھے۔

اب فرڈیننڈ نے ابوعبداللہ سے کہا کہ وہ زغل سے جتنے شہر چھین لے گا وہ ان سب کو اس کے حوالے کر دے گا۔ ابوعبداللہ اس چکمے میں آگیا۔ ابوعبداللہ کو یہ اندیشہ تھا کہ وہ زغل جو فرڈیننڈ کو بارہا شکست دے چکا ہے کہیں غرناطہ پر حملہ نہ کر دے۔ چنانچہ وہ فرڈیننڈ کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اس موقعہ پر زغل نے افریقہ کے مسلم حکمرانوں سے امداد کی اپیل کی۔ لیکن وہ بھی اس وقت آپس میں لڑ رہے تھے۔ اِس اپیل

کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ لیکن اس کے باوجود زغل نے مقابلہ جاری رکھا۔ لیکن آخر کار چار دسمبر ۱۴۸۹ء کو زغل کی راجدھانی پر فرڈینینڈ کا قبضہ ہو گیا۔ زغل نے مجبور ہو کر فرڈینینڈ کی اطاعت قبول کر لی۔ ایک سال بعد افریقہ میں جلا وطن کر دیا گیا۔

اب غرناطہ اور اس کے مضافات کے علاوہ عربوں کے پاس ہسپانیہ کا کوئی حصہ نہیں تھا۔ اب ابوعبداللہ کی آنکھیں کھلیں۔ فرڈینینڈ اور ازبیلہ نے ابوعبداللہ سے مطالبہ کیا کہ وہ غرناطہ کو ان کے حوالے کر دے۔ اس کے انکار کے بعد فرڈینینڈ نے غرناطہ کے مضافات کو تباہ و برباد کرنا شروع کر دیا۔ یہ تباہی مچانے کے بعد فرڈینینڈ قرطبہ چلا گیا۔ اسی اثناء میں عربوں کے ایک جرنیل موسیٰ نے لڑائی کو دشمن کے ملک تک پہنچانے کی جد وجہد شروع کر دی۔ اس کی بہادری نے ابوعبداللہ میں بھی جوش و خروش پیدا کر دیا تھا۔ عربوں نے کئی ایک سرحدی شہروں پر قبضہ کر لیا۔

مارچ ۱۴۹۱ء میں فرڈینینڈ چالیس ہزار سپاہی لے کر غرناطہ کی طرف بڑھا۔ فصلوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ گھروں کو راکھ کا ڈھیر کر دیا۔ شہریوں کو قتل کر دیا گیا۔ ہسپانیہ میں تہذیب کے آخری مرکز کے ارد گرد فرڈینینڈ کا گھیرا تنگ ہوتا چلا گیا۔ دس سال تک عربوں نے ایک

ایک انچ کے لئے لڑائی جاری رکھی۔ جہاں کہیں ان کے پاؤں جم سکتے تھے انہوں نے وہاں دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ اب ان کے پاس اپنی راجدھانی کے علاوہ کوئی دوسرا شہر نہیں تھا۔ انہوں نے مایوسی کے عالم میں اپنے آپ کو شہر کے اندر بند کر لیا۔ شہر کی حفاظت کے لئے ہر طرح کی تیاریوں سے کام لیا گیا۔ چونکہ ایک خاص مدت تک غرناطہ اور دوسرے شہروں کے درمیان رسل و رسائل کا سلسلہ جاری رہا۔ اس لئے اس مدت میں محاصرہ کرنے والوں کو زیادہ کامیابی نہ ہو سکی۔ اسی اثناء میں موسیٰ کے حملے دشمنوں کو پریشان کرتے رہے۔ دست بدست لڑائیوں میں عربوں کو بہت زیادہ کامیابی ہوتی رہی تھی۔ کستائل کے بہادر ایک ایک کر کے مارے جا رہے تھے۔ چونکہ فرڈیننڈ کے بہت سے سپاہی ان دست بدست لڑائیوں میں مارے جا چکے تھے اس لئے اس نے شہر کی ناکہ بندی کر کے اس پر ایک بڑا حملہ بولنے کا فیصلہ کر لیا۔

دشمن نے شہر کی دیواروں کے باہر کی ہر انچ زمین پر قبضہ کر لیا۔ باہر سے کسی قسم کی کمک نہیں پہنچ سکتی تھی اب غرناطہ والوں کے لئے باہر سے سامانِ خوراک حاصل کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ سامانِ رسد روز بروز کم ہوتا چلا جا رہا تھا یہاں تک کہ شہریوں کی حالت بہت زیادہ خراب ہو گئی اور صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا

غرناطہ کی فوج نے اِس ناکہ بندی کو توڑنے کی آخری کوشش کی۔ لیکن پیادہ فوج کی کمزوری کے سبب ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اب محصُورین نے ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ کر لیا۔

"قحط نے ایسی صورتِ حالات پیدا کر دی تھی جس کے سامنے انتہائی درجہ شجاعت بھی بے بس تھی۔"

اب غرناطہ والوں نے کیسٹائل کی فوج کے سامنے صُلح کی شرائط پیش کیں۔ ایک طویل بات چیت کے بعد طے پایا کہ :-

(۱) اگر دو ماہ تک غرناطہ والوں کو باہر سے کسی قسم کی کمک نہ پہنچی تو پھر غرناطہ کو عیسائیوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔

(۲) غرناطہ کا بادشاہ، وزیر، شیوخ اور تمام دُوسرے لوگ کیسٹائل کے حکمرانوں کی وفاداری کا حلف اُٹھائیں گے۔

(۳) ابوعبداللہ کو غرناطہ کے مضافات میں تھوڑی سی جاگیر دی جائے گی۔ مُسلمانوں کی پُوری طرح حفاظت کی جائے گی۔

(۴) مسلمانوں کو ان کی جائیدادوں سے کسی طرح بھی محرُوم نہیں کیا جائے گا۔ مسلمانوں کے اسلحہ اور ان کے گھوڑوں پر

قبضہ نہیں کیا جائے گا۔ مسلمانوں کو اپنے دینی فرائض ادا کرنے کی پوری پوری آزادی ہو گی۔ مسلمانوں کی مسجدیں اور دوسری عمارتیں نہیں گرائی جائیں گی۔ جب مؤذن اذان دے گا تو اذان میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔

(۵) مسلمانوں کو زبان، لباس اور رسوم ادا کرنے کی آزادی ہو گی۔ مسلمانوں کے مقدمات کا فیصلہ اُن کے قاضی کیا کریں گے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان جو معاملات پیش آئیں گے ان کا فیصلہ مخلوط ٹربیونل کیا کریں گے۔ مسلمانوں سے صرف وہی ٹیکس وصول کیا جائے گا جو وہ اپنے بادشاہوں کو ادا کرتے ہیں۔ کسی عیسائی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہو گا کہ وہ کسی مسلمان کے گھر میں زبردستی گھس پڑے یا اُس کی بے عزتی کرے۔ تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا۔ جو مسلمان افریقہ جانا چاہیں اُنہیں ایک مقررہ مدت میں ہسپانیہ چھوڑنے کی اجازت ہو گی۔ اور ان مسلمانوں کو کیسٹائلی جہازوں پر سوار کر دیا جائے گا۔

(۶) ان سے سوائے کرائے کے کوئی مزید رقم وصول نہیں کی جائیگی اس مدت کے گزر جانے کے بعد بھی مسلمانوں کو افریقہ جانے کی اجازت ہو گی۔ بشرطیکہ وہ مقررہ محصول ادا کر دیں جو اُس کے سامان کی مجموعی قیمت کے دسویں حصہ سے زیادہ نہیں ہو گا۔

(۷) کسی شخص کے جرائم کی سزا اس کے سوا کسی دوسرے

کو نہیں دی جائے گی۔

(۸) جن عیسائیوں نے اسلام قبول کر لیا ہے اُنہیں اسلام ترک کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

(۹) جو مسلمان اپنا مذہب ترک کرنا چاہیں انہیں چند دن کی مہلت دی جائے۔ تاکہ وہ اس بارے میں سوچ بچار کر سکیں۔ اس مدت کے بعد مذہب کے بارے میں ایک عیسائی اور ایک مسلمان کے سامنے بیان لیا جائے۔ جو مسلمان عیسائی بن کر ان میں رہنا چاہیں یا سفر کرنا چاہیں اُن کی حفاظت کی جائے گی۔

(۱۰) یہودیوں کی طرح مسلمانوں کے لئے کوئی نشان مقرر نہیں کیا جائے گا۔

ھُوسنی نے ان شرطوں کے خلاف آواز بلند کی۔ اُس نے عربوں کو آگاہ کیا کہ وہ اہلِ کیسٹائل کے وعدوں کا اعتبار نہ کریں۔ بلکہ محاصرہ توڑنے کی آخری کوشش کر دیکھیں۔ اس نے اپنی تقریر کے دوران میں کہا:۔

"موت بہتر ہے غلامی کی شرمناک زندگی سے کیا تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ اہلِ کیسٹائل اپنے وعدے وفا کریں گے؟ تمہیں فریب دیا گیا ہے۔ دشمن ہمارے خون کا پیاسا ہے۔ موت اِن مصائب کے مقابلے پر کچھ نہیں جو دشمن ہمارے لئے تجویز کر چکا ہے۔ وہ مصائب کیا ہیں؟ نقصان

ذلت - رسوائی - تباہی - لوٹ مار - عورتوں کی توہین - مسجدوں کی بے حرمتی - ظلم - بے انصافی - اور عدم رواداری - ہمیں جلانے کے لئے آگ روشن ہو چکی ہے"

اس کے الفاظ بے اثر تھے - کسی نے اس کی بات پر عمل نہ کیا - وہ اپنے الفاظ پر خود عمل کرنے کے لئے تیار ہو گیا - اس نے زرہ بکتر پہنی - اور گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کے ایک دروازے سے کبھی واپس نہ آنے کے لئے باہر نکل گیا - کہا جاتا ہے کہ جب وہ دروازے سے باہر نکلا تو دس عیسائی نائٹوں کا سامنا ہوا - وہ ان سے لڑتا رہا - اس نے کئی ایک کو مار دیا - زخموں سے چور ہو کر وہ اپنے گھوڑے پر سے گر پڑا - اور لوہے میں ملبوس بہادر انسان دریا کی تہ تک جا پہنچا -

سلطان روم اور سلطان مصر سے امداد لینے کے لئے ایلچی دوڑا دیئے گئے - لیکن وقت مقررہ گزر جانے تک کسی قسم کی امداد نہ پہنچ سکی - چنانچہ ۲ر جنوری ۱۴۹۲ء کو کیتھولکوں نے غرناطہ پر قبضہ کر لیا - بلاشبہ وہ گھڑی بہت منحوس تھی - کیونکہ ہسپانوی عیسائیوں کے اس شہر پر قابض ہوتے ہی جزیرہ نمائے ہسپانیہ کی ذہنی اور صنعتی سرگرمیاں ختم ہو گئیں -

ابو عبد اللہ نے اپنے خاندان سمیت الشراس کی راہ لی -

جب وہ پادُول کی پہاڑیوں کے قریب پہنچا تو اُس نے غرناطہ پر نظر جما کر رونا شروع کر دیا۔ اس پر اس کی ماں نے اس سے کہا:۔

"اس چیز کے کھوئے جانے پر عورتوں کی طرح خوب آنسو بہائے جسے تم مردوں کی طرح نہیں بچا سکے"

ابوعبداللہ نے تھوڑی دیر اندروش میں قیام کیا۔ لیکن ہسپانیہ میں اس کی موجودگی کو فرڈیننڈ اپنے لئے خطرناک خیال کرتا تھا۔ اس لئے اُسے بہت جلد افریقہ میں جلاوطن کر دیا گیا۔ اس نے ۱۵۳۸ء (۹۴۰ھ) میں قبرص میں وفات پائی۔ سترھویں صدی کے ایک عرب مصنف نے اس کے دو بیٹوں یوسف اور احمد کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا تھا۔

باب (۱۳)

ہسپانیہ سے عربوں کا اخراج

فرڈنینڈ اور ازبیلہ نے اپنے طرزِ عمل سے بہت جلد ثابت کر دیا تھا کہ ان کے بہادر لیڈر موسےٰ کے الفاظ صداقت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ عیسائیوں نے یہودیوں پر بہت زیادہ سختیاں شروع کر دیں۔ عربوں کے بُردبار دورِ حکومت میں یہودیوں کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہُوا تھا۔ ان کی دولت کو لُوٹنے کے لئے کیسٹائل کے حکمران ہمیشہ تیار رہتے تھے۔

سنہ ۱۴۹۲ء میں فرڈنینڈ نے حکم جاری کیا تھا کہ یہودی یا تو اپنا مذہب چھوڑ دیں۔ یا ہسپانیہ سے چلے جائیں۔ یہودیوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ انہیں اذیت دی گئی۔ ان میں سے ہزاروں کو جلاوطن

کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی فرڈینینڈ نے مسلمانوں کے ساتھ جو شرائط طے کی تھیں ان کی خلاف ورزی شروع کر دی۔ مسلمانوں سے اُن کی مذہبی آزادی چھین لی گئی۔ ان میں سے جو عیسائی مذہب قبول نہیں کریگا اُسے قتل کر دیا جائے گا۔ غرناطہ کے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد وہاں سے چل پڑی۔ ان لوگوں نے ایک پہاڑی علاقہ میں پناہ لی۔ لیکن یہاں بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا گیا۔ انہوں نے تمام مردوں کو قتل کر دینے کے بعد اس مسجد کو بارود سے اُڑا دیا گیا۔ جس میں عورتیں اور بچے پناہ لئے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کو بہت سی مشکلات کا سامنا تھا۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں نے عیسائیوں کا بہادری سے مقابلہ جاری رکھا۔

سنہ ۱۵۰۱ء میں مسلمانوں نے عیسائیوں کے مقابلے پر ایک ایسی فتح حاصل کی جس کے سبب بچے کھچے مسلمان ہسپانیہ چھوڑ کر مراکو۔ ترکی اور مصر میں جا سکے۔ اس لئے مسلمانوں کے ساز و سامان کو ان کے عیسائی حکمرانوں نے چھین لیا۔ جو مسلمان ہسپانیہ چھوڑنے میں ناکام رہے اُنہیں تلوار کے زور سے عیسائیت قبول کرنے کو کہا گیا۔ ایک عرب مورّخ کے الفاظ میں :۔

"یہ لوگ برائے نام عیسائی تھے۔ انہوں نے اس مذہب کو دِل سے قبول نہیں کیا تھا۔ کیونکہ وہ چھپ کر خدا کی عبادت کرتے اور دن میں پانچ وقت نماز ادا کرتے۔"

لین پول کے الفاظ میں :۔

"جونہی وہ اپنے بچوں کو بپتسمہ دلا کر اپنے گھروں کو جاتے

ان کا سب سے پہلا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ اس پانی کے اثرات کو دھو دیتے۔ وہ عیسائیوں کے طریق پر شادی کرنے کے بعد اپنے گھروں میں اسلامی نکاح پڑھاتے۔ ایک اچھی حکومت اپنے اچھے طرزِ عمل سے اس بے چینی سے بچ سکتی تھی۔ لیکن ہسپانیہ کے حکمرانوں میں یہ صلاحیت اور قابلیت مفقود تھی۔ ان کے مظالم میں ہر روز اضافہ ہوتا گیا۔"

ان برائے نام عیسائیوں کی کڑی نگرانی کی جاتی تھی۔ جس کے متعلق تھوڑا سا بھی شک گزرتا اُسے احتساب کی سنگین سزاؤں کا سامنا کرنا پڑتا۔ غرناطہ۔ قرطبہ اور سیوائل میں ایسے لوگوں کو زندہ جلانے کے لئے آگ روشن رہتی تھی۔ ان لوگوں کو چاقو تک رکھنے کی اجازت نہ تھی۔

۱۵۶۸ء میں ان کی حالت ناقابلِ برداشت ہو گئی۔ اس زمانہ میں ہسپانیہ پر فلپ دوم کی حکومت تھی۔ فلپ دوم ہسپانیہ میں عربوں کے آثارِ باقیہ کو مٹانے پر تُل گیا۔

غرناطہ کے آرک بشپ نے فلپ دوم سے ایک حکم جاری کروایا۔ جس کی رُو سے عربوں کو ان کی زبان۔ عادات اور رسوم کو ایک دِن کے اندر اندر چھوڑنے کو کہا گیا۔ عربوں کو مجبور کر دیا گیا کہ وہ ہیٹ اور برجس استعمال کریں۔ اپنے حکمرانوں کی طرح نہانا ترک کر دیں۔ ان سے کہا گیا کہ وہ ہسپانوی نام اختیار کر لیں۔

اس ذلت آمیز اعلان کے بعد عربوں نے بغاوت کر دی۔ تین سال تک لڑائیاں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ ڈان جوف نے آسٹریا میں

عربوں کا قتلِ عام کیا۔ مردوں، عورتوں اور بچوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے قتل کیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود ولنیشیا اور مرشیہ میں عربوں کی تھوڑی سی تعداد باقی تھی۔

۱۶۱۰ء میں فلپ سوم نے اپنے باپ کے کام کو پورا کر دیا۔ پانچ لاکھ عربوں کو افریقہ میں جلاوطن کر دیا گیا۔ جو عرب ہسپانیہ کے اندرونی علاقہ میں آباد تھے انہیں فرانس کے ساحل کی طرف دھکیل دیا گیا۔ جہاں سے اُنہوں نے دُوسرے مسلم ملکوں کی راہ لی۔ غرناطہ کے سقوط سے فلپ سوم کے عہدِ حکومت تک تیس لاکھ عربوں کو ہسپانیہ سے خارج کیا گیا۔ اس طرح ہسپانیہ میں سے ایک ایسی قوم کا خاتمہ کر دیا گیا جس نے اپنی محنت سے ہسپانیہ کی رونق بڑھا دی تھی — جنہوں نے اس ملک کو صنعتی بنا دیا تھا۔ جنہوں نے اندلسیہ کو باغ کی صورت دے دی تھی۔ جنہوں نے اُس وقت علوم و فنون کی شمع کو جلایا جبکہ آس پاس کے تمام یورپی ملکوں پر جہالت طاری تھی۔ جنہوں نے تہذیب و تمدن کو پھیلایا۔ جنہوں نے دراصل جدید یورپ کی بنیاد رکھی تھی۔ عربوں کے اخراج سے ہسپانیہ کو کیا فائدہ پہنچا؟ خوبصورت اور مہذب ہسپانیہ ذہنی اور اخلاقی پستیوں کا شکار ہو کر رہ گیا۔ ایک ہسپانوی مورخ کانڈے کے الفاظ میں :-

"ایک ابدی تاریکی نے ملک کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اُس ملک کو جسے عربوں نے اپنی محنت سے بامِ کمال تک پہنچا دیا۔ فطرت تبدیل نہیں ہوئی۔ وہ پہلے کی طرح مسکرا رہی ہے۔ لیکن لوگ اور اُن کا مذہب بدل چکا ہے۔ آج بھی

ہسپانیہ کے ویرانوں میں ان کی گذشتہ عظمت کے ٹوٹے پھوٹے نشان دکھائی دیتے ہیں۔ ان نشانوں سے صدیاں قبل کی یہ آواز بلند ہو رہی تھی: "مفتوح عربوں کو سلام اور فاتح ہسپانیوں کے لئے تباہی اور ذلت!"

ایک دوسرا یورپی مورخ "لین پول" ہسپانیہ سے عربوں کے اِخراج کو اِن الفاظ میں پیش کرتا ہے:۔

"گمراہ اور غلط کار ہسپانوی نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ عربوں کے اخراج پر وہ بہت خوش تھے۔ ان کے نزدیک اس سے زیادہ رومانی واقعہ اور کوئی نہیں تھا۔ شاعروں نے عربوں کے اِخراج کے گیت گائے۔ مصوروں نے تصویریں بنائیں۔ نرم دل اور بُردبار" سروِنتیس نے بھی عربوں کے اخراج کو حق بجانب قرار دیا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ انہوں نے سونے کی چڑیا کو اپنے ہاتھ سے ہلاک کر دیا تھا۔ صدیوں تک ہسپانیہ تہذیب کا مرکز بنا رہا۔ علوم و فنون کے مختلف شعبوں نے اس سرزمین میں بہت زیادہ ترقی کی۔ یورپ کا کوئی دوسرا ملک اس زمانہ میں عربوں کی علمی اور تہذیبی سطح تک نہیں پہنچا تھا۔ ہسپانیہ کو تھوڑی مدت کے لئے فرڈیننڈ اور ازبیلہ اور فلپ پنجم کے عہد میں جو فروغ حاصل ہوا۔ ہسپانیہ میں عرب دور کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ عربوں کے اخراج کے بعد عیسائی ہسپانیہ تھوڑی مدت کے لئے

چمکا۔ چاند کی طرح جو اپنی روشنی کو سورج سے مستعار لیتا ہے۔ اس کے بعد گرہن لگا۔ اس وقت سے اب تک ہسپانیہ تاریکی میں لپٹا ہوا ہے۔ عربوں کی شان و شوکت کی یادگاریں آج بھی ہسپانیہ کے ویرانوں میں دکھائی پڑتی ہیں "

باب (۱۴)

غرناطہ پر ایک نظر

غرناطہ کی مملکت ہسپانیہ کے ان حصوں پر مشتمل تھی۔ جو جزیرہ نما کے جنوب مشرقی کونے میں واقع ہیں۔ غرناطہ کی مملکت اپنے عروج کے زمانہ میں بھی شمالاً جنوباً ۷۵ میل اور شرقاً غرباً دو سو دس میل سے زیادہ نہیں تھی۔ اس چھوٹے سے علاقے میں وہ تمام ذرائع موجود تھے جن کی کسی بڑی سے بڑی مملکت کو ضرورت ہو سکتی ہے۔ اس کی وادیوں میں واقع پہاڑ معدنی دولت سے بھرے ہوئے تھے۔ یہاں کی آبادی کاشتکاروں

ھ سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ اس کی چراگاہوں کو بے شمار ندیاں سیراب کرتی تھیں۔ اس کے ساحلوں پر کئی ایک مفید تجارتی بندرگاہیں تھیں۔ یہ بندرگاہیں بحیرۂ روم کی بہترین منڈیاں تھیں۔ غرناطہ کی مملکت تیس شہروں۔ اسّی قلعہ بند شہروں اور کئی ہزار دیہات پر مشتمل تھی۔ غرناطہ کا میدان نوّے میل تک پھیلا ہوا تھا۔ اس میدان کو دو دریا سیراب کرتے تھے۔ اس میدان میں بے شمار باغ اور محل تھے۔ باغوں کے قریب ہی سبزہ زار ہوتے تھے۔ عربوں نے اس میدان (ویگادی گراناڈا) میں کاشتکاری کے تمام ذرائع صرف کر دیئے تھے۔ شنجیل اور دارو سے کئی ایک نہریں نکالی گئی تھیں۔ المیریا کی بندرگاہوں سے اٹلی کے شہروں میں ریشم بھیجا جاتا تھا۔ غرناطہ کی مملکت کا ہر شہر کسی نہ کسی صنعت کی وجہ سے مشہور تھا۔ غرناطہ کی بندرگاہوں میں یورپ۔ لیوانت اور افریقہ کے جہاز مال و اسباب سے لدکر اپنے اپنے ملکوں کی راہ لیتے۔ غرناطہ ایک بہت بڑا تجارتی مرکز بن گیا۔ غرناطہ ایک بین الاقوامی شہر تھا۔ غرناطہ کے شہریوں کو ان کی دیانت کے سبب عزت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ غرناطہ کے ریشم کی سب سے بڑی منڈی فلورنس تھی۔

غرناطہ کا شہر اس میدان میں ایک مینار کی حیثیت رکھتا تھا۔ دریائے ڈارو اس شہر میں سے گزرنے کے بعد میدان کے نچلے حصّے کا رُخ کر لیتا۔ بنو نصر کے عہدِ حکومت

میں غرناطہ کے ارد گرد فصیل بنی ہوئی تھی۔ جس میں بیس دروازے تھے اور ایک ہزار تیس مینار تھے۔ شہر کے وسط میں قلعہ واقع تھا۔ ہر بازار میں عوام کے استعمال کے لئے فوارے بنائے گئے تھے۔ غرناطہ کے مکانات صاف ستھرے ہوتے تھے۔ پندرہویں صدی کے وسط میں اس شہر کی آبادی چار لاکھ کے قریب تھی۔

اس شہر کے بالمقابل ایک پہاڑی پر ابن الاحمر نے ایک قلعہ اور محل بنوایا تھا۔ جسے الحمراء کہا جاتا ہے اس قلعہ میں چالیس ہزار سپاہی آسانی سے رہ سکتے تھے۔ ان اوراق میں "جنات" کی بنائی ہوئی اس عمارت کا تفصیلی تذکرہ نہیں کیا جاسکتا۔

الحمراء کے مینار۔ قلعے۔ محل۔ حمام۔ محراب اور ستون فنِ تعمیر کے بہترین نمونے تھے۔ آس پاس کے باغوں نے الحمراء کی رونق کو مزید بڑھا دیا تھا۔ قسم قسم کے پھولوں کی کیاریاں الحمراء کی فضا کو معطر بنائے رکھتی تھیں۔ الحمراء کے ہال کی عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں ایک سو اٹھائیس ستون تھے۔ الحمراء کے حُسن وکمال کے بیان کے لئے کسی بہت بڑے اُستاد کی ضرورت ہے۔

الحمراء کے مقابل الجامعہ العارف کی حسین وجمیل عمارت تھی ایک مورخ کے الفاظ میں:۔

"یہ عمارت بھی حُسن وجمال کا ایک بہترین مرقع تھی۔ فوّاروں اور پھولوں نے اس کی رونق کو بڑھا رکھا تھا۔ آج ان میں چند ایک صرف گذشتہ عظمت کی یاد تازہ کرنے کے لئے موجود ہیں"۔

علوم وفنون کی سرپرستی میں غرناطہ کے حکمران قرطبہ کے خلیفوں کے بِدِ مقابل تھے۔ غرناطہ کے حکمرانوں کی سرپرستی نے غرناطہ کو عالموں، فاضلوں اور بہادروں کا مرکز بنا دیا تھا۔ اُنہوں نے رفاہ عامہ کے لئے بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں۔ غرناطہ کی بعض خواتین نے ادبیات میں بڑا نام پایا تھا۔ غرناطہ کے حکمرانوں نے صرف شعر وشاعری ہی کی سرپرستی نہیں کی تھی۔ بلکہ تاریخ۔ جغرافیہ۔ فلسفہ۔ فلکیات۔ طِب۔ موسیقی اور دُوسرے طبعی علوم کی سرپرستی پر بھی انہوں نے بہت روپیہ صرف کیا تھا۔

غرناطہ میں علوم وفنون پھیلانے کے لئے ہر اکیڈیمی کے ناظم کو ممتاز فاضلوں میں سے چُنا جاتا تھا۔ تیرھویں صدی کے دَوران میں غرناطہ یونیورسٹی کا ریکٹر سراج الدین ابوجعفر تھا۔ ریکٹر کے عہدے کے لئے کِسی قسم کا مذہبی امتیاز روا نہیں رکھا جاتا تھا۔ ہسپانیہ کی عرب یونیورسٹیوں کے سالانہ اجتماع میں عام لوگوں کو شامل ہونے کی دعوت دی جاتی تھی۔ اِس موقعہ پر یونیورسٹی کے پروفیسروں کی طرف سے خطبات دیئے جاتے۔ ہر کالج کے دروازے پر یہ عبارت

کندہ ہوتی تھی :۔

"دُنیا چار باتوں پر قائم ہے۔ دانش مند کی دانش۔
حکمران کے عدل، نیک کی عبادت اور بہادری"۔

قرطبہ کے زوال کے بعد شولری نے غرناطہ میں ترقی کی۔ غرناطہ کی سوسائیٹی میں عورتیں علمی اور فنّی اجتماعوں میں شریک ہوتی تھیں۔ عورتوں کے اِس اثر کے سبب شولری نے غرناطہ میں بہت زیادہ ترقی کی۔ غرناطہ کی عورتوں کا لباس بہت قیمتی ہوتا تھا۔

سپاہیانہ زندگی بسر کرنے والوں نے بہت مدّت پہلے پگڑی کو ترک کر دیا تھا۔ ولنیشیا۔ مرشیا۔ اور جنوبی صُوبوں میں قاضیوں اور فقیہوں نے ٹوپی کا استعمال شرُوع کر دیا تھا۔ ایک ہمعصر مورّخ لکھتا ہے کہ ایک بہت بڑا عالِم سُلطانِ مرشیا کے دربار میں ننگے سر گیا تھا۔ اِسی مورّخ کے بیان کے مطابق ابنِ خود اور ابنِ احمر نے پگڑی نہیں پہنی تھی۔

قرطبہ اور سیوائل کے مغربی اضلاع میں قاضی پگڑی پہنتے تھے۔ لیکن یہ پگڑیاں ایشیائی لوگوں کی پگڑیوں سے بہت چھوٹی ہوتی تھیں۔ نیز یہ کہا جاتا ہے کہ ہسپانوی مسلمان اپنے ایشیائی بھائیوں کی بڑی بڑی پگڑیاں دیکھ کر مسکراتے تھے۔ ہسپانوی مسلمانوں کا لباس ہمسایہ یورپی ملکوں کے لباس سے ملتا جُلتا تھا۔ ہسپانیہ کے مسلمانوں کے متعلّق کہا جاتا ہے کہ لباس اور گھر کی صفائی میں اُن کی کوئی مثال نہیں تھی۔ صاف ستھرا رہنے کی یہاں تک عادت تھی کہ نچلے

طبقہ کے لوگ اپنے آخری درہم کو روٹی کی جگہ صابن پر خرچ کرتے تھے۔ وہ ایک وقت بھوکا رہنے کو میلے کچیلے کپڑوں میں دکھائی دینے پر ترجیح دیتے تھے۔

باب (۱۵)

عربوں کے ہسپانیہ پر ایک نظر

حکومت کا افسرِ اعلےٰ سلطان ہوتا تھا۔ لیکن نظم و نسق کا سارا کام وزیروں کے سپرد ہوتا تھا۔ حکومت کے ہر شعبے کے لئے الگ وزیر ہوتے تھے۔ عام طور پر وزارت کے چار شعبے ہوتے تھے۔ مالیات۔ امورِ خارجہ۔ عدل اور فوج۔ سلطان کی پریوی کونسل کے بعض ارکان کو بھی وزیر کا خطاب دیا جاتا تھا۔ کونسل کے صدر کو حاجب کہا جاتا تھا۔ حاجب براہِ راست سلطان سے ملاقات کر سکتا تھا۔ وہ عام طور پر وزیرِ اعظم کے فرائض بجا لاتا تھا۔ وزارت

کا اجلاس ایک ہال میں ہوتا تھا۔ جس میں وزیرِ اعظم کی نشست دُوسری نشستوں سے ذرا اُونچی ہوتی تھی۔ وزیروں کی طرح پریوی کونسل کے ارکان کو بھی یہ حق حاصل ہوتا تھا کہ وہ سُلطان کے ساتھ بیٹھ سکتے تھے۔

وزارتِ خارجہ کی امداد کے لئے کئی ایک سیکرٹری ہوتے تھے۔ ہر ایک سیکرٹری کے سپُرد الگ الگ شعبے ہوتے تھے۔ غرناطہ میں سُلطان کے ذاتی اخراجات کا حساب کتاب رکھنے والا وَکیل کہلاتا تھا۔ چونکہ غرناطہ میں وزارتِ خارجہ کا کوئی عہدہ نہیں تھا۔ اِس لئے اس وزارت کے فرائض مجلسِ مُراسلت کے سپُرد تھے۔

ہسپانیہ میں قاضی کی پوزیشن بہت بلند تھی۔ ہسپانیہ میں سب سے بڑے قاضی کو قاضی الجماعت کہا جاتا تھا۔

مشرق کے دُوسرے ملکوں کی طرح پولیس کے افسر کو "الشُّرط" کہا جاتا تھا۔ قرطبۃ کے خلیفوں کے عہد میں افسر کے خیالات بہت وسیع ہوتے تھے۔ شہروں کے مجسٹریٹ صَاحِبُ المَدِینَۃ کہلاتے تھے۔ ہسپانیہ میں مُحتَسِب کے وہی فرائض ہوتے تھے جو ایشیا اور افریقہ میں ان کے سپُرد ہوتے تھے۔ وہ دُکانداروں کے باٹ اور ترازو دیکھتا۔ منڈیوں کا معائنہ کرتا۔ شور و غل کو بند کرتا۔ دھوکا دینے والے دکانداروں کو فوری سزائیں دیتا۔ دربانوں کے ذمّہ یہ کام ہوتا تھا کہ وہ عشاء کی نماز

کے بعد شہر کے دروازے بند کر دیا کریں۔ یہ دربان مسلح ہوتے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں لالٹینیں ہوتی تھیں۔

ابتدائی دور میں سمندری بیڑے کے کمانڈر کو امیر الماء کہا جاتا تھا۔ فرانسیسیوں اور ہسپانویوں نے امیر الماء کو بگاڑ کر المیران بنا دیا۔ اُمویوں اور مواحدین کے عہدِ حکومت میں ہسپانیہ کا بیڑہ عیسائی اقوام کے متحدہ بیڑے سے بھی زیادہ طاقتور تھا۔ ابنِ خلدون کے الفاظ میں :-

"اِس بیڑے کے کمزور ہو جانے سے بحیرۂ روم میں عربوں کے اقتدار پر زوال آنا شروع ہو گیا"

عربوں کے عہدِ حکومت میں ہسپانیہ نے بہت زیادہ زرعی ترقی کی۔ انہوں نے کھیتی باڑی کو ایک سائنس کی صورت دے دی تھی۔ اُنہوں نے اپنی محنت اور اپنے علم سے ہسپانیہ کے زرعی ذرائع سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا۔ عربوں کو اس بات کا علم تھا کہ نئی فصلوں کے لئے کس قسم کی زمین کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُنہوں نے کئی ایک بنجر علاقوں کو گلستان میں تبدیل کر دیا۔ وہ مختلف پودوں کو کھاد سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ عربوں نے پہلی مرتبہ ہسپانیہ میں چاول گنا۔ کپاس۔ زعفران اور مختلف قسم کے پھل والے درختوں کی کاشت کا آغاز کیا۔ اب یہ پیداوار مقامی معلوم ہوتی ہے۔ اِن میں سے کئی ایک نے ہسپانیہ سے یورپ کی راہ

لی۔ جس علاقے کی زمین جس فصل کے لئے مفید ہوتی تھی۔ اسے اس مقام میں زیادہ ترقی دے دی جاتی تھی۔ چنانچہ:-

ولنیشیا میں کھجور کے درخت کے باغ لگائے گئے البوفیرا کے آس پاس دھان کی کاشت ہوتی تھی اوہوا اور عتدیا میں گنّے اور کپاس کی کاشت ہوتی تھی۔ غرناطہ اور ملاغہ میں انگوروں کے کھیت تھے۔ سیوائل اندلسیہ کے اضلاع میں زیتون بویا جاتا تھا۔ جب ۱۳۵۵ء میں فرڈینینڈ اوّل نے سیوائل پر قبضہ کیا تھا تو اس وقت اس صوبے میں زیتون کے کئی لاکھ درخت تھے۔ اس میں زیتون کا تیل نکالنے کے لئے قریباً ایک لاکھ کولہو چلا کرتے تھے"

عربوں نے ہسپانیہ کے طول وعرض میں بندوں کا ایک وسیع سلسلہ جاری کر دیا تھا۔ غرناطہ میں لوہے کے کئی ایک کارخانے تھے۔ غرناطہ کی تلوار دُور دُور تک مشہور تھی۔ ریشم اور سُوت کے کپڑوں کے کارخانوں کو پہلی مرتبہ عربوں نے ہسپانیہ میں جاری کیا۔ اُونی کپڑے تیار کرنے والے کارخانوں کی بھی کمی نہ تھی۔ عربوں کو کپڑا رنگنے کے فن میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ کہا جاتا ہے کہ نیل کی مدد سے کپڑے پر کالا رنگ چڑھانا ان کی ایجاد ہے ــــ!!

اپنے عروج کے زمانہ میں عربوں کا ہسپانیہ دوسرے ملکوں کو مندرجہ ذیل اشیاء برآمد کیا کرتا تھا:۔

سونا۔ چاندی۔ تانبہ۔ ریشم۔ کھانڈ۔ قرمز۔
پارہ۔ لوہا۔ زیتون۔ اُونی کپڑا۔ کچا عنبر۔
زرد عنبر۔ مقناطیس۔ سُرمہ۔ طبق۔ تیل۔
گندھک۔ زعفران۔ ادرک۔ مرموۃ اور
ہیرے۔"

عربوں کو چمڑا رنگنے میں پُوری پُوری مہارت تھی۔ ہسپانیہ سے عربوں کے اخراج کے ساتھ ہی یہ صنعت ہسپانیہ میں ختم ہو گئی۔ یہ فن ہسپانیہ سے قبرص پہنچا اور وہاں سے انگلستان میں مراکو اور قرطون کے نام سے داخل ہوُا۔ عربوں نے ہسپانیہ میں بارود۔ شکر اور کاغذ کے کارخانے بھی قائم کئے تھے۔

فنونِ لطیفہ کو عربوں نے نظر انداز نہیں کیا تھا۔ سنگ تراشی اور نقاشی میں ہسپانیہ کے عرب اپنے عیسائی ہمسایوں سے بہت آگے بڑھے ہوئے تھے۔

الحمراء میں اس وقت جو کچھ بچا ہوُا ہے اس سے ان دونوں فنون میں عربوں کی دسترس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ عربوں کے ہسپانیہ کے ہر ایک بڑے شہر کی ایک اپنی یونیورسٹی ہوتی تھی۔ ان میں سے قرطبہ۔ سیوائل (در اشبیلیہ۔ ملاغہ۔ سارا گورا۔ لزبن اور سالامنا کی

یونیورسٹیاں بہت مشہور تھیں۔

عربوں کے ہسپانیہ نے جن نامور مورخوں کو پیدا کیا، ان میں سے مندرجہ ذیل بہت زیادہ مشہور ہیں:۔

ابن حیان ۔ ابن الابار ۔ ابو عبداللہ البکری ۔ ابو القاسم ۔ ابن سعد ۔ ابو الحسن ۔ ابو الولید اسمٰعیل اور ابن الخطیب ۔

ابن حیان نے ہسپانیہ کی دو تاریخیں لکھی ہیں ۔ ایک دس جلدوں میں اور دوسری ساٹھ جلدوں میں ۔ ابن الابار نے سنہ ۱۰۷۶ء میں وفات پائی ۔ ابو القاسم سنہ ۱۱۰۱ء میں قرطبہ میں پیدا ہوا ۔ اس نے سنہ ۱۱۸۳ء میں وفات پائی ۔ ابن سعد سنہ ۱۲۱۴ء میں غرناطہ میں پیدا ہوا ۔ اس نے سنہ ۱۲۸۷ء میں وفات پائی ۔ اس نے سیوائل میں تعلیم حاصل کی تھی ۔ ابو الولید نے سنہ ۱۲۳۲ء میں وفات پائی ۔ ابن الخطیب سنہ ۱۳۱۳ء میں پیدا ہوا ۔ وہ غرناطہ کے ساتویں بادشاہ یوسف ابو الحجاج کا وزیر تھا ۔ بغاوت کے شبہ میں اسے سنہ ۱۳۷۴ء میں قتل کر دیا گیا تھا ۔

ابنِ خلدون ہسپانیہ کا رہنے والا نہیں تھا ۔ لیکن اس کے خاندان کا تعلق سیوائل سے تھا ۔ جہاں وہ ایک مدت تک آباد رہا ۔ جب سنہ ۱۲۴۸ء میں فرڈیننڈ دوم نے اس شہر پر قبضہ کیا تو اس کا خاندان تونس چلا گیا ۔ ابن خلدون تونس ہی میں سنہ ۱۳۳۲ء میں پیدا ہوا ۔ بیس برس کی عمر میں وہ سلطان تونس کا سیکرٹری ہو گیا ۔ سنہ ۱۳۶۲ء میں وہ غرناطہ گیا ۔ چند سال تک

اس نے کیتائل کے دربار میں سفیر کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۳۶۵ء سے ۱۳۸۲ء تک وہ اپنی کتاب لکھنے میں مصروف رہا۔ ۱۳۸۲ء میں وہ قاہرہ میں مقیم ہو گیا۔ دو سال بعد اُسے قاہرہ میں قاضی القضاۃ مقرر کر دیا گیا۔ وہ مرتے دم تک اس عہدے پر فائز رہا۔ ۱۴۰۰ء میں اس نے تیمور سے ملاقات کی۔ اس نے ۷۴ سال کی عمر میں ۱۴۰۶ء میں قاہرہ میں وفات پائی۔

قرطبہ اور دوسرے شہروں میں کئی ایک نامور خواتین پیدا ہوئیں۔ ان خواتین نے شعر و شاعری میں بہت نام پایا۔ عروض اور خطابت میں بھی نام حاصل کیا۔ حفصہ چوتھی صدی ہجری کی ایک مشہور خاتون ہے۔ اسی صدی کی ایک مشہور خاتون مریم تھی۔ وہ خطابت۔ شاعری اور ادبیات کا درس دیتی تھی۔

ہسپانوی مسلمانوں کا تذکرہ اُس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اُن ممتاز طبیبوں اور فلسفیوں کا ذکر نہ کیا جائے جنہوں نے اپنے وطن کے نام روشن کئے۔ ابن ماجہ سارا گوسا کا رہنے والا تھا۔ وہ طبیب۔ فلسفی۔ مہندس اور ستارہ شناس کی حیثیت میں بہت مشہور ہے۔

اس نے ۱۱۳۸ء میں فرص میں وفات پائی۔ ہسپانوی عربوں میں ابن طفیل بہت بڑا فلسفی تھا۔ اس نے ۱۱۵۸ء میں مراکو میں وفات پائی۔ ابن طفیل نے ابن رشد کو سلطان ابو یعقوب یوسف سے متعارف کرایا تھا۔ اس نے ۱۱۹۸ء میں وفات پائی۔

باب (۱۶)

بنو اِدریس

تیسرے عباسی خلیفہ مہدی کے عہدِ حکومت تک تمام افریقی مقبوضات عباسی خلافت کے ماتحت تھیں۔ ھادی کے عہدِ حکومت میں ادریس نے بربری قبیلوں کی امداد سے شمالی افریقہ میں ایک حکومت قائم کر لی۔ یہ حکومت کافی مدت تک قائم رہی۔ ادریس نے فیض کا شہر بسایا۔ اس کے بہتر نظم و نسق کی وجہ سے یہ شہر بہت جلد تہذیب و تعلیم کا مرکز بن گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اسے عباسیوں کے ایک حامی نے زہر دے کر ہلاک کر دیا تھا۔

اِدریس کی موت کے بعد اس کا بیٹا جس کا نام بھی ادریس تھا تخت پر بیٹھا۔ جوان ہو کر ادریس دوم ایک بہادر سپاہی بنا۔ اس

نے جنوب کی طرف کئی ایک فتوحات حاصل کیں۔ ابن خلدون کے الفاظ میں :۔

"اس زمانہ میں شمالی افریقہ میں عباسیوں کا اقتدار مٹ چکا تھا۔"

ادریس دوم کی موت ۲۱۳ھ مطابق ۸۲۵ء میں ہوئی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا محمد خلیفہ بنا۔ اس نے اپنے بھائیوں کو مختلف صوبوں کا حاکم مقرر کیا۔ اسے اس پالیسی میں پوری کامیابی ہوئی۔ ایک کے سوا باقی تمام گورنر اس کے وفادار رہے۔

محمدؒ کی موت (۸۳۳ء) کے بعد اس کا بیٹا علی خلیفہ بنا۔ اس وقت اس کی عمر صرف ۹ سال تھی۔ لیکن اس کے باپ کے وفادار حکّام نے حکومت کے کام کاج کو اس طرح چلایا کہ ایک مورخ کے الفاظ میں :۔

"اس کا عہدِ حکومت خوشحال تھا۔"

اس نے بائیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس کی موت کے بعد اس کا بھائی یحییٰ بن محمد تخت پر بیٹھا۔ یحییٰ بن محمدؒ نے اپنے طویل عہدِ حکومت میں اپنی سلطنت کو وسیع کیا۔ اس کے عہد میں رعایا خوشحال تھی۔ اس نے فیض (عربی فاس) کی رونق کو بڑھایا۔ اس زمانہ میں دور دراز کے لوگوں نے فیض میں آباد ہونا شروع کر دیا۔

یحییٰ کی موت ۸۷۸ء کے بعد اس کا بیٹا یحییٰ دوم تخت پر بیٹھا۔ اس کی سختیوں کے سبب ملک میں بغاوت ہو گئی۔ باغیوں نے اسے جلاوطن کر دیا۔ وہ ہسپانیہ چلا گیا۔

یحییٰ دوم کے تخت سے علیحدگی کے بعد اس کا چچیرا بھائی علی بن عمر تخت پر بیٹھا۔ وہ زیادہ دیر حکومت نہ کرنے پایا تھا کہ خوارج کی ایک بغاوت نے اُسے ہسپانیہ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ علی بن عمر کے بھاگ جانے کے بعد فیض کے عوام نے ادریس دوم کے بیٹے یحییٰ کو اپنا حکمران تسلیم کیا۔

یحییٰ سوم بہت بڑا فاضل اور فقیہی تھا۔ اس نے تمام ادریسی مقبوضات کو تھوڑی مدّت تک اپنے قابو میں رکھا۔ اس کے عہد کو ایک فاطمی گورنر نے ۳۰۹ھ میں اچانک ختم کر دیا۔! اس نے باقی زندگی کنارہ کشی کے عالم میں گزاری تھی۔

یحییٰ سوم کے زوال کے بعد ادریسی خلافت ختم ہو گئی تھی۔ اِس خاندان کے بہت سے شہزادوں نے سلطنت کے مختلف صُوبوں میں اپنی اپنی آزاد ریاستیں قائم کر لیں۔

اِسی اثناء میں عبدالرحمٰن النّاصر نے شمالی افریقہ کے بہت سے حِصّے پر قبضہ کر لیا۔ بہت سے ادریسی شہزادوں کو قرطبہ میں جلاوطن کر دیا گیا۔ مغربی مراکو پر ہسپانوی خلیفوں نے قبضہ کر لیا۔ اور مشرقی مراکو بنو فاطمہ کے تسلّط میں چلا گیا۔

باب (۱۷)

بنو اغلب

اِس خاندان کا پہلا حکمران ابراہیم اغلب (۸۰۱ - ۸۱۲ء) تھا۔ نظم و نسق میں اُسے پوری پوری صلاحیت حاصل تھی۔ اس نے قیروان کے قریب ایک نیا شہر عباسیہ آباد کیا۔ اس نے اس نئے شہر کو اپنا صدر مقام بنایا۔ اس نے تقریباً بارہ سال حکومت کی۔ اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا عبد اللہ تخت پر بیٹھا۔ اس کے عہدِ حکومت میں کسی قسم کی شورش نہیں ہوئی۔ لوگ خوشحال تھے۔ اُس کی موت کے بعد ۸۱۷ء میں اس کا بھائی زیادۃ اللہ تخت پر بیٹھا۔ وہ ایک ذہین شہزادہ تھا۔ جسے علوم و فنون سے بہت زیادہ دلچسپی تھی۔ اس کی تیز طبیعت کی وجہ سے کئی بار بغاوت ہوئی۔ ایک

طویل لڑائی کے بعد باغیوں کو شکست کھانی پڑی۔ اس بغاوت کے فرو ہو جانے کے بعد ملک میں امن قائم ہو گیا تھا۔ عربوں نے مدّت تک جنوبی سِسلی پر قبضہ کئے رکھا تھا۔ لیکن سِسلی کی فتح کی مہم کا آغاز زیادۃ اللہ کے عہد میں ہوا۔ اس نے قیروان کے قاضی کے زیرِ کمان ایک فوج بھیجی۔ یہ فوج مازورا میں اتری۔ عربوں نے بہت جلد سِسلی کے کئی ایک قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ عربوں نے سارا کیوز کا محاصرہ کر رکھا تھا کہ وباء پھوٹ نکلی۔ محاصرہ اُٹھا لیا گیا۔ عربوں نے میناؤ اور جرجنتاؤ پر قبضہ کر لیا۔ اسی اثناء میں بازنطینی فوج کو قسطنطنیہ سے کمک پہنچ گئی۔ چنانچہ اس فوج نے عربوں کو سِسلی سے نکالنے کا تہیہ کر لیا۔ عرب فوج میناؤ میں محصور ہو چکی تھی۔ محاصرہ ہر روز تنگ ہوتا جا رہا تھا کہ عربوں کو افریقہ اور ہسپانیہ سے کمک پہنچ گئی۔ اب بازنطینی فوج سارا کیوز میں ہٹ گئی۔ عربوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ عربوں نے سِسلی کی راجدھانی پالرمو پر قبضہ کر لیا۔ پالرمو پر قابض ہونے کے بعد عربوں نے آہستہ آہستہ سارے جزیرے پر قبضہ کر لیا۔ زیادۃ اللہ کے ایک عزیز ابراہیم بن عبداللہ نے سِسلی میں باقاعدہ حکومت قائم کی۔

زیادۃ اللہ نے ۸۸۳ء میں وفات پائی۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی اغلب تخت پر بیٹھا۔ اس کے عہدِ حکومت میں سِسلی میں کمک پہنچ گئی۔ سِسلی میں فتوحات کا سلسلہ پھر سے شروع ہوا۔ اسی زمانہ میں عربوں نے جنوبی اٹلی کے کئی ایک

ساحلی شہروں پر قبضہ کر لیا۔

دو سال سات ماہ حکومت کرنے کے بعد اغلب نے وفات پائی۔ اس کا بیٹا ابوالعباس محمد اس کا جانشین بنا۔ وہ ایک قابل حکمران تھا۔ اس نے بہت سی عمارتیں بنوائیں۔

سسلی کے وائسرائے کے نائب فضل بن جعفر ہمدانی نے سمندر کی راہ سے مدینہ پر حملہ کیا۔ سینہ کو نیپلز سے کمک پہنچ گئی۔ چنانچہ دو سال تک یہ شہر عربوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار اس شہر نے عربوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے! ۲۳۲ھ ہجری میں فضل نے مینیتی پر قبضہ کر لیا۔ عرب فوجوں کی فتوحات کا سلسلہ اٹلی کے اندرونی علاقوں (عرض الکبری) تک جا پہنچا۔ عربوں نے کلابیریا اور کیمپینیا کو روند ڈالا۔ انہوں نے ایک سو پچاس کے قریب شہروں پر قبضہ کر لیا۔ ایک عرب بیڑے نے دریائے ٹائیبر میں داخل ہو کر (۸۲۶) قندی اور روم کے مضافات پر قبضہ کرنے کے بعد گائیتا کا محاصرہ کر لیا۔ عربوں کے اندرونی اختلافات کے سبب سا وھر فتح نہ ہو سکا۔

۸۴۹ء میں تارانتو پر قبضہ کر لیا۔ اب انہوں نے روم پر پھر حملہ کر دیا۔ ایک بہت بڑے طوفان نے پوپ لوائی چہارم کی مدد کی۔ عربوں کا بیڑہ ایک چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ سسلی کے عرب وائسرائے ابن عبد اللہ نے ۸۵۰ء میں پالرمو میں وفات پائی۔ اب عرب

آباد کاروں نے عباس ابنِ فضل کو اپنا کمانڈر چُنا۔ غلبی حکمران نے اس انتخاب کی تائید کی۔ تھوڑی مدّت کے بعد عبد اللہ بن عباس کی جگہ ابن سفیان کو سِسلی کا وائسرائے مقرر کیا گیا۔ عربوں نے توقوس۔ سارکیوز۔ ساناس اور کاستیل نو دو (مصر الجدید) پر قبضہ کر لیا۔ ابن سفیان کی موت کے بعد اس کا بیٹا محمّد سِسلی کا وائسرائے مقرر ہوُا۔ اس کے عہدِ حکومت میں احمد بن عمر نے مالٹا فتح کیا۔

ابو العباس محمّد کی موت پر اس کا بیٹا ابو ابراہیم احمد تخت نشین ہوُا۔ اس کے عہد میں کِسی قسم کی شورش نہ ہوئی۔ اس کے عہد میں رعایا خوشحال تھی۔ اس نے اپنے ملک کو حملہ آوروں سے بچانے کے لئے دس ہزار قلعے بنوائے۔

اس کی موت ۸۶۲ء کے بعد اس کا بیٹا ابو محمّد زیادۃ اللہ (اصغر) تخت پر بیٹھا۔ لیکن اٹھارہ مہینوں سے زیادہ حکومت نہ کرنے پایا۔ اب اس کے بھائی ابو عبد اللہ محمّد کو تخت پر بٹھایا گیا۔ ابن الاثیر کا بیان ہے کہ

"وہ ایک اچھا حکمران تھا"

اس کے عہدِ حکومت میں بازنطینوں نے سِسلی کے بعض کھوئے ہوئے علاقوں کو واپس لیا۔ اس پر ابو عبد اللہ محمّد نے ان کی روک تھام کے لئے کئی ایک قلعے بنوائے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اٹلی کے بعض علاقوں کو فتح کیا۔ اس نے ۸۷۴ء میں وفات پائی۔ اور اس کا بھائی ابراہیم اس کا

جانشین ہوا۔

ابراہیم نے اپنی حکومت کے آغاز میں اچھا نام پیدا کیا۔ لیکن آگے چل کر اُس نے اپنے بچوں تک کو بھی قتل کرنے سے گریز نہ کیا۔ جب اُس کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو خلیفہ معتضد نے ابراہیم کو حکومت سے علیحدہ کر دیا۔ خلیفہ نے اس کے بیٹے ابو العباس عبد اللہ کو جو سسلی میں تھا افریقہ میں حاکم مقرر کیا۔ ابراہیم نے فقیروں کا لباس پہن کر تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ وہ بازنطینوں کے خلاف لڑنے کے لیے سسلی چلا گیا۔

ابو العباس عبد اللہ (۹۰۲ء) ایک رحمدل حکمران تھا۔ اسے فوجی اور شہری امور میں پوری پوری مہارت حاصل تھی۔ اِس کے بیٹے کے ایماء پر غلاموں نے اسے سوتے میں قتل کر دیا۔ اپنے باپ کا قاتل زیادۃ اللہ بنو اغلب کا آخری حکمران تھا۔ اس نے اپنے باپ کے قاتلوں کو قتل کرنے کے بعد اپنے آپ کو عیش و عشرت میں غرق کر دیا۔ اِن عشرت پسندیوں نے حکمت کو تباہ و برباد کر دیا۔ اس اثناء میں شمالی افریقہ میں ایک ایسا انقلاب ہو رہا تھا جس نے حالات کو یکسر بدل دیا ٭

باب (۱۸)

بنو فاطمہ کا عروج و زوال

حضرت امام جعفرؒ کی وفات کے بعد شیعانِ علیؓ دو جماعتوں میں بٹ گئے تھے۔ شیعانِ علیؓ کی اکثریت نے امام موسیٰ کاظمؒ کی امامت کو تسلیم کر لیا تھا۔ لیکن بعض نے امام جعفرؒ کے بڑے صاحبزادے اسمٰعیل کے بیٹے محمد کو اپنا امام بنا لیا۔ شیعانِ علیؓ کی یہ جماعت اسمٰعیلی کہلاتی ہے۔ اس فرقہ کی سرگرمیوں پر عباسی خلیفوں کی کڑی نگرانی تھی۔ بعض اوقات ان پر سختیاں بھی کی جاتی تھیں۔ محمد بن اسمٰعیل کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے جعفر آپ کے جانشین ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹے محمد الحبیب اسمٰعیل جماعت کے امام ہوئے۔ آپ حمص کے قریب سلامیہ میں قیام کرتے تھے۔ اس مقام سے

آپ نے مختلف ملکوں میں اپنے داعی بھیجے۔ چنانچہ یمن۔ یمامہ۔ بحرین۔ سندھ۔ ہندوستان۔ مصر اور شمالی افریقہ میں اسمٰعیلی عقائد کی خوب اشاعت ہوئی۔

آپ کے پُرجوش داعیوں میں سے ابوعبداللہ حسین سب سے زیادہ سرگرم تھا۔ ۲۸۸ھ میں ابوعبداللہ حسین نے شمالی افریقہ کا رُخ کیا۔ اسے بربر قبائل میں بہت زیادہ کامیابی ہوئی۔ اس زمانہ میں ابراہیم بن محمدؐ شمالی افریقہ کا حکمران تھا۔ اس نے اسمٰعیلی تحریک کو دبانے کی بہت زیادہ کوشش کی۔ لیکن ابوعبداللہ حسین کی کامیابی کا دروازہ کھل گیا۔ جب شمالی افریقہ کا حکمران اپنے محل میں عیش وعشرت کی زندگی بسر کر رہا تھا تو اس وقت ابوعبداللہ حسین کے داعی شمالی افریقہ میں اپنے حامیوں کی تعداد بڑھا رہے تھے۔ زیادۃ اللہ نے ابو عبداللہ کے مقابلہ میں فوجیں بھیجیں۔ ابوعبداللہ نے دونوں کو شکست دی۔ ان شکستوں کے بعد زیادۃ اللہ طرابلس سے ہوتا ہوا ایشیا کے کسی مقام کی طرف چلا گیا۔

۲۶ر مارچ ۹۰۹ء کو ابوعبداللہ حسین بنو اغلب کی دارالحکومت میں داخل ہوا۔ اس نے مختلف شہروں میں امن قائم کرنے کے لئے اپنے گورنر بھیج دیئے۔ ابوعبداللہ حسین کے دانشمندانہ طرزِ عمل نے رائے عامہ کو اپنی طرف کر لیا۔ اس نے لوگوں کو اپنے امام کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تیار کر لیا۔

محمد الحبیب نے تیسری صدی ہجری کے اواخر میں وفات پائی۔
آپ کا بیٹا عبید اللہ آپ کا جانشین ہوا۔ آپ نے سلامیہ میں خاموش زندگی بسر کی۔ یہاں تک کہ ابو عبداللہ حسین نے شمالی افریقہ میں کامیابی حاصل کر لی۔ اب ابو عبید اللہ نے آپ کو شمالی افریقہ میں جلد بھیجا۔ تاکہ آپ وہاں پہونچ کر تحریک کی رہنمائی کریں۔ آپ نے اپنے بیٹے ابو قاسم اور عبد اللہ کے بھائی ابوالعباس اور دوسرے ساتھیوں سمیت سوداگروں کے بھیس میں چل دیئے۔

ابو عبید اللہ حسین نے اگرچہ بہت رازداری سے کام لیا تھا۔ لیکن اس پر بھی عباسیوں کو عبید اللہ کے سلامیہ سے بھاگ نکلنے کا پتہ چل گیا۔ عباسی خلیفہ نے تمام صوبوں میں عبید اللہ کی گرفتاری کے احکام بھیج دیئے۔ طرابلس پہنچ کر ابو العباس قیروان کو چل دیا۔ قیروان میں اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اسی طرح عبید اللہ کو اپنے بیٹے سمیت سراکو کے قریب گرفتار کر لیا گیا۔

اسی اثناء میں ابو عبد اللہ حسین نے بہت بڑی فوج جمع کر لی تھی۔ اپنے بھائی ابو العباس کو رہا کرانے کے بعد اس نے عبید اللہ اور اس کے بیٹے کو بھی رہا کر لیا۔

اب ابو عبید اللہ نے باپ بیٹے کو گھوڑے پر سوار کر دیا۔ وہ خود پا پیادہ اپنے لشکر کی طرف چل دیا۔ لشکر کے قریب پہنچ کر اس نے سپاہیوں سے کہا کہ وہ اپنے

کی زیارت کرلیں۔ عبید اللہ (المہدی) کی حکومت شمالی افریقہ میں قائم ہوگئی۔ مختلف صوبوں کے نظم ونسق کے لئے گورنر بھیجے گئے۔

عبید اللہ المہدی نے جس جوش وخروش کے ساتھ نظم ونسق کے کام کو سنبھالا۔ اس سے ابو عبد اللہ کے بھائی ابو العباس کے دل میں حسد پیدا ہوگیا۔ اب ابو العبّاس نے چند بربری سرداروں کو اپنے ساتھ ملا کر فاطمیوں کے اقتدار کو ختم کردینا چاہا۔ اُس نے وفادار ابو عبد اللہ کو اس سازش میں شریک کرلیا۔ مہدی نے دونوں بھائیوں کو رام کرنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن وُہ باز نہ آئے۔

انہوں نے عُبید اللہ کی مخالفت کو بدستور جاری رکھا۔ اس پر عبید اللہ نے ان دونوں بھائیوں کو قتل کروادیا۔ ابو عبد اللہ کے قتل کے بعد ابو عبید اللہ نے اپنی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا۔ بربری فوجوں کے تشدّد سے مضافات میں بغاوت کردی۔ اس پر عبید اللہ المہدی کو اِس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اِس راجدھانی کو بہت جلد قلعہ بند ہونا چاہیئے۔ تاکہ وقت آنے پر اندرونی بغاوت کی روک تھام کرسکے۔ چنانچہ تونس سے نِکل کر اس نے ساحلی علاقہ کا معائنہ کرنے کے بعد ایک مضبوط مقام کو اپنی راجدھانی کے لئے تجویز کیا۔

۹۱۶ء میں اس مقام پر مہدیہ کے نام سے ایک شہر بسایا گیا۔ ۵۰ سال کے بعد یہ شہر مکمل ہُوا۔ اس شہر کے اِرد گرد ایک مضبوط فصیل تھی۔ جس میں کئی ایک لوہے کے دروازے تھے۔ شہر کے اندر بہت خوبصورت محل بنوائے گئے۔ جب یہ شہر مکمل ہوگیا، تو عبید اللہ المہدی نے کہا :-

"اب مجھے اطمینان نصیب ہُوا ہے۔ بنو فاطمہ کی قوت میں نمایاں اضافہ ہوچکا ہے"

عبید اللہ کا نظم و نسق بہت سخت تھا۔ سیوطی بھی اس امر کو مانتا ہے کہ :-

"عبید اللہ کے عہدِ حکومت میں عدل و انصاف کا پُورا پُورا خیال رکھا جاتا تھا۔ رعایا اسے بہت چاہتی تھی"

۹۳۲ء میں اس نے بنو ادریس کے اقتدار کو ختم کر دیا۔ لیکن مصر کے فتح کرنے میں اسے ناکامی ہوئی۔ وہ ہسپانیہ کو فتح کرنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ اِس دُنیا سے رخصت ہوگیا۔

عبید اللہ المہدی کی وفات (۹۳۴ء) کے بعد اس کا بیٹا قائم اس کا جانشین بنا۔ قائم ایک بہادر سپاہی تھا۔ اس نے کئی ایک لڑائیوں میں حصّہ لیا۔ وہ پہلا فاطمی خلیفہ ہے جس نے بحیرۂ روم پر اقتدار

حاصل کرنے کے لئے ایک مضبوط بیڑا تیار کروایا۔

فیض کے سوا بنو ادریس کا تمام علاقہ چھین لینے کے بعد اس نے یورپ کی طرف توجہ کی۔ قائم کی مملکت کی بندرگاہوں پر اٹلی کے سمندری لٹیرے حملے کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ قائم نے کائیتا تک سارے جنوبی اٹلی کو روند ڈالا۔

قائم کے سمندری بیڑے نے جنیوا کی بندرگاہ پر قبضہ کر لیا۔ اس نے لوساوری کے بھی ایک حصّے پر قبضہ کر لیا تھا۔ اگر قائم کو گھریلو جھگڑوں کا سامنا نہ کرنا پڑتا تو وہ ساری اٹلی کو فتح کر لیتا۔ بربری فوجوں کے تشدّد نے ایک مرتبہ پھر بغاوت کر دی۔

اِس بغاوت کی رہنمائی ابو یزید خارجی کر رہا تھا۔ ابو یزید نے ہسپانیہ کے حکمران النّاصر کو لکھ بھیجا کہ وہ اپنی فوج سمیت آ کر بنو فاطمہ کی حکومت کو ختم کر دے۔

سنہ ۹۴۴ء میں ابو یزید نے فاطمی فوجوں کو قدم قدم پر شکست دی۔ ابو یزید نے کئی ایک شہروں پر قبضہ کر لیا۔ اب قائم کے پاس مہدیہ اور اس کے مضافات رہ گئے ابو یزید نے مہدیہ پر قبضہ کرنا چاہا۔ اس نے چار مرتبہ شہر پر حملہ کیا۔ لیکن ہر بار اُسے پیچھے ہٹا دیا گیا۔ مہدیہ کی ناکہ بندی کرنے کے بعد ابو یزید نے سوس پر حملہ کر دیا۔

جب ابو یزید نے سوس کا محاصرہ کر رکھا تھا تو قائم اس دُنیا سے چل بسا۔ اس کی موت (۹۴۶ء) کے بعد اس کا بیٹا منصور اس کا جانشین ہوا۔ منصور نے آہستہ آہستہ ابو یزید کی فوجوں کو پیچھے ہٹانا شروع کر دیا۔ چونکہ انہوں نے کسی پر رحم نہ کیا تھا۔ اس لئے ان پر بھی کسی نے رحم نہ کیا۔ جن باغیوں نے معافی مانگ لی۔ انہیں کوئی گزند نہیں پہنچائی گئی۔

ابو یزید نے بھاگ کر ایک صحرائی چٹان میں پناہ لی۔ منصور نے اس کا تعاقب کیا۔ ابو یزید نے منصور کی فوج کا کافی مدّت تک مقابلہ کیا۔ آخر کار اُس نے بھاگنے کی کوشش کی۔ جس میں اُسے ناکامی ہوئی۔ منصور کے سپاہیوں نے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ ایک مرتبہ پھر مراکش کے طول و عرض میں بنو فاطمہ کا اقتدار مستحکم ہو گیا۔ منصور کے عہد میں فرنگیوں کو ایک بحری شکست دی گئی۔

منصور نے ابوالقاسم حسین بن علی کو سسلی کا گورنر مقرر کیا۔ ابوالقاسم کے خاندان میں یہ عہدہ ایک سو آٹھ سال تک رہا۔ اس نے فرنگیوں کو بحری لڑائی میں شکست دی۔ ہسپانیہ کے اُموی خلیفہ النّاصر نے اسی زمانہ میں تمام ادریسی مملکت پر قبضہ کر لیا۔

منصور کی وفات کے بعد اس کا بیٹا المعزّ لدین اللہ تخت نشین ہوا۔ المعزّ علوم و فنون کا بہت بڑا سرپرست

تھا۔ اسے مغرب کا مامون کہا جاتا تھا۔ اس کے عہد میں شمالی افریقہ تہذیب اور خوشحالی کے عروج پر تھا۔ وہ سائنس اور فلسفے کا بڑا فاضل تھا۔ المعز نے تمام اندرونی بغاوتوں کو مٹا دیا۔ اس نے فوج اور بیڑے کو نئے سرے سے تنظیم کی۔ تجارت اور صنعت کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ اس نے حسن سلوک سے اپنے خاندان کے دشمنوں کو دوست بنا لیا۔ اس کے کمانڈر جوھر صقلی نے اپنی فتوحات سے المعز کی سلطنت کو وسیع کیا۔ بہت جلد المعز اور الناصر کی لڑائی چھڑ گئی۔ اس طرح عرب یورپ کو فتح کرنے میں متحد نہ ہو سکے۔

اسی زمانہ میں کریٹ پر یونانیوں نے دوبارہ قبضہ کرلیا۔ عربوں کے عہد حکومت میں کریٹ نے علوم وفنون اور صنعت وتجارت میں نمایاں ترقی کر لی تھی۔ عربوں نے کریٹ کے چھن جانے کی کمی کو سسلی پر قبضہ کرنے سے پورا کر دیا۔ اس وقت تک سسلی کے بعض شہروں پر عربوں کا قبضہ نہیں ہوا تھا۔ سسلی کے گورنر احمد بن حسن نے ان شہروں کو فتح کیا۔ یونانیوں کی مدد کے لئے بازنطین سے جو فوج بھیجی گئی تھی۔ اس نے عربوں کے ہاتھوں شکست کھائی۔

<u>۹۴۴ء</u> میں عربوں نے پورے سسلی پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس زمانہ میں سسلی کو جو فروغ حاصل ہوا وہ اسے دوبارہ

نصیب نہیں ہو سکا۔ عربوں کے دورِ حکومت میں شہروں میں مسجدوں میں کالجوں اور سکولوں کی کمی نہیں تھی۔ علوم و فنون کی پوری سرپرستی کی جاتی تھی۔ پالرمو کی طبی یونیورسٹی بغداد اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں کے مقابلہ کی تھی۔

سنہ ۹۶۸ء میں کافور اشخیذی کی موت کے بعد مصر میں گڑبڑ ہو گئی۔ مصر کے سرداروں نے المعزؒ سے درخواست کی کہ وہ مصر پر قبضہ کرے۔ چنانچہ المعزؒ نے جوہر کے زیر کمان ایک فوج بھیجی۔ اس فاطمی جرنیل نے فسطاط کو آسانی سے فتح کر لیا۔ جوہر نے القاہرہ کی بنیاد رکھی جو المعزؒ اور اس کے جانشینوں کا صدر مقام بنا۔ جوہر نے حجاز اور شام سے بھی المعزؒ کے اقتدار کو منوایا تھا۔ جوہر نے فسطاط کے قریب قرمطیوں یا قرامطہ کو شکست دی۔ اب جوہر نے المعزؒ کو مصر آنے کی دعوت دی۔ المعزؒ نے مراکش کی حکومت کو یوسف کے سپرد کرنے کے بعد مصر کی راہ لی۔

۱۹ر جون سنہ ۹۷۰ء کو المعزؒ قاہرہ میں داخل ہوا۔ مصر، شام اور حجاز کے نمائندوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ قرامطیوں نے دمشق پر قبضہ کرنے کے بعد مصر پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن المعزؒ نے انہیں شکست دے دی۔ جب فاطمیوں اور قرامطیوں میں لڑائی ہو رہی تھی تو

اس وقت ایک ترکی سردار الفتگین نے دمشق پر قبضہ کرلیا۔

المعزؔ کی وفات (۹۷۵ء) کے بعد اُس کا بیٹا العزیز باللہ تخت نشین ہوُا۔ دمشق پر قابض ہونے کے بعد الفتگین اپنا اقتدار وسیع کرنا چاہتا تھا۔ وہ ایک لڑائی میں گرفتار ہو کر عزیز کے پاس لایا گیا۔ عزیز نے اس کے ساتھ ایسا اچھا سلوک کیا کہ وہ مرتے دم تک فاطمی خلافت کا وفادار رہا۔

عزیز کے عہدِ حکومت میں فاطمی سلطنت کو مزید وسعت حاصل ہوئی۔ اس زمانہ میں فاطمی خلافت فرات کے ساحل پر اوقیانوس کے کناروں تک پھیلی ہوئی تھی۔ عزیز نے ترکوں اور ایرانیوں کی ایک فوج مرتب کی۔ تاکہ وقت آنے پر اسے بربریوں کے خلاف استعمال کیا جاسکے۔ عزیز کی موت (۹۹۶ء) کے بعد فاطمیوں کی شان و شوکت ختم ہوگئی۔ اس کی موت کے بعد اس کا نوجوان بیٹا حاکم باللہ تخت نشین ہوُا۔ حاکم مجموعۂ اضداد تھا۔ وہ جب کبھی ظلم پر آمادہ ہوتا تو اُس کے مظالم کی کوئی حد نہ رہتی۔ اور جب کبھی وہ عدل وانصاف کی طرف توجہ دیتا تو اس میں کمال پیدا کر دیتا۔ وہ سنہ ۱۰۲۱ء میں قتل ہوگیا۔

اس کے قتل کے بعد اس کے بیٹے ظاہر نے سولہ سال

تک حکومت کی ۔ اس کے عہد میں سلطنت کے بہت سے علاقے آزاد ہو گئے تھے ۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا المستعز تخت نشین ہوا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر سات سال کی تھی ۔ اس کے طویل عہدِ حکومت میں فاطمی سلطنت بہت زیادہ کمزور ہو گئی ۔ رہی سہی کسر کال نے پوری کر دی ۔ سات سال تک مصر کو ایک خوفناک قحط کا سامنا رہا۔ المستعز کی موت کے بعد سلجوقیوں اور فاطمیوں کے اختلافات نے صلیبیوں کو موقع دے دیا کہ وہ شام اور فلسطین کے ساحلی شہروں پر قبضہ کر لیں ۔

بنو فاطمہ کا زوال شروع ہو چکا تھا۔ خانہ جنگی ۔ باہمی نفاق نے مصر کو بہت کمزور کر دیا ۔ فاطمی خلافت روز بروز کمزور ہوتی چلی گئی ۔

صلیبیوں نے مصر کے کئی ایک شہروں پر قبضہ کر لیا تھا ۔ فاطمی خلافت کی کمزوری سے فائدہ اُٹھانے کے لئے وہ سارے مصر پر قابض ہونے کی تیاریاں کرنے لگے ۔ اس پر آخری حکمران العاضد نے نورالدین زنگی کو اپنی مدد کے لئے بُلایا ۔ چنانچہ اس نے شیر کوہ کو مصر بھیج دیا ۔ شیر کوہ کو مصر کی طرف بڑھتا دیکھ کر وزیر سلطنت شاور نے فرنگیوں سے امداد مانگی ۔ شیر کوہ نے شاور اور اس کے ساتھیوں کو شکست دی ۔ اب شاور کی جگہ شیر کوہ العاضد کا وزیر مقرر ہوا ۔

اس کی وفات کے بعد اس کا بھتیجا صلاح الدین ایوبی وزیر مقرر ہوا۔

۱۱۷۱ء میں العاضِد کی موت کے ساتھ ہی فاطمی خلافت کا خاتمہ ہوگیا۔

بنُو فاطمہ کے دَورِ حکومت میں قاہرہ نے علُوم و فنون، تہذیب و تمدّن اور صنعت و حرفت میں نمایاں ترقی کی۔ جامعہ ازہر اسی دَور کی یادگار ہے ☆

تمّت